U0326

مجتہد اعظم عراق و اعلم علماء

کا

مکمل اُردو عملیہ

(یعنی رسالہ)

مختار المسائل

مطابق فتاوے

سرکار حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام اعلم العلماء العالمین

حضرت آقائے سید ابو الحسن اصفہانی دام ظلہم العالی

مترجمہ و مرتبہ جناب مولانا السید سرور حسین صاحب قبلہ واعظ زاد فضلہ

بتصحیح تام جناب مولانا حکیم سید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ صدر الافاضل

باہتمام مرزا محمد جواد

نظامی پریس لکھنؤ میں چھپی

جولائی [illegible]

تعداد طبع [illegible]

فہرست مضامین کتاب "مختار المسائل"

مقصد اوّل در اصولِ دین

حیدر آباد بک ڈپو، حیدر آباد دکن

مجتہد اعظم عراق و اعلم علماء

کا

مکمل اردو عملیہ

یعنی رسالہ

مختار المسائل

مطابق فتاوے

سرکار حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام اعلم العلماء العالمین
العلامۃ الثانی حضرت آیۃ اللہ اصفہانی آقائے سید ابوالحسن الاصفہانی
دام ظلہم العالی

مترجمہ و مرتبہ جناب مولانا السید مسرور حسین صاحب قبلہ سکرٹیری انجمن موید العلوم لکھنؤ
بتصحیح تام جناب مولانا حکیم سید مرتضیٰ حسین صاحب صدرالافاضل لکھنوی

باہتمام محمد جواد نظامی پریس لکھنؤ میں چھپکر شایع ہوئی

تعداد طبع ۲۵۰ جولائی سنہ ۱۹۴۳ء قیمت ۶ر

توثیق مبارک

سرکار حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی لانام

آقاے السید ابو الحسن الاصفہانی

ادام اللہ ظلہم العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عمل باین رسالہ صحیح است

ابو الحسن الموسوی الاصفہانی

۷۸۶

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الامین وآلہ الطیبین الطاہرین اما بعد خاکسار نے ۱۹۲۹ء میں کتاب مستطاب العروۃ الوثقیٰ مؤلفہ استاذ المجتہدین سرکار حجۃ الاسلام آقا سید محمد کاظم الطباطبائی اعلی اللہ مقامہ کے اُردو ترجمہ کا سلسلہ شروع کیا تھا جس کا ایک حصہ مسائل صوم (کے متعلق شریعۃ الہدیٰ) اوائل سنہ ۱۹۳۰ء میں شایع ہوا۔ دوسرے ابواب کا ترجمہ بھی تیار کیا گیا لیکن اشاعت معرض التوا میں رہی اسی دوران میں رسالہ منتخب الرسائل مولفہ عمدۃ الفضلاء الکاملین وزبدۃ العلماء البارعین آقا سید ابوالقاسم الموسوی النجفی الاصفہانی کے ترجمہ کا سلسلہ بھی جاری کر دیا گیا تھا جو موجودہ صورت میں مختار المسائل کے نام سے موسوم ہوکر ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے۔

عروۃ الوثقیٰ مسائل فقہیہ کی ایک نہایت درجہ مفصل اور مبسوط کتاب ہے اور اسی لئے اقتصادی نقطۂ نظر سے اُس کی اشاعت ملتوی کرنا پڑی کیونکہ اولاً تو اصل کتاب ہی کافی مبسوط ہے پھر اُردو ترجمہ عربی سے بالعموم دوگنا ہو جاتا ہے مزید برآں دیگر حضرات علماء کے حواشی کا اضافہ کر دینے سے ترجمہ اصل کتاب سے تقریباً دو حصہ زائد ہو جاتا ہے اس طرح کتاب بہت ضخیم ہو جاتی اور مخصوص افراد کے سوا ہر شخص اس کو حاصل نہ کر سکتا تھا اور اگر کتاب کی تلخیص کرتے ہوئے ترجمہ کیا جاتا تو پھر عروۃ الوثقیٰ اپنی حیثیت پر باقی نہ رہتی اس لیے یہ بہتر سمجھا گیا کہ عملیہ کا ترجمہ شائع کیا جائے اسی خیال کی بنا پر منتخب الرسائل کو تجویز کیا گیا ہے اگر مختار المسائل کے بعد بھی حضرات مومنین کا عروۃ الوثقیٰ کے ترجمہ کی اشاعت کے لیے وہی اصرار باقی رہا جو پہلے تھا تو آیندہ اس خدمت کے لیے آمادہ ہونا پڑے گا۔

جس طرح عروۃ الوثقیٰ کو مفصل اور مبسوط کتابوں میں ایک خاص شرف وامتیاز و قبولیت

حال ہی بالکل وہی درجہ مختصر عملیات میں منتخب الرسائل کا ہے وہ بھی دنیائے تشیع میں نہایت درجہ مقبول ثابت ہوا اور جس طرح کہ تمام اعاظم علمائے عراق و ایران نے عروۃ الوثقیٰ کو اپنے حواشی عملیہ کا سرمایہ دار بنا دیا ہے بعینہ اسی طرح منتخب الرسائل بھی تمام حضرات مجتہدین کے فتاوی سے مرصّع و مزیّن ہو چکا ہے اور جس طرح کہ عروۃ الوثقیٰ اپنی مقبولیت کی جہت سے بکرّات و مرّات چھپ کر شیعی دنیا میں پھیلی و پھیلتی جا رہی ہے اسی طرح رسالہ ہٰذا کے بھی اب تک بکثرت ایڈیشن دنیا میں شایع ہو چکے ہیں۔

منتخب الرسائل فقہی کتب و رسائل کا خلاصہ و جوہر اور بلا شبہ اسم بامسمیٰ ہے تقریباً تمام ابواب فقہ کے ضروری مسائل پر حاوی ہے انداز بیان اور طرز ادا بھی نہایت عمدہ ہے نہ کسی مبحث میں اس قدر تطویل ہے کہ بار خاطر ہو نہ اتنا اختصار کہ مطلب واضح نہ ہو سکے غرض ماقل و دل کا پورا مصداق ہے اصول دین بھی موجود ہیں اور فروع دین بھی اور دونوں چیزیں بقدر ضرورت تفصیل کے ساتھ مؤلف علام نے دریا کو کوزہ میں بند کرنے کی زبانی مثال کو عملی صورت سے اس تالیف کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔

موجودہ ترجمہ علاوہ بریں کہ وہ سرکار حجۃ الاسلام آقا السید ابو الحسن الاصفہانی ظلہ العالی کے حواشی کے مطابق ہے۔ مومنین ہندوستان کی ضروریات پر نظر کرتے ہوئے سرکار حجۃ الاسلام آقا نجم الملۃ مدظلہ العالی اور سرکار حجۃ الاسلام آقا ناصر الملۃ مدظلہم العالی سے بھی اس پر عمل کرنے کی اجازت حاصل کر لی گئی ہے لہٰذا ہر سہ مجتہدین کرام کے مقلدین اس پر عمل کر سکتے ہیں۔

یہ کتابچہ صرف اس قابل ہے کہ اس سے محض عملیہ کی حیثیت سے حضرات مومنین فائدہ اٹھائیں بلکہ اگر بچوں اور نوجوانوں کے لیے دینیات کے کورس میں اس کو داخل کر دیا جائے تو بہت زیادہ مفید ثابت ہوگا۔

مختار المسائل کا ابتدائی خاکہ جو ایک عرصہ سے میرے دماغ میں تھا وہ یہ ہے کہ اصول دین فروع دین اور وظائف و عملیات کا ایک ایسا مکمل مجموعہ ترتیب دیا جائے جو تقلیدی پہلو سے کارآمد ثابت ہو سکے چنانچہ موجودہ ترجمہ جو اصول و فروع دونوں پر حاوی ہے مختار المسائل کا پہلا حصہ ہے دوسرے حصہ میں وظائف و عملیات ہیں۔ جو زیر ترتیب ہے اور بعض اجزا کی کتابت بھی ہو چکی ہے انشاء اللہ عنقریب مومنین کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

کتاب مختار المسائل اور قبل ازیں شریعۃ الھدیٰ کی اشاعت کی ذمہ داری مومنین کی ایک علمی مذہبی خدمت کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ میں نے جس مقصد کے لیے اپنے ذمہ لی ہے۔ وہ یہ ہے کہ چند سال پیشتر مجھ کو میری شومی قسمت نے والدہ مرحومہ اعلی اللہ مقامہا کے سایہ عاطفت سے محروم کردیا یہ حادثہ خصوصیت کے ساتھ میری بے چینی کا باعث اس لیے ہوا کہ وہ میرے حالات کے لحاظ سے کچھ ایسا قبل ازوقت تھا کہ میں مرحومہ کی خدمتگزاری کا شرف حاصل نہ کرسکا اولاً تو طالب علمی کی مشغولیتوں میں کسی خدمتگزاری کا موقع ہی کہاں تھا جو کچھ ممکن تھا اُس میں بھی مرحومہ کی فطری اور کریم النفسی نے حائل آکر مجھ کو اس سے غافل بنادیا دل کے حوصلے ابھی دل ہی میں تھے کہ یہ نمونہ رحمت نگاہوں سے اوجھل ہوگیا اور محبت کی وہ آغوش جس کو فطرت نے میرے لیے دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ قریب قرار دیا تھا دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ دور نظر آنے لگی اور میرے اور اس کے مابین دو عالموں کے درمیان نامتناہی فاصلہ حائل ہوگیا۔

اس بے بسی کے عالم میں اپنی عملی کوتاہی کی تلافی کے لیے اگر کوئی تسلی بخش تدبیر دماغ میں آئی تو یہ کہ کچھ ایسی قلمی خدمات پیش کروں جو افراد قوم کو اُن کی عملی اصلاح میں مدد دیں اور اُس طرف سے شعاعیں منعکس ہوکر خود میرے اس مقصد کو تاباں ودرخشاں بنادیں۔ اصلاح عملی کی جہت سے مومنین کے اعمال مدارج مقبولیت پر فائز ہوں انھیں اعمال کے طفیل میں بارگاہ ارحم الراحمین سے کچھ صلہ و انعام مجھ کو عطا ہو اُس کو مرحومہ کی آغوش عاطفت کی نذر کردوں یہی ایک صورت بہت حد تک تسلی بخش ہے اور امید ہے کہ مومنین کے اعمال صالحہ کی بدولت ثوابات کے لامحدود اور غیر منقطع تحائف حقیر کی جانب سے مرحومہ کی جناب میں پہونچتے رہیں گے۔ آمین ثم آمین۔

میں اپنے برادران ایمانی کی خدمت میں اُن کی عالی نفسی پر اعتماد کرتے ہوئے نہایت عاجزانہ طور پر یہ درخواست کرتا ہوں کہ مرحومہ کو ایک سورۂ فاتحہ سے یاد فرماکر اپنے ایک شکستہ دل گنہگار کفش بردار کو رہین منت اور ممنون کرم فرمائیں۔

لکھنؤ یکم اگست سنہ ۱۹۳۱ء

مومنین کا ادنیٰ کفش بردار

مسرور حسین امروہوی

اصُول دِینْ

اس مقصد میں دلائل واضحہ کے ساتھ اصول دین کو اس طرح بیان کیا گیا ہی کہ ہر معمولی فہم کا شخص بھی سمجھ سکے۔

وجود صانع عالم اصُول دین کو شروع کرنے سے قبل جاننا چاہیے کہ ہر صاحب شعور خود اپنے ہی اندر یا دیگر تمام مصنوعات کے متعلق غور وفکر کرنے سے اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ کوئی مصنوع خود بخود موجود نہیں ہو گیا ہی بلکہ ایک صانع قادر و حکیم نے جو تمام صفات و کمال کا مجمع اور صفات نقص و احتیاج سے مبرا و منزہ ہی اس کو پیدا کیا ہے اور یہ بات فہم وعقل سے بعید ہے کہ صانع بھی کسی دوسرے کا پیدا کیا ہوا ہو ورنہ دور و تسلسل[ع] لازم آئے گا لہٰذا ہر مصنوع صانع کے وجود پر دلیل ہے۔

اصول دین پانچ ہیں۔

توحید توحید سے مراد یہ ہی کہ خداوند عالم ایک اکیلا ہی۔ توحید کے متعلق ہم یہاں چھ دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

اوّل یہ کہ اگر اُس کا کوئی شریک ہوتا تو اُس شریک کے ہونے کی وجہ سے عالم میں فساد پیدا ہو جاتا۔

دوسرے یہ کہ شریک کا پایا جانا خدا کیلئے نقص ہے اور نقص خدا کی ذات میں نہیں ہو سکتا

تیسرے یہ کہ تمام پیغمبر ایک ہی خدا کی طرف سے آئے اگر کوئی دوسرا خدا بھی ہوتا تو وہ بھی اپنے وجود کا اظہار کرتا۔

چوتھے یہ کہ خدا اگر دو ہیں پس اگر ان میں سے ایک خدا دوسرے خدا کے

ع تسلسل کے معنی یہ ہیں کہ علت و معلول کا ایک غیر محدود سلسلہ جاری رہے اور یہ سلسلہ کہیں جا کر ختم نہ ہو مثلاً زید کو عمرو نے پیدا کیا عمرو کو بکر نے بکر کو خالد نے وعلیٰ ہذا القیاس اسی طرح یہ سلسلہ برابر جاری رہے اور کہیں جا کر ختم نہ ہو۔ دور کے معنی یہ ہیں کہ علت و معلول کا سلسلہ گھوم کر پھر وہیں آ جائے جہاں سے شروع ہوا تھا مثلاً زید کے وجود کی علت عمرو اور عمرو کے وجود کی علت بکر اور پھر بکر کے وجود کی علت زید مذکورہ بالا دونوں امر محال اور باطل ہیں۔ مترجم

دفع کرنے پر قادر ہے تو اُس دوسرے کا دفع کر دینا اُس خدا کی خدائی کو کامل کر دیتا ہے لہٰذا اس خدا پر لازم آتا کہ اُس دوسرے کو دفع کر دے اور اگر یہ خدا اس کے دفع کرنے پر قادر نہیں ہے تو عاجز خدا، خدا نہیں ہو سکتا۔

پانچویں یہ کہ خدا نے انبیاء سے فرمایا ہے کہ میرا کوئی شریک نہیں ہے اگر اُس نے یہ جھوٹ کہا ہے تو جھوٹ بولنا نقص ہے اور خدا کے اندر نقص ہو نہیں سکتا اور اگر اُس نے درست کہا ہے تو مطلب ثابت ہے۔

چھٹے یہ کہ دو چیزوں کے درمیان میں کوئی شے باعث امتیاز ہونی چاہیئے تاکہ دونوں چیزیں الگ الگ سمجھی جاسکیں اگر خدا دو ہیں تو لازم آتا ہے کہ دونوں کے درمیان میں جو چیز باعث امتیاز ہے وہ بھی قدیم ہو حالانکہ یہ دعویٰ نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ دعویٰ کیا جائے تو تسلسل[ع۵] لازم آتا ہے اور وہ محال ہے۔

صفات ثبوتیہ | صفات ثبوتیہ ذاتیہ یعنی وہ صفات جو خداوند عالم کی عین ذات ہیں علماء نے آٹھ صفتیں بیان کی ہیں جن میں سے حسب ذیل چند صفتیں ایسی ہیں جو تمام دیگر صفات میں اصل اصول ہیں۔

اول۔ یہ کہ خدا قادر ہے۔

دوسرے۔ یہ کہ خدا عالم ہے۔

تیسرے۔ یہ کہ خدا حی (زندہ) ہے۔

چوتھے۔ یہ کہ خدا ازلی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے۔

پانچویں۔ یہ کہ خدا ابدی ہے یعنی ہمیشہ رہے گا اُس کے لیے کبھی فنا نہیں ہے، بقیہ دیگر صفتوں میں بعض کا مرجع علم ہے اور بعض قدرت کی طرف راجع ہیں۔ خداوند عالم کی بعض صفات وہ ہیں جو صفات فعلیہ کہلاتی ہیں مثلاً خالقیت و رزاقیت وغیرہ ان تمام مذکورہ بالا صفات کے ثبوت کی دلیل یہ ہے کہ یہ تمام صفات

ع۵ مقصد یہ ہے کہ ہمیشہ دو چیزوں میں سے ہر ایک چیز کے ساتھ ایک شے ایسی ضرور رہتی ہے جو دوسرے میں نہ پائی جائے وہی شے اُس چیز کا مابہ الامتیاز کہلاتی ہے لہٰذا جب اصل چیز قدیم ہے تو اُس کا مابہ الامتیاز بھی قدیم ہوگا نیز اس شکل میں تسلسل اس لیے لازم آئے گا کہ یہ دونوں مابہ الامتیاز بھی بہرحال از قبیل موجودات ہیں لہٰذا ہر مابہ الامتیاز کے لیے بھی مابہ الامتیاز اور ہونا چاہیئے جس کی جہت سے وہ دوسری چیز کے مابہ الامتیاز سے ممتاز ہو سکے اسی طرح یہ سلسلہ آگے بڑھتا جائے گا اور جو مابہ الامتیاز بھی فرض کیا جائے گا اُس کے مزید مابہ الامتیاز کی ضرورت ہوگی۔ مترجم ۱۲

صفات کمالیہ ہیں اور خدا کامل ہے۔

صفات سلبیہ یعنی وہ صفات جن سے خداوند عالم مبرا و منزہ ہے علماء کے بیان کے مطابق چند صفتیں ہیں۔

اول۔ یہ کہ خدا مرکب نہیں ہے۔

دوسرے۔ یہ کہ خدا مجسم[1] یا جوہر یا عرض نہیں ہے۔

تیسرے۔ یہ کہ خدا مرئی نہیں یعنی دیکھنے میں نہیں آسکتا۔

چوتھے۔ یہ کہ خدا محل حوادث نہیں ہے۔

پانچویں۔ یہ کہ خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔

چھٹے۔ یہ کہ خدا محتاج نہیں ہے۔

ساتویں۔ یہ کہ خدا کی جتنی صفات ہیں وہ زائد بر ذات نہیں ہیں۔

خداوند عالم مذکورۂ بالا صفات سے برتر ہے کیونکہ یہ صفات نقص ہیں اور خدا نقص سے منزہ ہے۔

نبوت جاننا چاہیئے کہ افراد انسانی کا شیرازۂ حیات بغیر باہمی اشتراک و اجتماع کے کہ آپس کی ضروریات میں ایک دوسرے کی مدد کریں منظم نہیں ہو سکتا اور باہمی تعاون آپس کی ملت کے بغیر نہیں ہو سکتا اور آپس کی معاملت کے لیے ضروری ہے کہ کوئی صحیح قانون عدل خداوند عالم کی جانب سے موجود ہو اس لیے اگر خداوند عالم قانون کے مسئلہ کو مخلوق کے حوالہ کر دے تو ہر شخص اپنی ضعیف رائے کے مطابق کوئی ایک پہلو اختیار کرے گا اور نظام عالم مختل ہو جائے گا لہٰذا ایک قانون عدل کا وضع کرنا خداوند عالم پر لازم ہے اور ضروری ہے کہ کسی انسان کامل کے توسط سے جو مخلوق ہی کا ہمجنس ہو اُن احکام کو خلق تک پہونچا دے تاکہ ایسے شخص سے مخلوق مانوس رہے اور اُن قانونی احکام کو اُس سے حاصل کر سکے اور یہ لازم ہے کہ وہ شخص کامل ہو اور خطا سے معصوم ہو اور معجزات و آیات و بینات سے اپنی نبوت مخلوق پر ثابت کر دے تاکہ مخلوق اس کی نبوت و رسالت پر ایمان لا کر اُن احکام میں اُس کی

---

[1] جسم وہ شے ہے جس کے اندر لمبائی چوڑائی گہرائی پائی جائے جوہر وہ شے جو قائم بالذات ہو عرض وہ شے جو قائم بالغیر ہو سرخ کپڑے میں کپڑا جوہر اور سُرخی عرض ہے ۱۲ مترجم

تصدیق کرے یا ایسا ہو کہ کسی مخبر صادق نے اس کی نبوت کی خبر دی ہو پس جاننا چاہیے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے حضرت خاتم النبیین محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت تک ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر خداوند عالم کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں اور اُن سب نے آنحضرتؐ کی بعثت کی بشارت دی ہے اور آپ کا دین روز قیامت تک باقی ہے۔ آنحضرت صلعم کی نبوت چھ دلیلوں سے ثابت ہے۔

اوّل یہ کہ مسلمین و کفار سب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آنحضرتؐ نے کسی اُستاد کی شاگردی نہیں کی اور کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا باوجود اس کے خود آنحضرت نے اور آپ کے اوصیا نے ہر علم کے متعلق وہ افادات فرمائے کہ کسی معلم سے تعلیم حاصل کئے بغیر اُن کا وقوع میں آنا محال عادی ہے اور ایسے خوارق عادات کا ان حضرات سے واقع ہونا روشن معجزہ ہے۔

دوسرے یہ کہ آسمانی کتابوں میں بہ تکرار آنحضرتؐ کی بعثت کی بشارات وارد ہیں جیسا کہ آیات شریفہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے اگر بالفرض یہ بشارتیں فی الحقیقت اُن کتابوں میں موجود نہیں تھیں تو یہود و نصاریٰ جو آنحضرت کے مخالف تھے ضرور آپ کی تکذیب کرتے اور اگر آنحضرت کی اس مسئلہ میں اُنھوں نے تکذیب کی ہوتی تو ضروری تھا کہ بذریعہ تواتر ہم تک پہونچتی حالانکہ ہم تک نہیں پہونچی ہے۔

تیسرے وہ معجزات و خوارق عادات جو آنحضرتؐ سے صادر ہوئے اور متواتر ہم تک پہونچے مثلاً شق القمر اور سنگریزوں کا آنحضرت کے دست مبارک میں تسبیح کرنا اور اسی کی مثل دیگر معجزات جو کتابوں میں مذکور ہیں۔

چوتھے یہ کہ آپ خداوند عالم کی طرف سے قرآن مجید لائے جس کی فصاحت بلاغت نے فصحائے عرب کو عاجز کر دیا۔ قرآن نے تحدی کی اور فرمایا فاتوا بسورۃ من مثلہ اور تمام فصحائے عرب قرآن کا مقابلہ کرنے سے عاجز ثابت ہوئے۔

پانچویں یہ کہ آپ کے اخلاق و کمالات جو ہم تک متواتر پہونچے ہیں وہ ایک پیغمبر ہی میں ہو سکتے ہیں آنحضرت کا زمانہ کفر کے عروج کا زمانہ تھا بنابریں قاعدہ لطف الٰہی کا مقتضا یہ تھا کہ ایسے زمانہ میں آپ سا کوئی نبی مخلوق میں مبعوث کیا جائے

چھٹے یہ کہ اگر آپ پیغمبر نہیں تھے تو خداوند عالم پر کسی ایسے شخص کو مقرر کرنا لازم تھا جو علمی طریقہ سے آپ کے کذب کو واضح کر دیتا اس لیے کہ یہ امر مقتضائے حکمت ہے کہ جو ذات حکیم و عالم و قادر علی الاطلاق ہے وہ غلبہ و قوت سے یا کسی علمی طریقہ سے مفسدین کو دفع کر دے

معاد جسمانی یعنی تمام مخلوق اسی جسد عنصری کے ساتھ روز قیامت محشور ہوگی اور مقام حساب میں پیش ہوگی۔ یہ امر چھ دلیلوں سے ثابت ہے۔

اوّل یہ کہ ظلم بنی آدم میں بہت رائج ہے اکثر و بیشتر اس کی سزا دنیا میں نہیں ملتی پس اگر کوئی روز جزا نہ ہو جس میں ظالم سے مظلوم کی داد دلائی جائے تو لازم آتا ہے کہ خداوند عالم ظلم کا سبب ہو اور ظلم خداوند عالم کے لئے قبیح ہے۔

دوسرے اور تیسرے یہ کہ خداوند عالم حکیم ہے اور اُس نے اپنے بندوں کو کچھ امور کا مکلّف قرار دیا ہے اور اُن امور کے متعلق بندوں سے وعدۂ ثواب اور وعید عذاب فرمایا ہے۔ یہ مشاہدہ ہے کہ وہ ثواب و عقاب دنیا میں نہیں دیا جاتا۔ اس سے ثابت ہے کہ کوئی روز جزا معین ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ مطیع اور نافرمان دونوں برابر رہیں اور یہ قبیح ہے اور نیز لازم آتا ہے کہ خدا نے دروغ فرمایا ہے۔

چوتھے یہ کہ ہر آسمانی مذہب کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے۔

پانچویں یہ کہ اگر ایسا کوئی دن درحقیقت نہیں تھا اور ایسا بتلایا نہ گیا ہوتا تو انسان اپنے ظلم سے عالم میں فساد برپا کر دیتے۔

چھٹے یہ کہ آنحضرت صلعم کی نبوّت خاصہ ثابت ہونے کے بعد جو نصوص کہ قرآن مجید میں وارد ہیں وہ بھی اس امر کو روشن کر دیتی ہیں۔

عدل بعض علماء نے اس کو اصول مذہب میں شمار کیا ہے۔ عدالت چھ دلیلوں سے ثابت ہے

اوّل یہ کہ ظلم قبیح ہے اور خدا سے فعل قبیح کا صدور جائز نہیں۔

دوسرے یہ کہ کوئی شخص اپنی احتیاج کی وجہ سے ظلم کرتا ہے اور خدا محتاج نہیں ہے۔

تیسرے یہ کہ خداوند عالم نے خود ظلم سے منع فرمایا ہے لہذا وہ خود کیسے ظلم کر سکتا ہے،

چوتھے یہ کہ خداوند عالم نے آسمانی کتابوں میں اپنے عدل کی خبر دی ہے

پانچویں۔ یہ کہ آفرینش عام کا نظم ونسق اُس کے عدل پر روشنی ڈالتا ہے۔
چھٹے۔ یہ کہ اُس کے متعلق ظلم کا احتمال پیدا ہو جانے سے اُس کے صادق ہونے پر اعتماد باقی نہیں رہتا۔

امامت بعض علماء نے امامت کو بھی اصول مذہب میں شمار کیا ہے ہم نے سابقاً نبوت مطلقہ کے متعلق جو استدلال کیا ہے اور جس دلیل سے مخلوق کی انبیا کی طرف احتیاج دکھلائی ہے وہی دلیل ولایت مطلقہ کے ثبوت میں جاری ہے اور اُسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء کے دین کو باقی رکھنے اور مخلوق پر اتمام حجت کرنے اور احکام الٰہیہ کو بیان کرنے کے لیے خداوند عالم پر اپنی طرف سے کسی امام کا معین کرنا لازم ہے نیز اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ امام معصوم ہو اور سلسلہ امامت روز قیامت تک رہے حضرات ائمہ علیہم السلام کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام
حضرت امام حسن علیہ السلام
حضرت امام حسین علیہ السلام
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام
حضرت امام علی رضا علیہ السلام
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام
حضرت امام علی نقی علیہ السلام
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام
حضرت امام قائم مہدی علیہ السلام

دوازدہ ائمہ کی امامت خاصہ مذکورہ ذیل پانچ دلیلوں سے ثابت ہے۔
پہلی دلیل یہ ہے کہ باتفاق شیعہ واہلسنت جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد میرے خلفاء بارہ ہوں گے اور ان حضرات کے علاوہ جن لوگوں نے

دعویٰ خلافت کیا اُن کی تعداد نہیں تھی اسی طرح وہ لوگ معصوم بھی نہ تھے حالانکہ ائمۂ طاہرین علیہم السلام کی عصمت تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلّم ہے البتہ فرقۂ ضالّہ خوارج لعنہم اللہ ان حضرات کی عصمت کا منکر ہے اور ان کی دشمنی واضح ہے۔

دوسرے یہ کہ ان حضرات میں سے ہر ایک نے بلا شبہہ دعویٰ امامت کیا اور ان کی عصمت دروغگوئی سے مانع ہے علاوہ بریں یہ کہ اُن کے کمالات و حالات و عبادات اور مکارم اخلاق و محامد صفات جو بہ تواتر ہم تک پہونچے ہیں اُن کے صادق اللہجہ ہونے کو واضح کرتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ اُن کے جو علوم ہم تک پہونچے ہیں وہ اُنھوں نے کسی دوسرے سے حاصل نہیں کئے تھے اور یہ امر خارق عادت ہے۔

چوتھے یہ کہ جناب رسالتمآب سے ایسی نصوص متواترہ منقول ہیں جن میں آنحضرت نے نام بنام اور اوصاف کا ذکر کرکے امامت پر نص کردی ہے چنانچہ وہ نصوص کتب مبسوطہ میں موجود ہیں۔

پانچویں۔ یہ کہ ان حضرات میں سے ہر ایک کے متعلق بتواتر معجزات منقول ہیں جیسا کہ کتب مفصلہ میں مسطور ہے۔

فروع دین

فروع دین سے عبادات و معاملات و فرائض و سیاسیات کے احکام مراد ہیں جو بالتفصیل کتب مبسوطہ میں مسطور ہیں۔ غرض اہم اس مختصر رسالہ میں یہ ہے کہ عبادات و معاملات و میراث کے ان اہم احکام کے بیان کر دینے پر اکتفا کی جائے جس کی بالعموم لوگوں کو اکثر و بیشتر ضرورت پڑتی رہتی ہے بقیہ احکام اُن کتب مبسوطہ میں دیکھنا چاہئیں جنمیں حضرات ذی سید مدظلہ کے فتاویٰ ہیں جو تمام عالم میں شائع و مشتہر ہو چکے ہیں رہے احکام حج تو علاوہ اس کے کہ وہ کتب مبسوطہ میں مندرج ہیں محقق انصاری مرحوم شیخ مرتضیٰ اعلی اللہ مقامہ کا ایک جداگانہ رسالہ جس پر جناب سید نے حاشیہ بھی فرمادیا ہے خاص احکام حج ہی کے متعلق ہے لہذا یہ مختصر رسالہ حسب ذیل تین منہج پر منقسم ہے۔ احکام عبادات۔ احکام معاملات۔ احکام مہمہ۔

منہج اوّل

احکام عبادات

اس منہج میں چند مطلب ہیں جن کے شروع کرنے سے قبل مقدمتہً ہم تقلید کو بیان کرتے ہیں

باب التقلید

جاننا چاہیئے کہ غیر مجتہد شخص کے لیے تقلید کرنے کا مسئلہ تقلیدی نہیں ہے بلکہ مقلد کو خود دلیل عقلی سے اس کو سمجھنا چاہیئے یہ امر واضح ہے کہ اگر اجتہاد ہر ہر شخص کے لیے واجب ہو تو لوگوں کا انتظام معاش برباد ہو جائے گا بلکہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن پر اجتہاد کا واجب ہونا تکلیف مالایطاق ہے اور بعض ایسے ہیں جن کے لیے انتہائی زحمت و مشقت کا باعث ہے حالانکہ خداوند عالم نے امّت مرحومہ کو سہولت دی ہے اسی طرح عوام پر احتیاط کے واجب ہونے میں بھی دشواری ہے غرض عوام کا انحصار صرف تقلید میں ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تقلید کے متعلق چند اہم مسائل بیان کیئے جائیں۔

مسئلہ مکلف یا تو خود مجتہد ہے یعنی احکام شرعیہ کے حاصل کرنے کے جو ذرائع ہیں اُن سے مسائل کا استنباط کر سکتا ہے یا اس کو استنباط کی قوت حاصل نہیں ہے پس اگر کوئی شخص خود مجتہد ہو تو وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے ورنہ یا تقلید کرے یا احتیاط پر عمل کرے بلکہ مجتہد کے لیے بھی احتیاط پر عمل کرنا جائز ہے خواہ کسی مسئلہ میں اُس نے بالفعل اجتہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن اجتہاد کرنے کی قابلیت رکھتا ہو اور اگر کسی شخص کو بعض مسائل میں استنباط کی قابلیت حاصل ہو اور بعض میں نہ ہو جس کو اصطلاحاً متجزی کہتے ہیں تو وہ بھی اُن خاص مسائل میں اپنے اجتہاد پر عمل کر سکتا ہے۔ اور جن مسائل میں اس کو اجتہاد کی قوت حاصل نہیں ہے اُن مسائل کے متعلق اُس کا حکم وہی ہے جو غیر مجتہد کا ہے۔ یعنی خواہ تقلید کرے خواہ احتیاط پر عمل کرے۔

مسئلہ اقوی یہ ہے کہ مقلد اور مجتہد ہر ایک کے لیے احتیاط پر عمل کرنا جائز ہے ان مسائل میں بھی کہ جنہیں مسئلہ کے حکم میں اشتباہ ہو اور ان مقامات میں بھی کہ جہاں مسئلہ کے موضوع کی تعیین میں شبہہ ہو۔ خواہ احتیاط میں تکرار عمل کرنا پڑے یا اس کی ضرورت نہ ہو بہر حال احتیاط پر عمل کرنا جائز ہے۔

مسئلہ احتیاط کی چند صورتیں ہیں اس لیے کہ کہیں تو کسی فعل کا بجا لانا مقتضائے احتیاط ہوتا ہے مثلاً کسی امر کے متعلق یہ تو معلوم ہو کہ وہ حرام نہیں ہے لیکن اس کے واجب اور مستحب یا واجب اور مباح یا واجب اور مکروہ ہونے میں تردد ہو تو اس صورت میں احتیاط یہ ہے کہ اس فعل کو بجا لائے اور کبھی مقتضائے احتیاط کسی فعل کا ترک ہونا ہے مثلاً کسی شے کے متعلق یہ تو معلوم ہو کہ واجب نہیں ہے لیکن ممکن ہے کہ حرام ہو یا حرام نہ ہو اور مستحب یا مباح یا مکروہ ہو تو اس وقت میں احتیاط یہ ہے کہ اس کو ترک کردے اور کبھی احتیاط میں جمع بین الامرین کی جاتی ہے مثلاً کوئی شخص اپنے متعلق یہ طے نہ کرسکے کہ مجھکو قصر نماز پڑھنی چاہیئے یا اتمام تو اس کو چاہیئے کہ قصر بھی پڑھے اور اتمام بھی اور کبھی مقتضائے احتیاط یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی عمل کو دو مختلف صورتوں سے جدا جدا بجا لائے مثلاً کوئی شخص یہ طے نہ کرسکے کہ فلاں امر فلاں عمل میں بجا لانا شرط ہے یا اس امر کے بجا لانے سے وہ عمل باطل ہو جائے گا تو اس کو چاہیئے کہ ایک مرتبہ اس عمل کو اسی امر کے ساتھ اور ایک مرتبہ بغیر اس امر کے بجا لائے۔

مسئلہ جن مقامات میں احتیاط ممکن نہیں ہے وہاں اجتہاد یا تقلید کرنا لازم ہے مثلاً کسی چیز کے واجب یا حرام ہونے میں معاملہ دائر ہو یا مثلاً کسی عمل کی تکرار ممکن نہ ہو اور اس میں کسی امر کے شرط ہونے یا اس کے مبطل ہونے میں اشتباہ ہو یا مثلاً کسی مال کے متعلق یہ صورت ہو کہ یہ اس بچہ کا مال ہے یا اس بچہ کا یا دو مجنونوں کے متعلق یہی صورت ہو یا ایک طرف ایک مجنون اور دوسری طرف بچہ ہو یا اسی قسم کی دوسری صورتیں ہوں تو ان تمام حالات میں اجتہاد یا تقلید لازم ہے۔

مسئلہ ناواقف شخص کے لیے احتیاط کے مقامات کی تشخیص کرنا بہت سے مواقع میں نہایت دشوار ہوتا ہے اس لیے کہ حکم احتیاط مسائل کے حالات و کیفیات بدل جانے کی وجہ سے بدل جاتا ہے مثلاً جو پانی رفع حدث اکبر میں ایک دفعہ استعمال میں آچکا ہو اس

سے دوبارہ غسل و وضو کے درست ہونے میں اختلاف ہے اور بنا برظاہر احتیاط وجوبی)
یہ ہے کہ اس کو دوبارہ وضو و غسل میں استعمال نہ کرنا چاہیئے لیکن یہ احتیاط اسی وقت میں ہے کہ
جب کوئی دوسرا پانی جس میں یہ نقص نہ ہو اس کے پاس موجود ہو لیکن اگر پانی صرف
وہی استعمال شدہ اُس کے پاس ہو اور اس کے پاس تیمم کے لئے مٹی بھی موجود نہ ہو تو حکم
یہ ہے کہ اُس پانی سے وضو کرے اور اگر اُس کے پاس تیمم کے لئے مٹی بھی موجود ہو تو احوط
یہ ہے کہ اُس پانی سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی اسی طرح کسی امر میں ایک پہلو سے ایک حکم احتیاط
کا ہوتا ہے اور دوسرے پہلو سے دوسرا حکم ہوتا ہے اور دونوں حکم ایک دوسرے کے مخالف
پڑ جاتے ہیں۔ مثلاً تسبیحات اربعہ کو نماز میں تین دفعہ پڑھنا چاہیئے یا ایک مرتبہ پڑھنا کافی
ہے احتیاط یہ ہے کہ تین مرتبہ پڑھنا چاہیے لیکن جس صورت میں کہ نماز کا وقت تنگ ہو تو
اس حالت میں تین مرتبہ تسبیحات اربعہ پڑھنے سے لازم آتا ہے کہ نماز کا کچھ حصہ خارج وقت
میں چلا جائے گا تو دونوں احتیاطیں ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور دونوں میں سے
کسی ایک کی ترجیح ناواقف کے لیئے بہت مشکل ہے بلکہ مقام احتیاط کے معلوم کرنے میں اجتہاد
سے کم زحمت نہیں ہے لہذا ناواقف کے لیے ان مقامات میں لازمی طور پر تقلید کرنا چاہیئے

مسئلہ بعض علمار کا قول ہے کہ تقلید سے مجتہد کے قول پر عمل کرنا مراد ہے اور عمل
کے بغیر تقلید متحقق نہیں ہوتی لیکن اقوی یہ ہے کہ جس تقلید کے بعد عمل درست ہو جاتا ہے
اُس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مجتہد کے فتاوی پر عمل کرنے کو اپنے لیے لازم قرار دے
لے اور اُنھیں کو اپنے لیے احکام شریعت سمجھے اور اس امر کی نیت کرے کہ میرے بارہ میں
موجودہ حالات (غیبت امام) میں خدا کا حکم یہی ہے اور اسی کے مطابق عمل کرنے کو اپنے
لیے لازم سمجھے غرض تقلید عمل کا مقدمہ ہے اور عمل کرنا اس کی حقیقت سے خارج ہے
اور اُس کے متحقق ہونے میں عمل کا کوئی لحاظ نہیں ہے اگرچہ اپنے کو اس طرح پابند کرنے
کا مقصود اصلی عمل کرنا ہی ہے چنانچہ اجتہاد کی نوعیت بھی یہی ہے اور عمل اس کے مفہوم سے
بھی خارج ہے اگر کوئی شخص مجتہد کے فتاوی پر عمل کرنے کا التزام تفصیلی نیت سے کرے یعنی
اُس کو ہر ہر مسئلہ میں مجتہد کا فتوی معلوم ہو اور اس فتوی پر عمل کرنے کی نیت کرے تو اس
التزام سے تقلید کا متحقق ہو جانا واضح ہے لیکن اگر کوئی یہ التزام اجمالاً کرے مثلاً یہ التزام
کرے کہ فلاں مسئلہ میں میرے مجتہد کا جو کچھ بھی فتوی ہوگا اُس پر عمل کروں گا اور ابھی اس کو

یہ معلوم نہ ہو کہ مجتہد کا فتوی اُس مسئلہ میں کیا ہے یا اُس نے مجتہد کا رسالہ اُس کے فتاوی پر عمل کرنے کی نیت سے حاصل کر لیا ہو تو آیا یہ صورت بھی کافی ہے یا نہیں اظہر یہ ہے کہ کافی ہے البتہ مجتہد کے فتاوی کو اُن پر عمل کرنے کی نیت کے بغیر یاد کر لینا یا محض رسالہ حاصل کر لینا اور عمل کرنے کی نیت نہ ہونا یا کہہ دینا کہ میں فلاں مجتہد کا مقلد ہوں یہ تقلید نہیں ہے البتہ بقاء پر تقلید میت کے جواز اور زندہ مجتہد کی تقلید سے دوسرے زندہ مجتہد کی تقلید کی طرف عدول کا جائز نہ ہونا ان دونوں باتوں کے لیے مجتہد کے فتاوی پر عمل کئے بغیر مذکورۂ بالا التزام کافی نہیں ہے پس اگر کسی شخص نے کسی مجتہد کے فتاوی کو حاصل کر کے اُن پر عمل کرنے کا اپنے لیے التزام کر لیا ہو اور ابھی عمل کرنے کی نوبت نہ آئی ہو تو اُس کو کسی دوسرے زندہ مجتہد کی طرف عدول کرنا جائز ہے اور جس مجتہد کی تقلید میں عمل کی نوبت نہ آئی ہو اُس کے مرجانے کے بعد اُس کے فتاوی پر عمل کرنا اس کیلئے جائز نہیں ہے

مسئلہ اگر ممیز بچہ تقلید کرے تو اُس کی تقلید درست ہے پس اگر اُس کا مجتہد اس کے بالغ ہونے سے قبل مرجائے تو وہ اس مجتہد کی تقلید پر باقی رہ سکتا ہے اسی طرح مجتہد کے زندہ ہوتے ہوئے جن مقامات میں ایک بالغ کو تقلید سے عدول کرنے کی اجازت نہیں ہے وہ بھی اپنے بلوغ سے پہلے اور بعد میں اُس مجتہد کی تقلید کو چھوڑ کر دوسرے کی تقلید نہیں کر سکتا۔

مسئلہ مجتہد قابل تقلید وہ ہے جو جامع الشرائط ہو جس کی طرف رجوع کرنے کیلئے امام زمانہ نے خصوصیت کے ساتھ یا ایک عام اصول پر اجازت دی ہو غیبت کبریٰ کے زمانہ میں اذن خصوصی تو موجود نہیں لیکن اذن عمومی موجود ہے چنانچہ توقیع مبارک میں امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے۔

واما الحوادث الواقعۃ فارجعوا فیھا الی رواۃ احادیثنا فانھم حجتی علیکم وانا حجۃ اللہ علیھم	جو واقعات تم کو پیش آئیں اُنہیں تم اُن لوگوں کی طرف رجوع کرو جو ہماری احادیث کی روایت کرنیوالے ہیں کیونکہ میری طرف سے وہ تمہارے اوپر حجت ہیں اور میں خدا کی طرف سے ان پر حجت ہوں

دیگر احادیث میں ارشاد فرمایا ہے۔

الراد علیہ کالراد علینا والراد علینا کالراد علی اللہ وھو فی حد الشرک باللہ	انکی بات کا رد کرنیوالا گویا ہماری بات کا رد کرنے والا ہے اور ہماری بات کا رد کرنیوالا خدا کے حکم کا رد کرنیوالا ہے جو خدا کے ساتھ شرک کرنے کی حد تک پہنچ جاتا ہے

نیز حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے۔

وامامن کان من الفقہاء صائناً لنفسہ حافظاً لدینہ مخالفاً علی ھواہ مطیعاً لامر مولاہ فللعوام ان یقلدوہ ۔

فقہا میں جو شخص ایسا ہو کہ اپنے نفس کا نگراں اور اپنے دین کا محافظ خواہشات کی مخالفت اور اپنے مولا کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہو تو عوام کو چاہیئے کہ اس کی تقلید کریں

مسئلہ اقوی یہ ہے کہ میّت کی تقلید پر باقی رہنا جائز ہے لیکن شروع میں میّت کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ اگر کوئی شخص مردہ مجتہد کی تقلید کو چھوڑ کر زندہ مجتہد کی تقلید میں آجائے تو اب اس کو دوبارہ مردہ مجتہد کی تقلید کرنے کی اجازت نہیں ہے اسی طرح کسی ایک زندہ مجتہد کی تقلید سے کسی دوسرے زندہ مجتہد کی تقلید کی طرف عدول کرنا بھی جائز نہیں ہے لیکن جس کی طرف عدول کرنا مقصود ہے اگر وہ اعلم ہو تو عدول جائز ہے

مسئلہ احوط (وجوبی) یہ ہے کہ حتی الامکان شخص پر اعلم کی تقلید واجب ہے اور اگر کسی شخص کو معلوم نہ ہو کہ کون اعلم ہے تو اسے تلاش کر کے معلوم کرنا واجب ہے اعلم کی تعین کیلئے اہل علم صاحبان اطلاع اور ان لوگوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جو خود بھی استنباط مسائل کی قابلیت رکھتے ہوں اعلم سے مراد وہ شخص ہے کہ جس کا استنباط دوسروں سے بہتر ہو اور وہ مسائل کے استنباط کے ذرائع کو اوروں سے بہتر جانتا ہو۔

مسئلہ تقلید کے درست ہونے کے لیے مجتہد کے اندر چند باتوں کا ہونا شرط ہے پہلے بلوغ دوسرے عقل تیسرے مرد ہونا چوتھے اثنا عشری ہونا پانچویں عدالت چھٹے طیب الولادت ہونا۔ ساتویں یہ کہ اُس کا حافظہ معمولی درجہ سے کم نہ ہو آٹھویں اجتہاد نویں زندہ ہونا لہذا ابتداءً میت کی تقلید نہیں ہوسکتی البتہ اگر کوئی شخص مجتہد کی زندگی میں اس کی تقلید میں تھا تو اس کے بعد اس کو اسی مجتہد کی تقلید پر باقی رہنا جائز ہے اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ مردہ کی تقلید چھوڑ کر زندہ کی تقلید کرے

مسئلہ کسی مجتہد کے اجتہاد کا ثبوت چند طرح ہوسکتا ہے یا تو یہ کہ کوئی شخص اس کا امتحان لے اور اس شخص کو اُس کے اجتہاد کے متعلق علم ذاتی حاصل ہو جائے یا اُس کے اجتہاد کا ایک عام شہرہ ہو یا دو عادل اُس کے مجتہد ہونے کی شہادت دیں اسی طرح کسی مجتہد کے اعلم ہونے کے ثبوت کے بھی یہی ذرائع ہیں البتہ اعلمیت کے متعلق اگر کوئی شخص یقین حاصل نہ کر سکے لیکن کسی کی اعلمیت کے متعلق اس کو گمان ہو تو وہی گمان اُس کے لیے

کافی ہے بلکہ اگر چند مجتہدوں کے درمیان میں سے اعلم کی تشخیص کرنا ممکن نہ ہو اوران میں سے کسی ایک کے متعلق اعلمیت کا احتمال ہو یعنی اس کو یہ یقین ہو کہ یا تو یہ سب مجتہد علم میں ایک دوسرے کے مساوی ہیں یا اُن میں فلاں شخص اعلم ہے تو اس صورت میں اُسی کی تقلید کرنا چاہیئے۔

مسئلہ اگر مقلد کو ہر مسئلہ میں مجتہد کا فتویٰ معلوم نہ ہو لیکن اس کو اتنا یقین ہو کہ میں جو عمل بجالاتا ہوں وہ تمام اجزاء اور شرائط سمیت بجالاتا ہوں اور اس میں کوئی امر عمل کے منافی مجھ سے سرزد نہیں ہوتا ہے تو اقوی یہ ہے کہ وہ عمل درست ہے اگرچہ احوط یہ ہے کہ اُس عمل کا اعادہ کرے۔

مسئلہ۔ جس مسئلہ میں احتیاط مطلق کا حکم دیا گیا ہو اُس میں اعلم سے درجہ بدرجہ اعلم کی طرف عدول کرنا جائز ہے اور اس حکم احتیاط پر عمل کرنا بہتر ہے اور مستحبی احتیاط کا ترک کردینا بھی جائز ہے مستحبی احتیاط وہ ہے کہ جس کے قبل یا بعد میں اُس مسئلہ کے متعلق مجتہد کا فتویٰ دینے کے ساتھ مجتہد یہ کہدے لیکن "احوط یہ ہے" یا "احوط واولیٰ یہ ہے" اور اگر حکم احتیاط کے ساتھ مجتہد کا کوئی فتویٰ مسئلہ میں موجود نہ ہو بلکہ صرف حکم احتیاط بیان کردینے ہی پر مجتہد نے اکتفا کی ہو تو وہ احتیاط احتیاط مطلق ہے۔

باب الطہارت

طہارت کی دو قسمیں ہیں طہارت حدث اور طہارت خبث ع

طہارت حدث کی بھی دو صورتیں ہیں طہارت بآب، طہارت بخاک وضو و غسل طہارت بآب کہلاتی ہے اور مٹی سے جو طہارت کی جائے وہ تیمم کہلاتی ہے نماز وغیرہ کے لیے کبھی تو وضو کافی ہوتا ہے اور غسل و تیمم کی ضرورت نہیں ہوتی اور کبھی صرف غسل ہی کافی ہو جاتا ہے اور وضو کی ضرورت نہیں ہوتی اور کبھی وضو و غسل دونوں ضروری ہوتے ہیں اور کبھی وضو اور تیمم اور کبھی غسل و تیمم دونوں ایک ساتھ بجا لائے جاتے ہیں اور کبھی ان تمام چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ جس مقام پر کہ وضو تنہا کافی ہے وہ مقام وہ ہے کہ کوئی شخص نماز وغیرہ بجالائے اور موجبات غسل میں سے کوئی امر اس سے واقع نہ ہوا ہو اور پانی کے استعمال سے بھی کوئی امر مانع نہ ہو جس کی تفصیلات آئندہ بیان ہونگی اور ابھی اس نے وضو نہ کیا ہو یا کیا ہو لیکن اس کے بعد وضو کی باطل کرنے والی کوئی شئے واقع ہوگئی ہو تو اس وقت میں صرف وضو کرنا چاہیئے لیکن جس مقام پر صرف غسل کرنا ہی کافی ہے وہ ایسے شخص کے لیے ہے جو جنب ہوا اور کوئی امر غسل سے مانع نہ ہو تو اس کو صرف غسل جنابت کرنا چاہیئے لیکن جہاں غسل و وضو دونوں ضروری ہیں وہ ایسی صورت ہے کہ کسی شخص سے جنابت کے علاوہ کوئی اور دوسرا موجب غسل عمل میں واقع ہوا ہو اور کوئی امر غسل سے مانع نہ ہو تو اس صورت میں اس کو غسل و وضو دونوں لازم ہیں اور بہتر یہ ہے کہ اول وضو کرے بعد کو غسل اور جہاں وضو و تیمم دونوں باتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ شکل یہ ہے کہ کسی شخص سے جنابت کے علاوہ اور کوئی موجب غسل عمل میں آیا ہو اور وہ شخص غسل کرنے سے معذور ہو اور وضو کرسکتا ہو تو وضو اور تیمم بدل غسل کرے اور اگر وضو کرنا ممکن نہ ہو تو ایک تیمم بدل غسل اور ایک تیمم بدل وضو بجالائے

ع۔ کپڑے یا ہاتھ یا بدن کے ظاہری حصہ کے پاک کرنے کو بالفاظ دیگر نجاست ظاہری کی طہارت کو طہارت خبث کہتے ہیں اور پیشاب یا پاخانہ یا جنابت کے بعد انسان کے اندر ایک باطنی نجاست پیدا ہو جاتی ہے جس کو وضو اور غسل کے ذریعہ دور کیا جاتا ہے باطنی نجاست کی تطہیر کو طہارت حدث کہتے ہیں۔

مترجم

جس مقام پر تیمم تنہا کافی ہو سکتا ہے وہ یہ صورت ہے کہ کسی شخص سے صرف کوئی موجب وضو عمل میں آیا ہو اور وضو کرنا اس کے لیے ممکن نہ ہو تو وہ تیمم بدل وضو بجالائے جس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی اسی طرح اگر کوئی شخص جنب ہو اور اس کے لیے غسل کرنا ممکن نہ ہو تو صرف ایک تیمم بدل غسل کرے البتہ اگر اس صورت میں تیمم کرکے نماز پڑھے اور پھر حدث صغر صادر ہو جائے اور غسل میں جو امر مانع تھا وہ ابھی اسی طرح باقی ہو تو بعد والی نماز کے لیے اقوی یہ ہے کہ وضو تنہا کافی ہے اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ وضو کے ہوتے ہوئے تیمم اور وضو دونوں بجالائے اور اگر وضو سے مجبور رہے تو ایک تیمم بقصد مافی الذمہ کرے اور اس سے بھی زیادہ احتیاط یہ ہے کہ ایک تیمم بدل وضو اور ایک تیمم بدل غسل بجالائے اور جس مقام پر نہ غسل کی ضرورت ہے نہ وضو کی اور نہ تیمم کی وہ نماز میت ہے۔

ان طہارتوں کے احکام مفصلاً ذیل میں جدا جدا بیان کیے جائیں گے۔

وضو

وضو کی ماہیت وضو میں چار چیزیں ہوتی ہیں۔

اول منھ دھونا طول میں بالوں کے اگنے کی جگہ سے ٹھڈی تک اور عرض میں اتنا حصہ جو ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کے درمیان میں آسکے

دوسرے کہنیوں سے لے کر انگلیوں کے سرے تک دونوں ہاتھوں کا دھونا۔

تیسرے ہاتھ کے اندر کی جانب سے وضو کی تری سے سر کا مسح کرنا کہ اس کو مسح کہا جاسکے۔

چوتھے۔ ہاتھ کے اندر کے حصہ میں وضو کی جو تری باقی رہ گئی ہو اس سے پاؤں کی انگلیوں کے کنارے سے لے کر پیر کی جڑ یعنی بنابر احتیاط (وجوبی) جوڑ تک پیروں کا مسح کرنا اور عرض میں اتنی جگہ میں مسح ہونا چاہیے کہ اس کو مسح کہہ سکیں۔

شرائط وضو وضو میں چند چیزیں شرط ہیں۔

اول۔ بقصد قربت وضو کی نیت کرنا یعنی خدا کے لیے وضو بجالاتا ہوں خواہ اس کا حکم بجالانے کے لیے یا ثواب حاصل کرنے کے لیے یا عقاب کے خوف سے

یا دوسری کوئی ایسی ہی غرض وضو کرنے والے کے پیش نظر ہو جس کا مرجع خداوند عالم کی ذات ہو۔ یہ بھی شرط ہو کہ نیت وضو کے ختم تک باقی رہے البتہ اگر کوئی شخص اثنائے وضو میں وضو ترک کر دینے کا ارادہ کرے یا اس کو وضو کے جاری رکھنے میں تردد پیدا ہوا اور جس عضو کو اب دھونا یا اس کا مسح کرنا ہے اُس سے پہلے کے اعضا ابھی خشک نہ ہوئے ہوں اور پھر وہ دوبارہ اپنی نیت کی طرف عود کرے اور کوئی دوسرا امر مبطل وضو عمل میں ابھی آیا بھی نہ ہو اور وہ اسی موقع سے وضو کے بقیہ افعال کو پورا کرے تو وضو صحیح ہے۔

دوسرے: آب وضو کا پاک ہونا۔

تیسرے۔ پانی کا مباح ہونا اور اگر اُس کو اجمالاً اتنا معلوم ہو کہ پانی کے برتنوں کی ایک محدود تعداد میں سے کسی ایک یا چند برتنوں میں نجس یا غصبی پانی ہے اور معین طور پر اُس کو غصبی یا نجس برتن کا علم نہ ہو تو وہ کل برتن نجس اور غصبی ہی کے حکم میں ہیں اُن سے وضو درست نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کو پہلے سے تو پانی کے غصبی ہونے کا علم نہ ہو اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد معلوم ہو کہ میں نے غصبی پانی سے وضو کیا ہے تو وہ وضو درست ہے لیکن پانی کے مالک کے لیے اُس پانی کا بدلہ کر دے لیکن اگر کسی شخص کو وضو کے بعد یہ معلوم ہو کہ میں نے نجس یا مضاف پانی سے وضو کیا ہے تو اس کا وضو باطل ہے۔

چوتھے۔ آب مطلق ہونا۔ آب مضاف سے وضو باطل ہے البتہ اگر مثلاً دو برتن ہوں ایک میں آب مضاف ہو اور ایک میں آب مطلق اور معین طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ کس میں کیسا پانی ہے اور اس کے علاوہ اور پانی موجود نہ ہو تو واجب ہے کہ دونوں برتنوں سے الگ الگ دو وضو کرے لیکن اگر اسی طرح مباح اور غصبی پانی کے برتن مشتبہ ہو جائیں اور دوسرا پانی موجود نہ ہو تو اُس صورت میں تیمم کرنا واجب ہے اور اگر پاک اور نجس پانی میں اسی صورت سے اشتباہ ہو جائے اور دوسرا پانی موجود نہ ہو تو اقوی یہ ہے کہ اوّل ایک برتن کے پانی سے وضو کر کے نماز بجا لائے بعد کو دوسرے برتن کے پانی سے پہلے اعضاء وضو کو پاک کرے اُس کے بعد بقیہ پانی سے وضو کر کے دوبارہ نماز بجا لائے لیکن احوط استحبابی یہ ہے کہ نجس اور پاک پانی کے مشتبہ ہو جانے کی صورت میں مذکورہ بالا

طریقہ سے وضو کرنے کے ساتھ ساتھ تیمم بھی بجا لائے اور اگر دوسرا پانی مل سکتا ہو تو دوسر پانی سے وضو کرے پانی کے مشتبہ ہو جانے کی صورت میں بعینہ یہی احکام غسل کے متعلق ہیں

پانچویں۔ یہ کہ آب وضو کسی نجاست کے رفع کرنے میں استعمال نہ ہو چکا ہو یہ حکم آب قلیل سے مخصوص ہے لہذا غسالہ استنجا اگرچہ اُس کی طہارت کے جو شرائط ہیں اُس میں پائے جائیں۔ تو وہ پاک ہے لیکن اُس سے وضو درست نہیں ہے۔

چھٹے اعضاء وضو کا پاک ہونا۔ اقوی یہ ہے کہ ہر عضو کا وضو کے لیے اُس کے دھونے سے پہلے پاک ہونا کافی ہے تمام اعضاء کا ایک مرتبہ وضو شروع کرنے سے پہلے پاک ہونا ضروری نہیں۔

ساتویں۔ مقام وضو کا مباح ہونا یعنی جس جگہ بیٹھ کر وضو کرے وہ جگہ اور وہ فضا بلکہ جس مقام پر وضو کا پانی گرتا ہو وہ مقام بھی مباح ہو اسی طرح جس برتن سے وضو کرے وہ برتن بھی مباح ہونا چاہیئے۔ اور ضروری ہے کہ وہ چاندی یا سونے کا بھی نہ ہو

آٹھویں۔ یہ کہ پانی کے استعمال سے کوئی امر مانع نہ ہو کیونکہ اس صورت میں وضو کے بجائے تیمم کی تکلیف اُس سے متعلق ہے۔

نویں۔ ترتیب یعنی اول منہ دھوئے اس کے بعد داہنا ہاتھ پھر بایاں ہاتھ پھر سر کا مسح کرے پھر دونوں پیروں کا مسح کرے دونوں پیروں کے مسح میں باہم کوئی ترتیب نہیں ہے بلکہ بنا بر احوط (وجوبی) بائیں پیر کا داہنے پیر سے قبل مسح کرنا جائز نہیں ہے البتہ دونوں پیروں کا ساتھ مسح کرنا جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ پہلے داہنے پیر کا مسح کرے بعد کو بائیں پیر کا۔

دسویں۔ موالات یعنی کسی عضو کا دھونا یا مسح کرنا اتنی دیر میں نہ شروع کرے کہ اس تاخیر کی وجہ سے اُس عضو سے پہلے کے اعضاء خشک ہو جائیں لیکن اگر ہوا گرم ہو یا تیز چل رہی ہو اور اسکی وجہ سے اعضاء خشک ہو جائیں یا کوئی شخص خود ہی اعضاء کو خشک کرے اور افعال وضو کو پے در پے بجا لا رہا ہو تو اُس کا وضو صحیح ہے۔

گیارھویں۔ یہ کہ بصورت امکان افعال وضو کو خود بجا لائے اور اگر ممکن نہ ہو تو دوسرا شخص اسکو وضو کرا دے لیکن وضو کی نیت خود ہی کرے۔

مبطلات وضو۔ چھ چیزوں سے وضو باطل ہو جاتا ہے۔

اوّل پیشاب کرنا۔ پیشاب ہی کے حکم میں وہ مشتبہ رطوبت بھی ہے جو استبرا کرنے سے قبل خارج ہو۔

دوسرے اور تیسرے۔ پاخانے یا ریح کا خارج ہونا۔

چوتھے۔ سو جانا۔

پانچویں۔ وہ ہر شے جو عقل کی زائل کرنے والی ہو۔

چھٹے۔ استحاضہ اور ہر وہ امر جو موجب غسل ہو۔

اگر کوئی شخص پہلے سے باوضو ہو اور بعد میں اس کو کسی مبطل وضو کے صادر ہونے میں شک پیدا ہو تو اس شک کی طرف التفات نہ کرے اور اگر پہلے سے حدث کی حالت تھی اور شک رہے کہ بعد کو وضو کر لیا تھا یا نہیں تو وضو کرنا چاہئے۔

اغراض وضو

وضو چند چیزوں کے لیے واجب اور ان کے درست ہونے کی لیئے شرط ہے پہلے نماز میت کے علاوہ ہر واجب نماز کے لیے وضو واجب ہے لیکن سُنتی نماز کے لیے وضو واجب نہیں ہے بلکہ شرط ہے یعنی سنتی نماز بغیر وضو کے درست نہیں ہے۔

دوسرے۔ نماز کے فراموش شدہ اجزاء اور نماز احتیاط کے بجالانیکے لیے وضو واجب ہے بلکہ احوط (وجوبی) یہ ہے کہ سجدہ سہو بجالانے کے لیے بھی وضو ضروری ہے

تیسرے۔ طواف واجب کے لیے اگرچہ وہ سنتی حج یا عمرہ کا جزو ہو۔

جاننا چاہیئے کہ کسی شخص کو خداوند عالم کے اسم ذات اور اس کے اُن صفتی ناموں سے جو اسی کی ذات سے مخصوص ہیں اسی طرح انبیاء اور ائمہ ہدیٰ اور بنا بر احتیاط (جیلی) حضرت فاطمہ زہرا کے اسماء مبارکہ سے بغیر وضو اپنے جسم کے کسی حصّہ کا مس کرنا جائز نہیں ہے

احکام بیت الخلا

بیت الخلاء جانے کی حالت میں اور دیگر تمام حالات میں عورتیں (شرمگاہ) کا سمجھدار دیکھنے والے سے پوشیدہ کرنا واجب ہے۔ رو بقبلہ یا پشت بقبلہ ہو کر پیشاب یا پاخانہ کے لیئے بیٹھنا حرام ہے اور پیشاب کے بعد استبرا کرنا مستحب ہے استبرا سے مراد یہ ہے کہ انگلی کو مقعد سے لے کر بیچ ذکر تک زور سے تین مرتبہ کھینچا جائے اور پھر دو انگلیوں سے بیچ ذکر سے لے کر ذکر کے سرے تک تین مرتبہ کھینچا جائے پھر حشفہ کو تین مرتبہ جھٹک دیا جائے، جاننا چاہیئے

کہ استنجا کرنا فی نفسہ واجب نہیں ہے البتہ جن چیزوں کے لیے بدن کا پاک ہونا ضروری ہے اُن کے لیے استنجا کرنا واجب ہے۔

غسل

واجب چھ غسل ہیں۔

اول غسل جنابت دوسرے غسل حیض تیسرے غسل نفاس چوتھے غسل استحاضہ پانچویں غسل مس میت ہر غسل کا بیان جدا گانہ ہوگا۔

غسل جنابت

جنابت کا سبب دو چیزیں ہوتی ہیں۔ منی کا باہر نکلنا۔ منی ہی کے حکم میں وہ رطوبت بھی ہے جو منی کا استبرا کرنے سے قبل خارج ہو۔ منی کا استبرا پیشاب کرنا ہے۔ جماع کرنا خواہ قبل یا دُبر میں اگرچہ منی خارج نہ بھی ہو فاعل و مفعول دونوں کے لیے سبب جنابت ہے۔

غسل جنابت چند امور کے لیے واجب ہے۔

اول۔ نماز میت کے علاوہ دیگر تمام واجب نمازوں کے لیے۔

دوسرے۔ نماز کے فراموش شدہ اجزا، اور نماز احتیاط بجالانے کیلئے بلکہ بنابر احتیاط (وجوبی) سجدہ سہو کرنے کے لیے بھی غسل جنابت ضروری ہے طواف واجب کے لیے اگرچہ سنتی حج یا عمرہ کا جزو ہو۔ لیکن طواف غیر واجب حالت جنابت میں باطل نہیں ہے اگرچہ جنب کے لیے مسجد الحرام کے اندر داخل ہونا حرام ہے پس اگر کوئی شخص جنابت سے غافل ہو کر مسجد الحرام میں داخل ہو جائے اور طواف بجالائے تو طواف درست ہے۔

چوتھے۔ روزہ کے لیے جیسا کہ روزہ کے احکام میں تفصیلاً بیان کیا جائے گا

محرمات جنب

جنب کے لیے چند امور حرام ہیں۔

پہلے خداوند عالم کے اسم ذات اور اُس کے مخصوص صفتی اسمار اور انبیار و ائمہ اور بنا بر احتیاط وجوبی حضرت فاطمہ زہرا کے اسمار مبارکہ کا مس کرنا

دوسرے۔ کتابت قرآن کا مس کرنا۔

تیسرے۔ عام مساجد میں توقف کرنا لیکن مساجد میں سے ہوتے ہوئے گزر جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر احوط (وجوبی) یہ ہے کہ گزرنے میں کوئی چیز مسجد کے اندر نہ ڈالے اسی طرح احوط (وجوبی) یہ ہے کہ حالت جنابت میں مسجد کے باہر سے بھی مسجد کے اندر کوئی شے نہ ڈالے۔ مساجد ہی کے حکم میں بنا بر احتیاط (وجوبی) ائمہ معصومینؑ کے مشاہد مشرفہ بھی شامل ہیں۔ مشاہد مشرفہ کے صحن بلکہ رواق کا بھی اس حکم میں شامل ہونا معلوم نہیں ہے۔

چوتھے۔ مسجد الحرام اور مسجد الرسول کے اندر سے گزرنا بلکہ مطلقاً ان کے اندر حالت جنابت میں داخل ہونا ہی حرام ہے۔

پانچویں۔ واجب سجدہ والے چاروں سوروں میں سے کسی سورہ کی تلاوت کرنا۔

طریقہ غسل غسل کرنے کے لیے دو طریقے ہیں، ارتماسی، ترتیبی۔

غسل ارتماسی یہ ہے کہ بدن کا پورا ظاہری حصہ ایک ہی دفعہ میں ڈھل جائے یعنی جس کو عرف میں ایک دفعہ ڈھل جانا کہہ سکیں۔ یہ بھی شرط نہیں ہے کہ دھونے سے قبل پورا بدن پانی سے باہر ہو اور پھر غسل کے ارادہ سے غوطہ لگائے بلکہ سارے بدن کا ایک دفعہ میں غسل کے ارادہ سے ڈھل جانا کافی ہے خواہ کوئی بھی صورت ہو اور غسل ترتیبی یہ ہے کہ پہلے سر و گردن کو دھوئے اس کے بعد جسم کے داہنے حصہ کو اور اسکے بعد جسم کے بائیں حصہ کو غسل کے شرائط بعینہ وہی ہیں جو وضو میں بیان ہو چکے ہیں البتہ غسل میں اوپر سے نیچے کی طرف دھونے کی شرط نہیں ہے اور موالات ضروری نہیں ہے غسل جنابت کے بعد وضو کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے لیکن غسل جنابت کے علاوہ دیگر اغسال کے بعد وضو کرنا احوط (وجوبی) ہے اگر کسی شخص کے ذمہ چند غسل ہوں مثلاً غسل جنابت غسل حیض اور غسل جمعہ وغیرہ اور سب غسلوں کی نیت سے کوئی شخص ایک ہی غسل بجا لائے تو کافی ہے اسی طرح اگر کوئی شخص اُن تمام اغسال میں سے صرف ایک ہی نیت سے غسل کرے تو اس صورت میں بھی دیگر اغسال کی ضرورت نہ ہوگی اگر کسی شخص کے ذمہ چند غسل ہوں اور اُن میں غسل جنابت بھی ہو تو اقوی یہ ہے کہ وہ غسل جنابت کے علاوہ کسی دوسرے غسل کی نیت سے بھی ایک غسل کر سکتا ہے

جو غسل جنابت کی بجائے بھی کافی ہوجائے گا اگرچہ اس صورت میں احوط (استحبابی) یہ ہے کہ دوسرے اعمال کو بھی بجا لائے۔

غسل حیض

خون حیض اکثر اوقات سیاہ یا سُرخ اور گرم و تازہ ہوتا ہے اور سوزش کے ساتھ خارج ہوتا ہے اور کبھی اس کے خلاف خون بھی ہوتا ہے اور اکثر و بیشتر عورتوں کو مہینہ میں ایک مرتبہ خون حیض آتا ہے حیض کی مدت کم از کم تین روز ہے اس سے کم جو خون آئے وہ حیض نہیں ہے قول مشہور کی بناء پر یہ بھی ضروری ہے کہ تین روز مسلسل خون آئے لہذا دس روز کے اندر متفرق طور سے اگر تین روز خون آئے تو وہ حیض نہیں ہے لیکن اقوی یہ ہے کہ یہ شرط ضروری نہیں ہے اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ اس صورت میں احتیاطاً جو امور حائض عورت کو ترک کرنا چاہئیں ان کو ترک کرے اور مستحاضہ کے اعمال بھی بجا لائے۔ اسی طرح اقوی یہ ہے کہ اُن دس روز کے اندر جتنے دن خون نہ آیا ہو وہ دن بھی ایام حیض ہی میں شمار ہوں گے اگرچہ اُن دنوں میں بھی احتیاطاً جو امور حائض عورت کو ترک کرنا چاہئیں ان کو ترک کرے اور جو اعمال مستحاضہ کے ہیں بجا لائے۔

خون حیض میں شرط ہے کہ وہ بلوغ کے بعد اور سن یاس سے قبل آتا ہے لہذا زمانہ بلوغ یعنی نو سال پورے ہونے سے پیشتر عورت جو خون دیکھے وہ حیض نہیں ہے البتہ اگر کسی عورت کو اپنے بلوغ میں اشتباہ ہو اور ایسا خون دیکھے جس میں حیض کے صفات پائے جاتے ہوں تو وہ بلوغ کی علامت ہوگی۔ قرشی عورت کو ساٹھ سال کے بعد اور غیر قرشی عورت کو پچاس سال کے بعد جو خون آئے وہ حیض نہیں ہے۔

حاملہ عورت کو خون آسکتا ہے اگرچہ حمل ظاہر ہو چکا ہو۔ دو حیضوں کے درمیان میں طہارت کی مدت کم از کم دس روز ہے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔

اگر کسی عورت کو شک ہو جائے کہ یہ حیض کا خون ہے یا بکارت کا تو اس کا امتیاز اس طرح ہو سکتا ہے کہ تھوڑی سی روئی فرج کے اندر رکھ کر کچھ دیر بعد باہر نکالے اگر روئی کے گرد خون کا حلقہ بن جائے تو خون بکارت ہے اور اگر روئی کے اندر

خون داخل ہو جائے تو خون حیض ہے۔

جاننا چاہیئے کہ ایک عورت یا ذات العادۃ (معینہ عادت رکھنے والی) ہے یا ذات العادت نہیں ہے۔

ذات العادت وہ عورت کہلاتی ہے جو دو مہینے برابر یکساں خون دیکھے پس اگر کسی عورت کو دو مہینے برابر اس طرح خون آئے کہ دونوں ماہ میں زمانہ اور دنوں کی تعداد یکساں ہو تو اُس کو ذات العادۃ عددیہ و وقتیہ کہتے ہیں یعنی اُسکے حیض کا زمانہ اور دنوں کی تعداد دونوں مقرر ہیں مثلاً کسی عورت کو پہلے مہینہ میں شروع ماہ میں چھ روز خون آئے اور دوسرے مہینہ میں بعینہ اُسی طرح آئے۔ اور اگر صرف ایسا ہو کہ خون آنے کا زمانہ تو دونوں ماہ میں ایک ہو لیکن دونوں کی تعداد میں فرق ہو تو اس کو ذات العادۃ وقتیہ کہتے ہیں مثلاً کوئی عورت ایک مہینہ میں پہلی تاریخ سے پانچویں تاریخ تک خون دیکھے اور دوسرے مہینے میں پہلی سے چوتھی یا پہلی سے چھٹی تاریخ تک اور اگر ایسا ہو کہ دنوں کی تعداد تو دونوں ماہ میں برابر ہو لیکن حیض آنے کا زمانہ مختلف ہو تو اس کو ذات العادۃ عددیہ کہتے ہیں (مثلاً پہلے مہینہ میں پہلی تاریخ سے پانچویں تک خون آئے اور دوسرے مہینہ میں دسویں تاریخ سے پندرھویں تک)

غیر ذات العادۃ کی بھی تین قسمیں ہیں۔ مبتدئہ یعنی وہ عورت جو پہلی ہی مرتبہ حیض دیکھے۔ مضطربہ یعنی وہ عورت جس نے خون تو کئی بار دیکھا ہو لیکن کوئی عادت معین نہ ہوئی ہو یعنی اس کو کبھی دو دفعہ وقت و عدد دونوں کے لحاظ سے یکساں خون نہ آتا ہو۔

ناسیہ یعنی وہ عورت جو وقت یا عدد دونوں کے لحاظ سے عادت تو رکھتی ہو لیکن اُس عادت کو بھول گئی ہو۔

الغرض ذات العادۃ وقتیہ خواہ عادت عددیہ بھی رکھتی ہو یا نہیں اگر خاص عادت ہی کے دنوں میں یا عادت سے دو روز بیشتر خون دیکھے تو دیکھنے کے ساتھ ہی اُس کو حیض قرار دے خواہ اُس خون میں حیض کی صفات پائی جاتی ہوں یا نہیں پس اگر خون تین روز سے کم نہ ہو تو حیض ہے اور اگر تین دن سے کم میں ہی بند ہو جائے تو جس قدر نمازیں اور روزے اُس نے ترک کئے ہوں اُن کی قضا بجا لائے لیکن

جو عورت محض ذات العادۃ عددیہ ہو اسی طرح اس کے علاوہ تینوں قسم کی غیر ذات العادۃ عورتیں اگر وہ خون دیکھیں پس اگر اُس خون میں حیض کی صفات موجود ہوں تو اس کو حیض قرار دیں جس طرح کہ ذات العادۃ وقتیہ خون کے دیکھتے ہی حیض قرار دے دیتی ہے اور اگر اُس خون میں حیض کے صفات موجود نہ ہوں تو ان کو چاہیئے کہ احتیاط کریں اور جو امور حائض کو ترک کرنا چاہئیں اُن کو ترک بھی کریں اور مستحاضہ کے اعمال بھی بجالائیں تین روز تک ایسا ہی کریں پس اگر خون تین روز تک برابر جاری رہے تو اس کو حیض قرار دیں ورنہ استحاضہ۔

جو عورت ذات العادۃ عددیہ ہو خواہ وقت کے متعلق بھی عادت رکھتی ہو یا نہیں اگر اس کو خون آئے اور دس روز سے زیادہ اور تین روز سے کم نہ ہو تو وہ پورے دن حیض کے ہیں اگرچہ اس کی عادت سے دن گھٹ بڑھ جائیں البتہ جس وقت کہ خون اس کی عادت کے دنوں کی تعداد سے بڑھنے لگے تو اُس پر واجب ہے کہ ایک روز عبادت کو ترک رکھے اور ایک روز گزر جانے کے بعد دسویں دن تک عبادت کا ترک رکھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے پس اگر خون دس دن پر یا دس دن سے کم پر بند ہو جائے تو وہ پورے دن خون حیض کے ہیں اور اگر دس دن سے تجاوز کر جائے تو وہ اپنی اسی عادت کی مقدار کو حیض قرار دے اور باقی جتنے دن کی عبادت اُس نے ترک کی ہے اُس کی قضا بجا لائے لیکن جو عورت ذات العادۃ عددیہ نہ ہو خواہ مبتدیہ ہو یا مضطربہ ہو یا محض ذات العادۃ وقتیہ ہو اگر ان عورتوں کا خون دس دن کے اندر رہے تو وہ تمام خون حیض ہی کے ہیں اور اگر دس دن سے تجاوز کر جائے تو مبتدیہ اور مضطربہ کو چاہیئے کہ خون کے صفات میں امتیاز کریں اگر بعض دنوں میں خون سیاہ یا سُرخ اور بعض دنوں میں زرد آیا ہو تو اُس سُرخ یا سیاہ خون کو حیض قرار دیں بشرطیکہ ایسا خون تین روز سے اور دس روز سے زائد نہ آیا ہو اور اگر اول سے لے کر آخر تک خون ایک ہی طرح کا نہ آیا ہو مختلف صفات کا آیا ہو لیکن جس خون میں حیض کی صفات پائی جاتی ہوں وہ تین روز سے کم یا دس روز سے زائد آیا ہو تو ان کو چاہیئے کہ سات روز کو حیض قرار دیں خواہ صرف ایک ہی مہینہ میں ایسا واقعہ پیش آئے کہ خون دس دن سے تجاوز کر جائے یا ہر مہینہ میں ایسا ہی ہوتا رہے اور جو عورت محض ذات العادۃ وقتیہ ہو اُس کے متعلق بھی اقوی یہی ہے کہ وہ ایسی شکل میں سات دن کو حیض قرار دے اُسی طرح جو عورت اپنی عادت کے عدد کو بھول گئی ہو

اس کا بھی یہی حکم ہے۔ لیکن جو عورت اپنی عادت کے وقت کو فراموش کرگئی ہو تو اُس کو چاہیئے کہ خون کے صفات میں امتیاز کرے اور اگر خون میں کوئی امتیاز نہ ہو تو احوط (یعنی) یہ ہے کہ عدد مذکور یعنی سات دن کو خون شروع زمانہ حیض قرار دے اور اگر عادت کا وقت و عدد دونوں فراموش کرگئی ہو تو وقت کے فراموش کرنے کے لحاظ سے ناسیۃ الوقت کے حکم کے مطابق اور عدد کے فراموش کرنے کے لحاظ سے ناسیۃ العدد کے حکم کے مطابق عمل کرے۔ اس مقام پر چند مسائل ہیں

مسئلہ۔ اگر کسی عورت کو مثلاً چھ روز حیض کی عادت ہو اور اُس کو تین یا چار روز خون آنے کے بعد بند ہو جائے تو اُس پر واجب ہے کہ غسل کرکے نماز بجا لائے اگرچہ احتمال یا ظن ہو کہ دوبارہ خون آئے گا اور اگر بالفرض دوبارہ خون آنے لگے اور دس روز یا اس سے کم پر سلسلہ منقطع ہو جائے تو شروع سے لے کر اس وقت تک درمیان کی طہارت کے دنوں سمیت سب کو حیض قرار دے اور اگر اس عرصہ میں روزے رکھے ہوں تو ان کی قضا بجالائے اور اگر چھٹے روز خون کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو اور دس روز سے تجاوز کرجائے تو شروع سے لے کر چھٹے دن تک حیض قرار دے اور بقیہ کو استحاضہ اور اگر چھٹے دن کے بعد عود کرے اور دس دن سے تجاوز کرجائے تو صرف اُن تین یا چار ہی روز کو حیض قرار دے۔

مسئلہ۔ اگر کسی عورت کو شک ہو کہ حیض بند ہو گیا یا نہیں تو اس کو معلوم کرنا واجب ہے اس کو چاہیئے کہ تھوڑی سی روئی فرج کے اندر رکھے اور تھوڑی دیر توقف کرکے باہر نکالے اگر روئی خون سے آلودہ نہ ہو تو وہ حیض سے پاک ہو چکی ہے اور اگر خون سے آلودہ نکلے تو ابھی حیض کا سلسلہ قائم ہے اور اگر بغیر علم حاصل کئے کوئی عورت غسل کرکے نماز بجالائے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہے اگرچہ بعد میں یہی ثابت ہو کہ اس وقت حیض سے پاک ہو چکی تھی لیکن اگر اس کو قصد قربت حاصل ہو گیا ہو اور بعد میں ثابت ہو کہ غسل کرتے وقت میں حیض سے پاک ہو چکی تھی تو نماز صحیح ہو جائے گی۔

مسئلہ۔ اگر کسی عورت ذات العادۃ عددیہ وقتیہ کو اس کی عادۃ کے زمانہ سے قبل خون آجائے اور خون کا سلسلہ عادت کے زمانہ کے بعد تک جاری رہے پس اگر

عـہ قصد قربت حاصل ہونے کی صورت یہ ہے کہ مذکورہ عورت اپنے ان موجودہ حالات سے غافل ہو کر یہ محسوس کرتے ہوئے کہ غسل کرنا مجھ پر واجب ہے ادائے فریضہ کے لیے غسل کرے ۱۲۔

دنوں کی مجموعی تعداد اس سے زیادہ نہ ہو تو وہ پورا زمانہ حیض کا ہے اور اگر دس دن سے متجاوز ہوجائے تو صرف اپنی عادت کے زمانہ کو حیض قرار دے اور شروع اور آخر کے دنوں کو استحاضہ اور اگر ایسا ہو کہ عادت سے پیشتر خون آئے اور عادت کے دنوں میں بند ہوجائے اور عادت کے دن ختم ہونے کے بعد پھر خون آئے اور شروع سے آخر تک کل دس دن سے زیادہ نہ ہوں تو اول و آخر سب حیض ہے اور درمیان کا پاکی کا زمانہ بھی حیض ہی کے حکم میں ہے اور اگر دس دن سے متجاوز ہوجائے تو اول و آخر دونوں میں سے جس خون میں حیض کی صفات پائی جاتی ہوں اس کو حیض قرار دے اور اگر دونوں خون یکساں ہوں تو احوط (وجوبی) یہ ہے کہ اوّل کو حیض قرار دے اور اگر عادت سے پیشتر اور عادت سے بعد خون دیکھے اور دونوں خونوں میں حیض کے شرائط موجود ہوں اور دونوں خونوں کے درمیان میں دس روز طہارت کا فاصلہ ہوجائے تو دونوں خون حیض ہیں۔

مسئلہ اگر شروع و آخر میں جو خون آئے اس میں حیض کی صفات پائی جاتی ہوں اور دونوں خونوں کے درمیان میں دس روز یا اس سے زیادہ جو خون آئے اُس میں استحاضہ کے صفات پائے جاتے ہیں تب بھی اوّل و آخر کے دونوں خونوں کو حیض قرار دے اور درمیان کے حصّہ کو جس میں استحاضہ کے صفات ہوں استحاضہ قرار دے۔

مسئلہ اگر عورت اپنی عادت کے پیشتر خون دیکھے جسمیں حیض کے صفات پائے جاتے ہوں اور عادت کے زمانہ میں جو خون آئے اس میں استحاضہ کے صفات پائے جاتے ہوں اور کل ملا کر دس روز سے زیادہ ہوتے ہیں۔ تو اس کو چاہیے کہ اپنی عادت کے زمانہ کو حیض قرار دے بشرطیکہ اس کو عادت اُسی طرح ہو جس طرح کہ بالعموم ہوتی ہے لیکن اگر اس نے خون کے صفات میں امتیاز کرتے کرتے اپنی عادت تجویز کرلی ہے تو یہ حکم مشکل ہے لہذا دونوں خونوں میں احتیاط کی مراعات کرے (شروع سے آخر تک جو چیزیں حائض کو ترک کرنا چاہئیں اُن کو ترک کرے اور مستحاضہ کے اعمال بجالائے) اسی طرح اگر کوئی عورت عادت کے زمانہ میں خون دیکھے جسمیں استحاضہ کے اوصاف پائے جاتے ہوں اور عادت کے بعد جو خون آئے اس میں حیض کے صفات پائے جاتے ہوں اور کل مجموعہ ملا کر دس روز سے زائد ہوں تب بھی یہی حکم ہے البتہ اگر دونوں خونوں کے درمیان

ہیں دس روز طہارت کا فاصلہ ہو جائے تو دونوں خونوں کو حیض قرار دے
مسئلہ حیض کی کم از کم مدت میں پہلی اور آخری رات خارج ہے یعنی اگر کوئی عورت بیچ کی دو راتوں کو شامل کرتے ہوئے تین دن خون دیکھے تو حیض کی کم از کم مدت صادق آ جائے گی اسی طرح حیض زیادہ سے زیادہ میعاد اور اسی طرح دو حیضوں کے درمیان کے کم از کم زمانہ طہارت میں جو دس دن ہوتے ہیں - ان دونوں میں بھی پہلی اور آخری رات خارج ہے -

احکام حائض حائض سے متعلق چند احکام ہیں۔

اوّل یہ کہ اُس سے کوئی نماز صحیح نہیں خواہ واجب نماز ہو یا مستحب

دوسرے - یہ کہ اُس سے کوئی روزہ صحیح نہیں ہے لیکن حیض کی وجہ سے جو واجب روزہ ترک ہو اس کی قضا بجا لانا واجب ہے۔

تیسرے یہ کہ طواف واجب اُس سے صحیح نہیں لیکن طواف سُنت کے صحیح نہ ہونے کی وجہ محض یہ ہے کہ حائض عورت کا داخلہ مسجد حرام میں ممنوع ہے البتہ اگر وہ ناواقفیت میں یا بھول کر مسجد الحرام کے اندر چلی جائے اور طواف کر لے تو طواف صحیح ہو جائے گا۔

محرمات حائض حائض کے لیے وہی امور حرام ہیں جو جنب کے لیے ہیں اس کے ماسوا حائض سے مجامعت کرنا حرام ہے جب تک کہ خون کا سلسلہ جاری ہو البتہ اگر خون بند ہو چکا ہو اور ابھی غسل حیض نہ کیا ہو تو اقویٰ یہ ہے کہ مجامعت جائز ہے اگرچہ ابھی تک فرج اپنی اصلی حالت پر نہ آئی ہو اور احوط (وجوبی) یہ ہے کہ وطی فی الدبر سے بھی اجتناب کیا جائے۔

اور اگر شوہر حالت حیض میں زوجہ سے مجامعت کرے اگرچہ یہ زوجہ کسی دوسرے شخص کی کنیز ہی ہو تو احوط (وجوبی) یہ ہے کہ شوہر کفارہ ادا کرے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر شروع حیض میں مجامعت کرے تو اٹھارہ دانہ نخود کے برابر سکہ دار سونا کفارہ دے اور اس کا نصف یعنی نو دانہ نخود درمیان حیض میں اور اس کا چہارم آخر حیض میں اور سونے کی قیمت دیدینا کافی ہے اور اگر کوئی شخص خود اپنی کنیز کے ساتھ حالت حیض میں مجامعت کرے تو تین مدعہ گیہوں تین فقیروں کو ایک ایک فقیر کو ایک ایک مد کر کے دے

عہ ایک مد انگریزی سیر سے قریب تین پاؤ کے ہوتا ہے ۱۲

اسی طرح حائض عورت کو حالت حیض میں طلاق دینا صحیح نہیں ہے لیکن اگر شوہر غائب ہو یا زوجہ غیر مدخولہ یا حاملہ ہو تو طلاق درست ہو سکتا ہے اور حیض سے پاک ہونے کے بعد اور غسل سے پیشتر طلاق صحیح ہے۔

غسل حیض کا طریقہ غسل حیض کا طریقہ ترتیبی اور ارتماسی دونوں صورتوں سے بعینہ وہی ہے جو غسل جنابت کا ہے البتہ احوط (وجوبی) یہ ہے کہ غسل حیض وضو کی بجائے کافی نہیں ہے لہذا نماز وغیرہ کے لیے غسل کے بعد وضو کرنا چاہیئے خواہ غسل سے پہلے یا غسل کے بعد لیکن غسل سے پہلے وضو کر لینا بہتر ہے اسی طرح غسل نفاس غسل استحاضہ غسل مس میت اور تمام سنتی اغسال کا یہی حکم ہے۔

غسل نفاس

نفاس وہ خون ہے جو ولادت کے موقع پر عورتوں کو آتا ہے نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس روز کی ہے کم کی کوئی حد نہیں ہے جس عورت کی حیض کی عادت معین ہو تو اس کا نفاس اس کی اسی عادت کی بقدر ہے اور اگر عادت سے تجاوز کر جائے اور دس سے کم یا دس دن پہ پہنچ کر بند ہو جائے تو کل کا کل نفاس ہے۔ اور اگر دس روز سے بھی تجاوز کر جائے تو وہی عادت کے دن اس کے نفاس کے ہیں اور بقیہ دن استحاضہ کے ہیں اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ ایسی صورت میں احتیاطاً اُن تمام چیزوں کو ترک کرے جو نفسا (زن صاحب نفاس) کو ترک کرنا چاہیئے اور اعمال مستحاضہ بھی بجا لائے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اٹھارہ روز تک ایسا ہی عمل کرے اور اگر وضع حمل سے لے کر دس روز تک کسی ایک دن بھی خون نہ آئے تو نفاس کا حکم نافذ ہوگا اور اگر ایک روز خون دیکھے اور بند ہو جائے تو وہی ایک دن نفاس ہے اور اگر پہلے دن دیکھے اور پھر مثلاً پانچویں دن دیکھے اور پھر بند ہو جائے تو بس یہی دو دن نفاس ہے اور دونوں کے درمیان میں جو طہارت کے ایام ہیں وہ بھی اسی میں شامل ہیں۔ اسی طرح اگر مثلاً پہلے اور دسویں یا نویں یا آٹھویں دن دیکھے تو دونوں طرف کے دن نفاس ہیں اور بیچ میں جو طہارت کا زمانہ ہے وہ بھی نفاس ہی کے حکم میں ہے۔

حائض عورت کے لیے جو چیزیں واجب یا حرام یا مستحب یا مکروہ ہیں وہی بعینہ نفسا کیلئے بھی ہیں

غسل استحاضہ

استحاضہ کی تین قسمیں ہیں۔ قلیلہ۔ متوسطہ۔ کثیرہ۔

استحاضہ قلیلہ یہ ہے کہ عورت روئی اور اُس کے اوپر سے کپڑا فرج کے اندر رکھے اور خون اس کو لگ جائے لیکن روئی کے اندر نفوذ نہ کرے۔

استحاضہ متوسطہ یہ ہے کہ خون روئی کے اندر نفوذ کر جائے لیکن روئی کو توڑ کر باہر نہ نکلے۔

استحاضہ کثیرہ یہ ہے کہ خون روئی توڑ کر کپڑے تک پہونچ جائے۔

استحاضہ قلیلہ میں غسل واجب نہیں ہوتا البتہ ہر ایک نماز کے لیے خواہ واجب نماز ہو یا سُنت ایک وضو لازم ہوتا ہے استحاضہ متوسطہ میں ہر نماز کے لیے ایک وضو کے علاوہ صبح کی نماز کے لیے ایک غسل بھی بجالائے لیکن اگر نماز صبح پڑھنے کے بعد استحاضہ متوسطہ کی حد پہونچ جائے تو اقوی یہ ہے کہ وضو کے علاوہ ظہرین کے لیے ایک غسل بھی بجا لائے اسی طرح اگر نماز ظہر کے بعد اور نماز عصر سے پہلے یا عصر کے بعد اور مغرب سے پہلے یا مغرب کے بعد اور عشا سے پہلے قلیلہ سے متوسطہ ہو جائے تو غسل کرنا چاہیے لیکن استحاضہ کثیرہ میں علاوہ وضو کے تین غسل بجا لائے ایک غسل نماز صبح کے لیے ایک غسل نماز ظہرین کے لیے ایک غسل مغربین کے لیے بشرطیکہ ظہر و عصر کی دونوں نمازیں ایک ساتھ علیٰ ہذا مغرب و عشا کی دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھے اور اگر دونوں کے درمیان میں کچھ فاصلہ کرے تو واجب ہے کہ ہر ایک نماز کے لیے علیحدہ علیحدہ غسل کرے اسی طرح احوط (وجوبی) ہے کہ غسل و وضو کے بعد نماز کے بجالانے میں تاخیر نہ کرے اور کوشش کرے کہ اس دوران میں خون نہ آئے بشرطیکہ باعث مضرت نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ وضو کو غسل سے پہلے بجالائے۔

مستحاضہ عورت سے مجامعت کرنا جائز ہے بشرطیکہ نماز سے متعلق جو اغسال اُس پر واجب ہیں اُن کو بجا لائے۔

غسل میت اور میت کے متعلق دیگر احکام

احکام احتضار حالت احتضار (جاں کنی) میں میت کو چت لٹا کر اس کے پیروں کو قبلہ کی طرف کر دینا واجب ہے، اور شہادتین اور ائمہ علیہم السلام کی امامت کا اقرار اور کلمات فرج[۵] کی اس کو تلقین کرنا مستحب ہے، اسی طرح مرتے وقت اُس کے لبوں کو ملا دینا اور آنکھیں بند کر دینا اور ہاتھوں کو پھیلا دینا اور مومنین کو اطلاع دینا کہ اس کے جنازہ میں شریک ہوں سنت ہے اور تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا بھی مستحب ہے لیکن اگر اُس کے زندہ و مردہ ہونے میں اشتباہ ہو تو ایسی صورت میں ضرور اتنی تاخیر کرنی چاہیئے کہ اس کے مردہ ہونے کا پورا یقین ہو جائے جنب اور زن حائض کا حالت احتضار میں میت کے پاس ہونا مکروہ ہے۔

وجوب غسل غسل میت واجب کفائی ہے یعنی ہر مکلف پر اس کا بجا لانا واجب ہے اور اگر کوئی ایک شخص بجا لے آئے تو دوسروں سے وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ زوجہ کے غسل دینے کے لیے سب میں بہتر اُس کا شوہر ہے زوجہ کے علاوہ دیگر اموات میں ہر میت کی میراث کا جو شخص سب سے زیادہ مستحق ہو وہی اُس کے غسل دینے کا بھی سب سے زیادہ حقدار ہے لیکن اگر میت نے اپنے غسل کے لیے کسی معین شخص کے متعلق وصیت کر دی ہو تو اقوی یہ ہے کہ وصی وارثوں سے غسل دینے کے لیے مقدم رہے گا ورثۂ میت کے درمیان میں بھی غسل میت کے استحقاق کی کمی و زیادتی کا معیار میراث کے مدارج اور طبقات ہیں اگر بالفرض میت کے ورثہ میں کوئی شخص نہ ہو تو حاکم شرع دوسروں سے مقدم ہے اور حاکم شرع کے بعد صاحبان عدالت مومنین کا درجہ ہے مذکورہ بالا مسائل جس طرح کہ غسل میت سے تعلق رکھتے ہیں اسی طرح دفن و کفن اور نماز میں بھی نافذ ہیں۔

شرائط غسل دہندہ غسل دہندہ کے لیے چند باتیں شرط ہیں۔

اوّل یہ کہ اثنا عشری ہو۔

دوسرے یہ کہ مرد یا عورت ہونے میں میت کا ہمجنس ہو لیں جائز نہیں ہے کہ

---

[۵] کلمات فرج باب الصلوٰۃ میں نوافل کے بیان میں مذکور ہیں۔ مترجم

کوئی مرد کسی عورت کو یا عورت کسی مرد کو غسل دے بلکہ احوط (وجوبی) یہ ہے کہ محرم مرد بھی کسی عورت کو یا محرم عورت کسی مرد کو غسل نہیں دے سکتی البتہ مجبوری کی حالت میں محرم مرد کے لیے عورت کو اور محرم عورت کے لیے مرد کو غسل دینے کی اجازت ہے لیکن غیر محرم لوگوں میں کسی وقت بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنی خلاف جنس کو غسل دیں ہاں زوجہ شوہر کو اور شوہر زوجہ کو مجلس کے ہوتے ہوئے غسل دے سکتا ہے لیکن احوط (استحبابی) یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی دوسرے کی شرمگاہ کی طرف نظر نہ کرے اگرچہ اقوی یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی شرمگاہ پر نظر کرنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے اسی طرح کنیز کو اس کا آقا بھی غسل دے سکتا ہے لیکن احوط (وجوبی) یہ ہے کہ کنیز آقا کو غسل نہ دے۔ تین سال تک کے لڑکے کو عورت اور تین سال تک کی لڑکی کو مرد غسل دے سکتا ہے۔

احکام غسل میت کے جسم سے قبل از غسل نجاست کا دور کرنا واجب ہے اتنا کافی ہے کہ جسم کا ہر حصہ اس کا غسل شروع کرنے سے قبل پاک کر لیا جائے اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ غسل شروع ہونے سے قبل میت کے تمام بدن کو ایک ہی مرتبہ پاک کر دیا جائے میت کی شرمگاہ کو نامحرم سے پوشیدہ رکھنا بھی واجب ہے اور احوط (وجوبی) یہ ہے کہ جس طرح میت حالت احتضار میں قبلہ کی جانب قبلہ رو رہتی ہے اسی طرح حالت غسل میں بھی اس کو رکھا جائے۔

کیفیت غسل میت کو یکے بعد دیگرے تین غسل دینا واجب ہیں اول آب سدر سے دوسرے آب کافور سے تیسرے آب خالص سے۔ احوط (وجوبی) یہ ہے کہ میت کو ہر ایک غسل غسل ترتیبی کے طور پر دیا جائے جس کی کیفیت غسل جنابت میں بیان ہو چکی ہے۔ میت کے ہر غسل میں غسل شروع کرتے وقت غسل کی نیت کرنا بھی ضروری ہے اور اگر تینوں غسلوں میں سے کسی ایک غسل کے لیے بھی پانی میسر نہ ہو تو میت کو ہر ایک غسل کے عوض میں ایک تیمم دیا جائے تیسرا تیمم غسل کی نیت کے بجائے مافی الذمہ کی نیت سے دیا جائے تیمم کے احکام آئندہ بیان ہوں گے میت کو تیمم دینے والا اپنے ہاتھ سے تیمم دے نہ کہ میت کے ہاتھ سے۔

غسل کے بعد کے احکام غسل کے بعد میت کو حنوط کرنا یعنی ساتوں اعضا

سجدہ پر کافور ملنا واجب ہے بقدر رسمی[عـ۵] مل دینا کافی ہے اور مستحب ہے کہ کافور میں کچھ خاک شفا[عـ۶] شامل کرکے حنوط کیا جائے ہاں اگر میت احرام باندھے ہوئے ہو تو کافور بلکہ ہر ایک خوشبو کو اس کے غسل و حنوط میں استعمال کرنا ممنوع ہے۔

تکفین میت کو تین پارچوں کا کفن دینا واجب ہے اوّل پیراہن دوسرے لنگ تیسرے لفافہ جس کو سرتاسری بھی کہتے ہیں۔ پیراہن میں شرط ہے کہ شانہ سے لے کر نصف ساق تک کے حصّہ کو پوشیدہ کرے اور بہتر یہ ہے کہ پیروں تک لانبا ہو لنگ ناف سے زانو تک کا ہونا چاہیے بہتر یہ ہے کہ اتنا بڑا ہو کہ سینہ سے پیروں تک کا بدن لنگ کے نیچے آجائے لفافہ کی چادر کا طول اتنا ہونا چاہیئے کہ اُس کے دونوں کنارے بندھ سکیں اور عرض میں اس قدر ہو کہ ایک حصّہ دوسرے حصّہ کے اوپر چڑھا رہے لنگ میت کے جسم سے متصل رہنا چاہیئے۔ اُس کے اوپر پیراہن ہو اور اس کے اوپر لفافہ کی چادر۔

کفن میں چند باتیں شرط ہیں۔

اوّل - یہ کہ کفن مباح ہو۔

دوسرے - یہ کہ نجس نہ ہو۔

تیسرے - یہ کہ حریر نہ ہو۔

چوتھے - یہ کہ کسی جانور کی کھال نہ ہو اگرچہ حلال گوشت جانور کی کھال ہی کیوں نہ ہو جس کو باقاعدہ ذبح کیا گیا ہو بلکہ احوط (وجوبی) یہ ہے کہ غیر ماکول اللحم جانور کے بال یا روئیں کا بنا ہوا بھی نہ ہو۔

زوجہ کا کفن شوہر کے ذمہ ہے لیکن اگر شوہر فقیر ہو تو اس کے ذمہ نہ ہوگا بقدر واجب کفن میت کے اصل ترکہ سے لیا جاتا ہے اگرچہ میت مقروض بھی ہو جریدتین کا جو تر ہوں میت کے ساتھ رکھنا مستحب موکد ہے حتی المقدور تو وہ کھجور کی لکڑی کے ہوں ورنہ بہتر یہ ہے کہ بیری کے ہوں اُس کے بعد یا انار کے ہوں اور اگر ان میں سے کسی قسم کے بھی ممکن نہ ہوں تو کوئی سی بھی لکڑی ہو کافی ہے اور خاک شفائے شہادتین

عـ۵ بقدر رسمی سے مطلب یہ ہے کہ اتنا صادق آجائے کہ کافور ملا ہوا ہے مترجم عـ۶ خاک شفا ملا ہوا کافور پیروں پر لگانا کچھ خوشگوار معلوم نہیں ہوتا لہٰذا اس پہلو سے بہتر یہ کہ پیروں کے لیئے ایسا کافور استعمال نہ کیا جائے۔ مترجم

اور اسمار ائمہ طاہرین اُس پر لکھدینا چاہیئے۔

نماز میت ہر مسلمان میت پر اگرچہ اُس سے اپنی حیات میں گناہان کبیرہ سرزد ہوئے ہوں نماز پڑھنا واجب کفائی ہی حتیٰ کہ جس بچہ کی چھ برس کی عمر پوری ہوچکی ہو اُس پر بھی نماز واجب ہے اور چھ سال سے کم عمر کے بچہ پر مستحب ہے کافر پر نماز میت پڑھنا جائز نہیں ہی اور صحت نماز میں شرط ہی کہ نماز بجا لانے والا شیعہ اثناعشری ہو البتہ بلوغ کی شرط نہیں ہے اور ممیز بچہ اگر نماز میت بجا لائے تو درست ہی ہاں احوط (وجوبی) یہ ہی کہ صرف بچہ کے بجالے آنے سے دیگر مکلفین سے نماز ساقط نہ ہوگی۔

نماز میت کا طریقہ یہ ہی کہ نیت کرکے پانچ تکبیریں اس طرح کہے کہ پہلی تکبیر کے بعد شہادتین پڑھے بہتر صورت یہ ہی کہ شہادتین اس طرح پڑھے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تکبیر دوم کے بعد صلوٰۃ پڑھے جس کا بہتر طریقہ یہ ہے، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَ ارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ كَاَفْضَلِ مَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَجَمِيْعِ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ تیسری تکبیر کے بعد مومنین کے لیے دعا کرے بہتر یہ ہی کہ اس طرح دعا کرے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۝ اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ ۝ تَابِعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ بِالْخَيْرَاتِ اِنَّكَ مُجِيْبُ الدَّعَوَاتِ ۝ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ چوتھی تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کرے جس کا بہتر طریقہ ہی اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَزَلَ بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهُ اِلَّا خَيْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنَّا اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهٖ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ وَاغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ عِنْدَكَ فِيْ اَعْلٰى عِلِّيِّيْنَ وَاخْلُفْ عَلٰى اَهْلِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ وَارْحَمْهُ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝ اس کے بعد تکبیر کہہ کے نماز کو تمام کرے اور اگر میت عورت کی ہو تو چوتھی تکبیر کے بعد اس طرح دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذِهٖ اَمَتُكَ وَابْنَةُ عَبْدِكَ وَابْنَةُ اَمَتِكَ نَزَلَتْ بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا خَيْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهَا مِنَّا اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ مُحْسِنَةً فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهَا وَاِنْ كَانَتْ مُسِيْئَةً فَتَجَاوَزْ عَنْهَا وَاغْفِرْ لَهَا

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا عِنْدَكَ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ ط وَ اخْلُفْ عَلٰی اَهْلِهَا فِی الْغَابِرِیْنَ ط وَ ارْحَمْهَا بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

نمازِ میت میں نیت کرنا اور کھڑے ہو کر قبلہ رو نماز بجا لانا شرط ہی اسی طرح یہ بھی شرط ہی کہ میت کا سر نماز گزار کی داہنی جانب رہے اگرچہ صف جماعت کے طولانی ہونے کی وجہ سے بالفعل مصلی کے داہنی طرف نہ ہو اگر میت کو اس کے برعکس اس طرح رکھا گیا ہو کہ مصلی کی داہنی جانب میت کے پیر اور بائیں جانب میت کا سر آ کر پڑتا ہو تو نماز باطل ہی اسی طرح یہ بھی شرط ہی کہ میت چت لیٹی ہوئی ہو اگر نماز میت میں بہت سی صفیں نماز پڑھنے والوں کی ہوں اور سب کے سب علحدہ علحدہ نماز بجا لائیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

دفن میت میت کو دفن کرنا بھی واجب کفائی ہی اور اس طرح اس کو زیر خاک پوشیدہ کرنا چاہیے کہ اس کا جسم درندوں سے محفوظ ہو جائے اور اسکی بو نہ پھیلے میت کو داہنی کروٹ سے رو بقبلہ دفن کرنا واجب ہی اور ایک دفعہ دفن کر دینے کے بعد اس کی قبر کھودنا بھی جائز نہیں ہی لیکن چند مقامات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جو کتب مبسوطہ میں مذکور ہیں اور میت کو قبر سے باہر نکال کر مشاہد مشرفہ لے جانے کے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کے فتوی کی طرف رجوع کیا جائے۔

کسی شخص کی موت پر اپنے منھ پر طمانچے لگانا یا منھ چھیل ڈالنا یا بال نوچنے اکھاڑنے لگنا حرام ہی خواہ اقارب کی موت میں ایسا عمل کیا جائے یا اغیار کی اسی طرح بھائی اور باپ کے علاوہ اور کسی کی موت میں کپڑے پھاڑ ڈالنا بھی جائز نہیں ہی۔ کسی میت کی ہڈیوں کو کیسہ میں رکھ کر دفن کر دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہی۔

میت کو دفن کرنے کے بعد نماز لیلۃ الدفن بھی مستحب ہے جو دو رکعت نماز ہے پہلی رکعت میں سورۂ حمد کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی جاتی ہے اور دوسری رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ انا انزلنا دس مرتبہ پڑھنا بہتر ہی اور سلام کے بعد کہنا چاہیئے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ ابْعَثْ ثَوَابَهَا اِلٰی قَبْرِ فُلَانٍ (فلاں کے بجائے اس شخص کا نام لے)

غسل مسِ میت

جو شخص میت کو سرد ہو جانے کے بعد اور غسل دیے جانے سے پہلے اپنے کسی عضو سے چھولے تو اس پر غسل مس میت کرنا واجب ہے احوط (وجوبی) یہ ہے کہ میت کے دانت اور ناخن مس کرنے پر غسل میت واجب ہے۔

سنتی اغسال

سنتی غسلوں کا شمار کرنا باعث طوالت ہے کتب مبسوطہ میں ان کا ذکر موجود ہے۔

غسل جمعہ غسل جمعہ مستحب مؤکد ہے، اور اگر کسی شخص کو یہ خوف ہو کہ مجھ کو جمعہ کے روز پانی میسر نہ آسکے گا تو اس کو پنجشنبہ کے دن غسل جمعہ کر لینا جائز ہے اور اگر بعد کو جمعہ کے روز پانی مل جائے تو جمعہ کے روز بھی غسل کرے غسل جمعہ کا وقت جمعہ کے روز ظہر کے وقت تک رہتا ہے اور اگر کوئی شخص ظہر سے غروب تک کے وقت میں غسل جمعہ کرے تو اس کو چاہیئے کہ ما فی الذمہ کی نیت سے بجالائے اور غسل جمعہ کی قضا شنبہ کے روز غروب آفتاب تک بجالا سکتا ہے۔

تیمم

تیمم کے مواقع نو مقامات ہیں جہاں شریعت کی طرف سے تیمم کا حکم دیا گیا ہے اول یہ کہ اتنا پانی میسر نہ ہو جو وضو یا غسل کے لیے کافی ہو سکے لیکن اگر کوئی شخص کسی بیابان میں ہو جہاں کسی سمت میں پانی موجود ہونے کا احتمال ہو تو بصورت امکان تلاش کرنا چاہیئے خواہ خود تلاش کرے یا اپنی طرف سے کسی کو معین کردے ہر چہار سمت کو زمین ناہموار میں ایک تیر پرتاب اور ہموار صحرا میں دو تیر پرتاب تلاش کرنا چاہیئے اور اگر وقت میں تلاش کرنے کی گنجائش نہ ہو تو تلاش کئے بغیر ہی تیمم درست ہے لیکن اگر وقت وسیع ہو اور پھر بھی بغیر تلاش کئے تیمم کرے تو تیمم باطل ہے البتہ ایک صورت ہے کہ فی الواقع اُس مقام پر پانی موجود نہ ہو کہ اگر وہ تلاش کرتا تب بھی نہ پاتا اور اتفاقاً وہ پانی کے تلاش کرنے نہ کرنے کے

فریضہ سے غافل ہو کر بقصد قربت تیمم بجالائے تو اقویٰ یہ ہے کہ اُس کا تیمم صحیح ہے۔

دوسرے یہ کہ پانی تک اپنے کو پہونچانے میں جان یا آبرو یا قیمتی مال کے ضایع ہونے کا خطرہ ہو۔

تیسرے یہ کہ پانی کے استعمال سے نقصان کا اندیشہ ہو۔

چوتھے یہ کہ پانی موجود ہو لیکن کسی انسان یا حیوان محترم (پالتو جانور) کی پیاس کا خطرہ ہو۔

پانچویں یہ کہ پانی کسی دوسرے شخص کے پاس موجود ہو اور وہ پانی والے سے پانی بیچ ڈالنے یا بلا قیمت دیدینے کی خواہش کرے لیکن پانی والے کا اس شخص پر اتنا احسان ہوتا ہو کہ عرفاً قابل تحمل نہ ہو۔

چھٹے یہ کہ پانی کا حاصل کرنا اس امر پر موقوف ہو کہ اُس کے پاس جو کچھ بھی مایہ ہو وہ سب پانی کی قیمت میں دیدے یا کل نہیں لیکن اتنا حصہ دیدینا پڑتا ہو جو اس کے حالات کے لیے مضر ہو تو تیمم کرنا چاہیئے ہاں اگر اس کے حالات کے مضر نہ ہو تو اگرچہ پانی کتنی ہی قیمت میں ملے اس کا خریدنا واجب ہے۔

ساتویں۔ یہ کہ وقت میں پانی کی تلاش کرنے کی گنجائش نہ ہو۔

آٹھویں۔ یہ کہ وقت میں پانی کے استعمال کرنے کی بقدر گنجائش نہ ہو۔

نویں۔ یہ کہ پانی تو موجود ہو لیکن اُس پانی سے ظاہری نجاست کا دُور کرنا واجب ہو اور اس صورت میں احوط (استحبابی) یہ ہے کہ پانی کو طہارت میں پہلے استعمال کر چکے تو پھر تیمم کرے۔

اشیاءِ تیمم جن چیزوں پر تیمم ہوتا ہے وہ چند چیزیں ہیں۔ خالص مٹی۔ پتھر، ریت (بالو) زمین۔

یہ چاروں چیزیں ایک ہی درجہ میں ہیں اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ حتی المقدور خالص مٹی پر تیمم کرے اور اگر ان چیزوں میں سے کوئی ایک چیز بھی موجود نہ ہو تو کسی غبار آلود شے پر تیمم کرے اگر حرکت دیدینے سے اس کے غبار کا یکجا جمع ہو جانا ممکن ہو تو ایسا کرنا لازم ہے ورنہ ویسے ہی تیمم کرے اور اگر کوئی ایسی شے موجود نہ ہو تو نماز کی قضا کرنا واجب ہے۔ اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ وقت میں بلا وضو بھی نماز بجالائے اور بعد

ہیں قضا بھی کرے۔

تیمم کی ماہیت | تیمم میں تین عمل داخل ہیں۔

اوّل یہ کہ دونوں ہاتھ ملا کر ہتھیلیوں کی طرف سے ایک دفعہ زمین پر مارے اقویٰ یہ ہے کہ تیمم بدل غسل میں بھی ایک ہی ضربت لگانا کافی ہے اگرچہ تیمم بدل غسل میں احوط (استحبابی) یہ ہے کہ دو ضربتیں لگائے ایک دفعہ پیشانی کے مسح کیلئے دوسری دفعہ ہاتھوں کے مسح کے لیے۔

دوسرے دونوں ہاتھوں کو ملا کر ہتھیلیوں سے تمام پیشانی اور پیشانی کے دونوں کناروں کا سر کے بال اُگنے کی جگہ سے دونوں ابرؤوں تک اور ناک کے شروع ہونیکے مقام تک تدریجًا اوپر سے نیچے کی جانب کو مسح کرنا ہاتھوں کے درمیان میں کچھ فاصلہ رہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ عضو ماسح کا ہر ایک حصۂ محل مسح کے ہر ہر مقام تک پہنچے۔

تیسرے داہنے ہاتھ کی پشت کا گٹے سے لے کر انگلیوں کے سرے تک بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے مسح کرنا پھر داہنے ہاتھ کی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کا مسح کرنا۔

شرائط تیمم | گیارہ شرطوں میں تیمم ہوتا ہے۔

اوّل یہ کہ اُس وقت تیمم کرے جب تیمم ہی کی تکلیف ہو وضو یا غسل کا فریضہ نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ جس چیز پر تیمم کرے وہ مباح ہو لیکن اگر کوئی شخص کسی غصبی چیز پر تیمم کرنے کے لئے مجبور ہو تو تیمم درست ہے۔

تیسرے جس شے سے تیمم کرے وہ پاک ہو اور اُس میں کوئی دوسری شے ملی ہوئی بھی نہ ہو کہ مثلاً مٹی میں کوئی شے اس طرح ملی ہوئی ہو کہ اس کو مٹی نہ کہا جا سکے اور اگر مثلاً دو چیزوں میں سے ایک شے پاک اور ایک نجس ہو اور نجس اور پاک معین طور پر معلوم نہ ہوں تو دونوں میں سے ہر ایک سے تیمم کرے۔

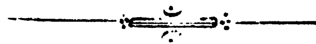
چوتھے یہ کہ اعضاء تیمم پاک ہوں۔

پانچویں۔ یہ کہ عضو ماسح یا ممسوح[عہ] پر کوئی حاجب (انگشتری) وغیرہ موجود نہ ہو۔

عہ ماسح وہ عضو جس کے ذریعہ سے مسح کیا جائے ممسوح وہ عضو جس پر مسح کیا جائے مثلاً سر کے مسح میں ہاتھ ماسح اور سر ممسوح ہے۔

چھٹے - اُسی تفصیل کے ساتھ تیمم کی نیت کی جائے جیسے کہ وضو میں بیان ہو چکی ہیں
ساتویں - اوپر سے شروع کرکے نیچے کی طرف پہونچ کر ختم کرنا۔
آٹھویں - مذکورۂ بالا ترتیب۔
نویں - یہ کہ بلحاظ عرف افعال کو پے در پے بجا لائے۔
دسویں - یہ کہ بصورت امکان خود افعال تیمم بجا لائے۔
گیارھویں - یہ کہ تیمم اس وقت کرے کہ جب نماز کا وقت داخل ہو چکا ہو نماز کے شروع وقت میں تیمم کرنا جائز ہے خواہ وقت کے اندر عذر کے دفع ہو جانے کی امید ہو یا نہ ہو اگرچہ عذر دفع ہو جانے کی امید کی صورت میں تیمم میں تاخیر کرنا احوط (استحبابی) ہے لیکن اگر یہ یقین ہو کہ عذر وقت کے اندر دفع ہو جائے گا تو تاخیر کرنا واجب ہے۔

اگر کوئی شخص کسی ایک نماز کے لیے تیمم کرے اور اُس نماز کے بعد دوسری نماز کا وقت آجائے اور ابھی پہلا عذر باقی ہو تو وہی تیمم دوسری نماز کے لیے بھی کافی ہے۔ اگر مثلاً جب پانی کے ضرر کی وجہ سے تیمم کرکے نماز پڑھے پھر اُس کو حدث اصغر صادر ہو پس اگر تیمم بدل غسل والا عذر ابھی باقی ہو تو اگلی نماز کے لیے وضو کرے - اور اگر وضو بھی نہ کر سکتا ہو تو تیمم بدل وضو بجالائے اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ جس صورت میں وضو ممکن ہو تو اُس میں وضو بھی کرے اور تیمم بدل غسل بھی کرے اور وضو سے معذور ہونے کی صورت میں صرف ایک ہی تیمم لیکن محض مافی الذمہ کی نیت سے کرے اور اس سے بھی زائد احتیاط (استحبابی) یہ ہے کہ دو تیمم کرے ایک بدل وضو اور ایک بدل غسل۔



طہارت خبثی

طہارت خبثی کا بیان حسب ذیل چند مباحث میں کیا جائے گا

نجاسات

نجاسات گیارہ ہیں۔

پیشاب پاخانہ ہر حرام گوشت خون جہندہ رکھنے والے جانور کا پیشاب پاخانہ نجس ہے اقویٰ یہ ہے کہ پرندوں کا پیشاب پاخانہ پاک ہے اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ اس سے بھی پرہیز کیا جائے خصوصاً چمگادڑ کے پیشاب سے

منی ہر خون جہندہ رکھنے والے جانور کی منی۔

میت انسان اور ہر خون جہندہ رکھنے والے حیوان کا میتہ اور اس کے وہ اجزاء کہ جن میں پہلے روح تھی البتہ انسان کی میت غسل دینے سے پاک ہو جاتی ہے اور اگر کوئی شخص انسان کی میت کو غسل دیئے جانے سے قبل چھولے تو اس پر غسل مس میت واجب ہے۔ اگرچہ بغیر رطوبت ہی کے مس کیا ہو اسی طرح حیوان سے اس کی زندگی میں جو اجزاء الگ ہو جائیں بشرطیکہ ان میں روح نے حلول کیا ہو نجس ہیں لیکن انسان کے جسم کے چھوٹے چھوٹے اجزاء مثلاً لبوں پر کی کھال وغیرہ یہ چیزیں پاک ہیں۔

خون انسان اور ہر خون جہندہ رکھنے والے حیوان کا خون۔ لیکن جو جانور بطریق شرع ذبح کیا جائے اور معمولاً جتنا خون ذبح میں نکلتا ہے اتنا خون خارج ہو چکا ہو تو اب جو بقیہ خون جسم کے اندر رہ جائے وہ پاک ہے اور جو خون حیوان کے اُن اجزاء میں باقی رہ گیا ہو جن کا کھانا حرام ہے مثلاً تلی (احوط وجوبی) یہ ہے کہ اُس سے بھی پرہیز کیا جائے۔ اگر خون انڈے کی زردی میں ہو اور زردی و سپیدی کے درمیان میں جو پردہ ہوتا ہے اُس کی وجہ سے خون کا اثر سفیدی تک نہ پہونچا ہو تو صرف انڈے کی زردی ہی نجس ہوگی سپیدی پاک سمجھی جائے گی۔

کتا۔ سور۔ کافر خشکی کا کتا، سور، اور ہر قسم کا کافر اور اُن کے تمام اجزاء بدن خواہ اُن سے

لیکن اگر نجاست کا مقام پانی سے نیچا ہو مثلاً گلاب پاش سے گلاب کافر کے ہاتھ پر ڈالا جائے تو ہاتھ کی وجہ سے گلاب پاش میں کا گلاب نجس نہ ہوگا۔

آب مطلق کی پانچ قسمیں ہیں پہلے آب باراں دوسرے آب جاری تیسرے آب چاہ چوتھے آب راکد ٹھہرا ہوا پانی جو بقدر کر ہو یا کر سے زیادہ ہو پانچویں آب راکد جو کر سے کم ہو۔

آب باراں آب باراں محض کسی نجاست سے مل جانے سے نجس نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں نجاست کی وجہ سے تغیر نہ پیدا ہو اگر نجس زمین یا لباس یا فرش وغیرہ پر عین نجاست زائل ہونے کے بعد بارش ہو جائے تو یہ تمام چیزیں پاک ہو جائیں گی بارش سے پاک کرنے میں کسی نجس شے کو دو مرتبہ بارش میں رکھنے یا اُس کو نچوڑنے کی ضرورت نہیں۔

آب جاری آب جاری یعنی کنویں کھڈوں کا پانی جو زمین سے جوش کھا کر نکلے جب تک کہ نجاست سے مل کر اُس کا رنگ و بو یا ذائقہ نہ بدل جائے وہ نجس نہ ہوگا۔ اور نجس پانی جو بغیر تغیر کے نجس قرار دیا گیا ہو یا وہ پانی جو تغیر کی وجہ سے نجس ہوا ہو بشرطیکہ اُس کا تغیر زائل ہو جائے آب کر یا جاری سے ملتے ہی پاک ہو جائے گا۔

آب چاہ آب چاہ بھی محض نجاست کے ملتے ہی نجس نہیں ہوتا خواہ مقدار میں وہ کتنا ہی کم ہو اور اگر اُس میں کوئی چیز گر جائے تو اس کا پانی کھینچنا بھی ضروری نہیں ہے ہاں مستحب ہے اور اس کی تفصیل رسالۂ مبسوطہ میں درج ہے البتہ اگر نجاست کی وجہ سے کنویں کے پانی میں تغیر پیدا ہو جائے تو وہ نجس ہو جائے گا اور اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُس میں سے اتنا پانی کھینچا جائے کہ اُس کا تغیر زائل ہو جائے۔

آب راکد آب راکد یعنی استادہ اگر کر بھر ہو تو نجاست سے ملتے ہی نجس نہ ہوگا کر کی مقدار بحساب وزن تقریباً انگریزی بارہ من کے برابر ہوتی ہے اور بلحاظ مساحت ۴۲ ۷/۸ بالشت مکسر ہے بلکہ ۲۷ بالشت مکسر پر بھی اکتفا کرنا خالی از قوت نہیں ہے۔

آب راکد قلیل یعنی جو کر سے کم ہو وہ نجاست سے ملتے ہی نجس ہو جاتا ہے اور

اگر اُس کو کسی نجاست کے پاک کرنے میں استعمال کیا جائے تو جس دفعہ دھونے میں عین نجاست زائل کیا جائے اُس دفعہ کا غسالہ (دھوون) نجس ہے اگرچہ نجاست سے متغیر نہ بھی ہوا ہو بلکہ احوط (وجوبی) یہ ہے کہ غسالہ استنجا کے سوا اور ہر غسالہ سے پرہیز کیا جائے البتہ صرف غسالہ استنجا پاک ہے بشرطیکہ نہ تو عین نجاست اس میں موجود ہو اور نہ وہ نجاست کی وجہ سے متغیر ہو گیا ہو اور نہ پیشاب یا پاخانہ اس قدر اپنے مقام سے پھیلا ہوا ہو کہ اسکی طہارت کو استنجا ہی نہ کہہ سکیں اور نہ باہر سے کوئی نجاست اُس تک پہونچی ہو پیشاب سے جو شے نجس ہو جائے اس کو آب قلیل سے پاک کرنے میں دو مرتبہ دھونا ضروری ہے خواہ از قسم لباس ہو یا کوئی دوسری شے ہو البتہ شیر خوار لڑکا جو ابھی غذا نہ کھاتا ہو اُس کے پیشاب سے طاہر کرنے کے لیے صرف اُس شئے پر اس طرح پانی ڈال دینا کہ نجاست کی پوری جگہ پر پہونچ جائے کافی ہے نچوڑنے کی بھی ضرورت نہیں پیشاب کے علاوہ دیگر نجاستوں میں زوال نجاست کے بعد صرف ایک مرتبہ دھونا کافی ہے اگرچہ احوط استحبابی یہ ہے کہ دو مرتبہ دھویا جائے اور جو چیزیں نچوڑی جا سکتی ہیں اُن کی طہارت میں نچوڑنے کی بھی شرط ہے اگر برتن نجس ہو جائے تو ہر ایک نجاست کے لیے اُس کے اندرونی حصہ کو تین مرتبہ دھونا چاہیے البتہ اگر کتے نے برتن کو چاٹ لیا ہو تو ایک مرتبہ خاک مالی کے بعد دو مرتبہ پانی سے دھونا چاہیے اور بہتر یہ ہے کہ اوّل خشک مٹی سے اُس کو مانجا جائے پھر تر مٹی سے اور اس کے بعد دو مرتبہ پانی سے دھویا جائے البتہ اگر سور نے برتن کو چاٹ لیا ہو یا جنگلی چوہا برتن کے اندر مر جائے تو اقوی یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھویا جائے اور احوط و اولیٰ (مستحب) یہ ہے کہ سور کے چاٹے ہوئے کو اول مٹی سے مانجا جائے پھر پانی سے طہارت کی جائے اور آب کثیر یا آب جاری سے طہارت کرنے میں ہر شے کو صرف ایک مرتبہ غوطہ کرنا کافی ہے البتہ کتے کے چاٹے ہوئے کو مٹی سے مانجنا بھی لازم ہے بلکہ احوط (استحبابی) یہ بھی ہے کہ دھونے کی بھی وہی تعداد ملحوظ رہے۔

زمین جو خود بھی پاک ہو اور خشک بھی ہو تو جوتے کا تلا یا پاؤں کا تلوا وغیرہ اُس پر چلنے یا رگڑنے سے عین نجاست زائل ہونے کے بعد پاک ہو جائے گا لیکن احوط (وجوبی) یہ ہے کہ وہ زمین پر چلنے ہی سے نجس بھی ہوا ہو۔

آفتاب زمین اور غیر منقول اشیا مثلاً عمارات وغیرہ اور جو کچھ چیزیں عمارات

میں لگی ہوئی ہوں مثلاً دروازے کیلیں وغیرہ یا درخت اور اُن پر کے میوے اور زمین کی گھاس اور وہ برتن جو ایک مقام پر گاڑ دیئے گئے ہوں اور اسی طرح کی دیگر اشیار اگر عین نجاست زائل ہو جائے اور آفتاب کی حرارت اُن کو خشک کردے تو پاک ہو جائینگی

استحالہ | نجس چیز کا پاک چیز بن جانا مثلاً شراب سرکہ ہو جائے یا نجاست خاکستر ہو جائے

انتقال | مثلاً انسان کے جسم کا خون مچھر پسّو وغیرہ کے جسم میں چلا جائے اور اس کا جزو بدن بن جائے۔

اسلام | (کافر کا مسلم ہو جانا اُس کی تمام رطوبات کو پاک کر دیتا ہے)

تبعیت | کسی چیز کی بدولت دوسری چیز کا پاک ہو جانا تبعیت چند مقامات پر جاری ہوتی ہے

اوّل یہ کہ کوئی کافر اسلام لے آئے تو اس کے بچے اُس کے ساتھ میں پاک ہو جائینگے خواہ باپ مسلمان ہوا ہو یا ماں۔

دوسرے۔ اگر شراب سرکہ بن جائے تو اس کا برتن بھی اُسکے ساتھ ساتھ پاک ہو جائیگا۔

تیسرے۔ وہ تختہ جس پر میّت کو غسل دیا جائے اور کپڑا جس کو غسل دینے میں میّت کے جسم پر ڈال دیا جائے اسی طرح غسل دہندہ کا ہاتھ یہ تمام چیزیں میّت کے پاک ہوتے ہی خود بخود پاک ہو جائیں گی ہاتھ کے علاوہ غسل دہندہ کے سارے بدن اور لباس کا میّت کے ساتھ میں پاک ہو جانا محل تامل ہے احوط (وجوبی) یہ ہے کہ ان کو دھویا جائے اگر کنواں نجس ہو جائے اور پانی کھینچ کر اُس کو پاک کیا جائے تو کنویں کا پانی پاک ہو جانے سے کنویں کے اندر کی دیواروں اور ڈول رسی اور پانی کھینچنے کے دیگر آلات کا پاک ہو جانا بھی معلوم نہیں ہے احوط (وجوبی) یہ ہے کہ بغیر پاک کیے ان شئے پر پرہیز کیا جائے۔

غیبت مسلم | مُسلمان کا نظروں سے غائب ہو جانا اگر کسی مُسلمان کا بدن یا لباس یا فرش یا برتن یا کسی دیگر متعلقہ اشیار میں سے کوئی شئے نجس ہو جائے اور اُس کو نجاست کا علم بھی ہو جائے اور نظروں سے غائب رہنے کے وقت میں اُس کے ظاہر کر لینے کا احتمال بھی ہو سکے اور وہ اس شے کو بعد میں کسی ایسے کام میں استعمال کرے جسمیں طہارت شرط ہے تو وہ چیز پاک سمجھی جائے گی۔

زوال عین | انسان کے صرف باطنی اعضار مثلاً دماغ یا کان یا آنکھ وغیرہ سے

اور حیوان کے باطنی وظاہری دونوں قسم کے اعضا سے نجاست کا زائل ہو جانا طہارت کے لئے کافی ہے اسی طرح اگر پاخانہ اپنے مقام سے پھیلا ہوا نہ ہو تو پتھر یا کپڑے یا اسی طرح کی کسی دوسری شے سے صاف کر دینے سے پاخانہ کا مقام طاہر ہو جائے گا بشرطیکہ جس چیز سے پاک کیا جائے وہ خود بھی پاک ہو اور بنا بر احتیاط (وجوبی) تین عدد سے کم بھی نہ ہو اور اگر تین عدد سے بھی مقام صاف نہ ہو تو تعداد میں اضافہ کرنا چاہیے تاکہ بالکل صاف ہو جائے اقویٰ یہ ہے کہ ہڈی اور پاک گوبر سے بھی پاخانہ کی طہارت ہو سکتی ہے اگرچہ احوط (وجوبی) یہ ہے کہ ان چیزوں سے طہارت کرنا حرام ہے اسی طرح جو چیزیں شریعت کی نظر میں قابل احترام ہیں ان کو بھی استنجا کے کام میں لانا حرام ہے۔

استبراء — یعنی حلال گوشت نجاست خوار جانور کو اس قدر روکے رہنا کہ اب اسکو نجاست خوار نہ کہہ سکیں اور بہتر یہ ہے کہ احادیث میں ایسے جانوروں کا پیشاب یا پاخانہ پاک ہونے کے لیے جتنے دنوں روکنے کی ہدایت کی گئی اتنے دن اُن کو روکا جائے۔

خروج دم متعارف — ذبیحہ کے جسم سے معمولاً جتنا خون ذبح میں خارج ہوتا ہے اس کے خارج ہو جانے سے باقیماندہ خون پاک ہو جائے گا اگرچہ اس کا کھانا حرام ہے۔

آب غسالہ — (نجاست کا دھوون) اس کے خارج ہو جانے کے بعد نچوڑنے میں جو رطوبت اس شے میں باقی رہ جائے وہ پاک ہے۔

باب الصلوٰۃ

واجب نمازیں | جاننا چاہیے کہ غیبت امام علیہ السلام میں واجب نمازیں سات ہیں۔

اول - نماز - نماز یومیہ پنجگانہ۔

دوسرے - نماز آیات۔

تیسرے - نماز طواف واجب۔

چوتھے - وہ نمازیں جو نذر و عہد و یمین یا اجارہ سے واجب ہو جائیں۔

پانچویں - وہ نماز جو والدین سے کسی عذر کی وجہ سے فوت ہو گئی ہو بڑے بیٹے پر اس کا ادا کرنا واجب ہے

چھٹے - نماز جمعہ کہ بنابر اقوی بروز جمعہ نماز جمعہ اور نماز ظہر دونوں میں سے کسی ایک کے بجا لانے کا اختیار

ساتویں - نماز میت۔

سنتی نمازیں | سنتی نمازیں بہت سی ہیں لیکن یہاں صرف نوافل یومیہ کے ذکر پر اکتفا کی جاتی ہے جن کی تفصیل یہ ہے کہ آٹھ رکعت نافلہ ظہر جو نماز ظہر سے پیشتر پڑھنا چاہیے آٹھ رکعت نافلہ عصر جو نماز عصر سے پیشتر پڑھنا چاہیے چار رکعت نافلہ مغرب جو نماز مغرب کے بعد پڑھنا چاہیے۔ دو رکعت نافلہ عشار جس کو نماز وتیرہ کہتے ہیں نماز عشار کے بعد بیٹھکر پڑھنا چاہیے لیکن کھڑے ہو کر بھی بجالانا جائز ہے۔ آٹھ رکعت نافلہ شب جس کا وقت نصف شب کے بعد ہے۔ اور جس قدر صبح سے زیادہ قریب بجالائے بہتر ہے دو رکعت نماز شفع جو نماز شب کے بعد پڑھی جاتی ہے اور ایک رکعت نماز وتر جو شفع کے بعد پڑھی جاتی ہے جس میں تین مرتبہ قل ہو اللہ ایک مرتبہ قل اعوذ برب الفلق اور ایک مرتبہ قل اعوذ برب الناس پڑھنا مستحب ہے اور قنوت پڑھنا بھی مستحب ہے اور بہتر یہ ہے کہ دعا قنوت اس طرح پڑھے کہ اول دعار فرج یعنی لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم لا الٰہ الا اللہ العلی العظیم سبحان اللہ رب السمٰوات السبع و رب الارضین السبع و ما فیھن و ما بینھن و رب العرش العظیم وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین اس کے بعد چالیس مومنوں کے لیے خواہ زندہ ہوں یا مردہ اس طرح دعا کرے اللھم اغفر لفلان اور فلاں کی جگہ اس مومن کا نام ذکر کرے اس کے بعد ستر مرتبہ استغفر اللہ ربی واتوب الیہ پڑھے بعد ازاں سات مرتبہ کہے استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم ذو الجلال والاکرام لجمیع ظلمی وجرمی واسرافی علی نفسی واتوب الیہ اور سات مرتبہ کہے ھذا مقام العائذ من النار بعد ازاں یہ دعا پڑھے

رب اسأت وظلمت نفسی وبئس ما صنعت وھذہ یدای جزاءً بما کسبت وھذہ رقبتی خاضعۃ لما اتیت فیھا اناذا بین یدیک فخذ لنفسک من نفسی الرضا حتی ترضی لک العتبی لا اعود پھر تین سو مرتبہ العفو کہے اور دو رکعت نافلہ صبح ہے جسکو نماز صبح سے قبل بجالانا چاہئے۔

مذکورۂ بالا تمام نوافل کو دو دو رکعت کی نماز کی طرح پڑھنا چاہیے ہر رکعت میں صرف سورۂ حمد بغیر دیگر سورہ کے پڑھنا بھی جائز ہے اور دوسری رکعت کا قنوت بھی ترک کیا جا سکتا ہے یہ بھی جائز ہے کہ کوئی شخص بعض نوافل کو بجالائے اور بعض کو ترک کردے لیکن حتی المقدور کسی نافلہ کو ترک نہ کرنا چاہیے اور جن کی وہ تمام واجب نمازیں جو حالت سفر میں قصر ہوجاتی ہیں اُنکا نافلہ ساقط ہوجاتا ہے مثلاً ظہرین لیکن نافلہ عشا اور دیگر نوافل ساقط نہیں ہوتے

مقدمات نماز

اوقات نماز نماز ظہر کا وقت اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب آفتاب کا دائرہ نصف النہار سے زوال ہوجائے اور اُس وقت تک باقی رہتا ہے کہ جب غروب شرعی سے متصل صرف نماز عصر کی ادائیگی کی قابل وقت باقی رہ جائے اور نماز عصر کا وقت اس وقت سے شروع ہوجاتا ہے کہ جب زوال آفتاب سے متصل نماز ظہر کی ادائیگی کے قابل وقت گذر چکا ہو اور غروب شرعی تک باقی رہتا ہے۔

نماز مغرب کا وقت غروب شرعی سے ہوتا ہے یعنی جب افق شرقی سے سُرخی زائل ہوجائے اور اُس وقت تک باقی رہتا ہے کہ جب نصف شب سے متصل نماز عشار بجالانے کے قابل وقت باقی رہ جائے اور بہتر یہ ہے کہ شفق یعنی افق مغربی کی سُرخی زائل ہونے سے پہلے پہلے نماز مغرب بجالائے کیونکہ یہ اُس کی فضیلت کا انتہائی وقت ہے اگر کوئی شخص بالقصد نافرمانی سے یا بھول کر نا دانستہ میں نصف شب تک نماز مغرب نہ بجالائے تو طلوع فجر تک بجالانا واجب ہے لیکن قضا و ادا کی نیت نہ کرے۔

نماز صبح کا وقت اُس وقت سے شروع ہوتا ہے کہ افق پر سفیدی پھیلنے لگے یہی وقت صبح صادق کا ہے اور طلوع آفتاب تک باقی رہتا ہے نماز صبح کی فضیلت کا وقت طلوع صبح صادق سے اُس وقت تک ہے کہ جب اُفق مشرقی میں سُرخی نمایاں ہو اس مقام پر چند مسائل قابل بیان ہیں۔

مسئلہ جبتک کہ وقت نماز داخل ہوجانیکا پورا یقین نہ ہوجائے نماز نہ پڑھنا چاہئے وقت کے بارے میں ظن پر اعتماد نہ کرنا چاہئے البتہ اگر ابر و باد ہو تو ظن پر اعتماد کیا جا سکتا ہے لیکن دو عادلوں کی شہادت قابل اعتبار ہے بلکہ بعید نہیں ہے کہ ایک عادل جو وقت کی شناخت رکھتا ہو اُس کی اذان پر اعتماد کرلینا جائز ہو لیکن بہتر یہی ہے کہ اتنا صبر کرنا چاہیے کہ وقت داخل ہوجانیکا یقین ہوجائے اور اگر کوئی شخص مذکورۂ بالا

امور پر اعتماد کر کے نماز بجالائے بعد کو معلوم ہو کہ پوری نماز وقت سے پیشتر واقع ہو گئی تو نماز کا اعادہ کرنا چاہئیے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اثنائے نماز میں وقت داخل ہو چکا تھا اگرچہ سلام پھیرنے سے قبل ہی وقت شروع ہوا ہو تو اعادہ لازم نہیں ہے۔

مسئلہ اگر کوئی شخص بھول کر نماز ظہر سے پہلے عصر یا مغرب سے پہلے نماز عشا میں مشغول ہو جائے اور اثنا نماز میں ایسے موقع سے یاد آ جائے کہ سابق نماز کی طرف عدول ممکن ہو تو عدول کرے اور اگر نماز ختم کر لینے کے بعد یاد آئے تو کافی ہے اب ظہر یا مغرب کو بجا لائے اور اگر یہ واقعہ ظہرین کی نماز میں پیش آیا ہو تو اقوی یہ ہے کہ اب نماز ختم کر لینے کے بعد بھی اس نماز کو ظہر کی نماز قرار دے سکتا ہے لیکن احوط (استحبابی) اس صورت میں یہ ہے کہ اب جو نماز بجالائے اس کو بلا تعین ظہر و عصر محض بقصد ما فی الذمہ بجا لائے۔

مسئلہ یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص نماز کا پورا وقت گزار دے اور نماز نہ پڑھے، ہر نماز کو وقت کے اندر بجا لانا واجب ہے البتہ اگر کوئی شخص بالقصد نافرمانی کرے یا بھول کر نماز میں اتنی تاخیر کرے کہ صرف ایک رکعت نماز کا وقت باقی رہ جائے تو اب فوراً نماز بجالانا واجب ہے اور اقوی یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اس کی نماز ادا ہے۔

مسئلہ اقوی یہ ہے کہ نوافل یومیہ کے علاوہ دیگر سنتی نمازوں کا بھی واجب نماز کے وقت بجالانا جائز ہے۔

قبلہ کی شناخت واجب نمازوں کا رو بقبلہ ہو کر بجالانا واجب ہے بلکہ استقبال قبلہ سنتی نمازوں میں بھی ضروری ہے البتہ چونکہ سنتی نماز کو سفر و حضر ہر صورت میں راہ چلتے میں بجالانا جائز ہے اس لیے ایسی شکل میں استقبال قبلہ ضروری نہیں ہے، قبلہ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں کعبہ واقع ہے تحت الثریٰ سے لے کر آسمان تک وہ سب مقام قبلہ ہی قبلہ ہے۔ استقبال قبلہ میں صرف اتنا کافی ہے کہ عرفی حیثیت میں نمازگزار قبلہ کے محاذ میں ہو۔ یہاں دو اہم مسئلے ہیں۔

مسئلہ امکانی صورت میں نمازگزار کو استقبال قبلہ کے متعلق یقینی علم حاصل کرنا واجب ہے خواہ کوئی شخص خاص مکہ میں ہو یا دور کے کسی شہر میں اور اگر بالیقین سمت قبلہ کی تعین ممکن نہ ہو تو ظن غالب پر عمل کرے یعنی جس طرف قبلہ کے ہونے کا زیادہ گمان ہو اس سمت کو نماز بجالائے اور علم ہیئت میں مختلف شہروں کے متعلق تشخیص قبلہ کے جو علامات معین ہیں وہ حصول ظن ہی کے اسباب میں سے ہیں مسلمانوں نے اپنے شہر میں جو قبلہ معین کر رکھا ہو اس پر اعتماد کرنا جائز ہے جبتک یہ علم نہ ہو جائے کہ یہ غلط معین کیا گیا ہے جس مقام پر قبلہ کی تعین یقین یا ظن کسی طرح سے

ف اگر ابھی نماز ختم تو نہیں کی لیکن عدول کرنے کا محل باقی نہیں ہے مثلاً نماز عشاء میں چوتھی رکعت کے رکوع میں یاد آیا کہ نماز مغرب نہیں پڑھی تو اس صورت میں اس نماز کو عشا ہی کی نیت سے ختم کرے اور بعد کو نماز مغرب بجا لائے اور احتیاطاً (وجوبی) نماز مغرب کے بعد دوبارہ نماز عشا بھی پڑھے۔ منقول از عروة الوثقیٰ محشی اصفہانی مدظلہ۔

بھی ممکن نہ ہو تو احوط (وجوبی) یہ ہے کہ وسعت وقت کی حالت میں چار نمازیں چاروں سمتوں کو بجا لائے اور اگر وقت تنگ ہو تو جتنی سمتوں کی طرف نماز پڑھنے کی گنجائش ہو اتنی ہی سمتوں کی طرف بجا لائے اور اگر ایک ہی مرتبہ نماز پڑھنے کا وقت ہو تو صرف ایک مرتبہ جس طرف چاہے رُخ کرکے نماز بجا لانا کافی ہے۔

مسئلہ اگر کسی شخص نے قبلہ کی تشخیص کرکے نماز پڑھی ہو اور نماز کے بعد ظاہر ہو کہ میں نے قبلہ رو نہیں بلکہ پشت بقبلہ نماز پڑھی ہے تو وقت موجود ہونے کی صورت میں اعادہ اور اگر وقت باقی نہیں ہے تو نماز کی قضا بجا لائے اور اگر یہ معلوم ہو کہ قبلہ نماز پڑھنے والے کی داہنی یا بائیں جانب واقع تھا اور وقت باقی ہے تو بھی اعادہ کرے اور اگر وقت خارج ہو چکا ہو تو بھی احوط (وجوبی) یہ ہے کہ اُس نماز کی قضا بجا لانا چاہیے اور اگر یہ معلوم ہو کہ قبلہ سے انحراف تو تھا لیکن اتنا نہیں کہ قبلہ داہنے یا بائیں کی حد میں پہونچ جائے پس اگر کسی کو اثنائے نماز ہی میں معلوم ہو جائے کہ میں قبلہ سے منحرف ہوں تو فوراً رو بقبلہ ہو جائے اور نماز ختم کرے اُس کی نماز درست ہے اور اگر نماز کے بعد معلوم ہو تو وہی نماز کافی ہے۔

طہارتِ بدن و لباس مصلّی کے بدن و لباس کا نماز میں طاہر ہونا ضروری ہے باستثنائے اُن چیزوں کے جن کی نجاست نماز میں معاف ہے اسی طرح حدث سے بھی طہارت ضروری ہے جیسا کہ مبحث طہارت میں یہ تمام امور بیان ہو چکے ہیں۔

مکانِ نماز مکان نماز کا مباح ہونا ضروری ہے۔ نیز سجدہ کا مقام کھڑے ہونے کی جگہ سے ایک اینٹ کی موٹائی سے زیادہ پست و بلند بھی نہ ہونا چاہیے اس مقام پر چند مسائل قابل بیان ہیں

مسئلہ واجب ہے کہ مقام نماز غصبی نہ ہو کیونکہ غصبی مکان میں نماز باطل ہے بلکہ صاحب مکان کی اجازت سے نماز پڑھنا چاہیے خواہ اذن صریحی[۵] یا اذن ضمنی یا اذن فحوے یا شاہد حال سے مالک کی رضا معلوم ہو جائے اور اگر کوئی زمین کسی شخص کے اجارہ (ٹھیکہ) میں ہو تو ٹھیکہ دار کی اجازت ملحوظ ہوگی۔

مسئلہ مصلّی کے تمام مقام نماز کا ایسی نجاست سے پاک ہونا ضروری ہے جو مصلّی کے بدن یا لباس میں سرایت کرنے والی ہے پس اگر مقام نماز خشک ہو اور اس کی نجاست مصلّی کے لباس و بدن میں سرایت نہ کر سکتی ہو تو اس جگہ پر نماز صحیح ہے البتہ مقام سجدہ اگر نجس ہو تو نماز صحیح نہیں ہے اگرچہ خشک ہی کیوں نہ ہو لیکن مستحب ہے کہ نماز پڑھنے کی پوری ہی جگہ بالکل پاک ہو۔

مسئلہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ مرد و زن دونوں ایک دوسرے کے پہلو میں نماز نہ پڑھیں

ع۵ اذن صریحی مثلاً مالک کسی خاص جگہ کو معین کرکے وہاں نماز پڑھنے کی اجازت دے اذن ضمنی مثلاً مالک کسی مکان میں نماز پڑھنے کی اجازت دے تو مکان کے ہر ہر حصہ میں نماز پڑھنے کی ضمناً اجازت حاصل ہے۔ اذن فحوے مثلاً کوئی شخص اپنے مکان میں کسی کو مہمان کرے اور مہمان کو وہاں ہر طرح تصرف کی اجازت دے تو وہ نماز کے لیے بدرجہ اولیٰ اجازت دے رہا ہے۔ شاہد حال کی شکل یہ ہے کہ مثلاً کسی صحرا میں اگر راہ چلتا آدمی نماز پڑھ لے تو قرائن بتلاتے ہیں کہ صحرا کے مالک کو ناگوار نہ ہوگا۔

اسی طرح حالت نماز میں عورت آگے اور مرد اُس کے پیچھے نہو اگرچہ اقویٰ یہ ہی کہ دونوں کی نماز جائز اور صحیح ہی لیکن مکروہ[عہ] ہی اس مسئلہ میں محرم عورت اور نامحرم[عہ] دونوں کا ایک ہی حکم ہی اور اگر درمیان میں کوئی چیز حائل ہو جس سے ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکے یا دونوں کے درمیان میں دس ہاتھ کا فاصلہ ہو تو کراہت بھی نہیں ہی۔

مسئلہ نماز کا مساجد میں بجالانا مستحب ہی حدیث میں ہی کہ مسجد الحرام میں ایک نماز کا ثواب تین ہزار نمازوں کے برابر ہی اور مسجد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک نماز کا ثواب دس ہزار نمازوں کے برابر ہی اور مسجد کوفہ و مسجد اقصیٰ ہر ایک میں ایک نماز ہزار نمازوں کے برابر ہی اور ہر شہر کی مسجد جامع میں نماز کا ثواب ایک سو نمازوں کے برابر اور محلہ کی مسجد میں پچیس نمازوں کے برابر اور بازار کی مسجد میں بارہ نمازوں کے برابر اور امیر المومنین علیہ السلام کی قبر مبارک کے قریب نماز پڑھنا دو لاکھ نمازوں کا ثواب رکھتا ہی۔ البتہ عورت کے لیے مستحب ہی کہ نماز اپنے گھر میں بجالائے اس کے لیے اس کا گھر مسجد سے افضل ہی بلکہ افضل یہ ہی کہ گھر کے اندر بھی سب سے زیادہ پوشیدہ مقام میں نماز بجالائے۔

مسئلہ حمام کے اندر نماز مکروہ ہی بلکہ بہتر یہ ہی کہ جامہ کن میں بھی نماز نہ پڑھے اسی طرح اگر کشتی سے باہر جاکر نماز پڑھنا ممکن ہو تو کشتی کے اندر بھی نماز پڑھنا مکروہ ہی اسی طرح ایسی جگہ میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہی جہاں کوئی شخص اور بالخصوص عورت مقابل میں کھڑی ہوئی ہو یا سامنے چراغ یا آگ روشن ہو یا کھلا ہوا قرآن یا کوئی کتاب یا کاغذ جس کا خط نمایاں ہو سامنے رکھا ہو اسی طرح اُس گھر میں نماز مکروہ ہی جہاں کوئی مسکر یا کتا یا کوئی مورت رکھی ہوئی ہو نیز قبرستان میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہی۔

مسئلہ مستحب ہی کہ مصلّی کے سامنے کوئی پردہ موجود ہو یعنی کوئی دیوار ہو یا کوئی اور روک موجود ہو جو مصلی سے دو یا تین ہاتھ سے زیادہ فاصلہ پر نہو اور اگر سامنے ہاتھ کی لکڑی رکھ لے تب بھی کافی ہی

ستر عورت نماز میں شرمگاہ کا پوشیدہ رکھنا بھی ضروری ہی مرد کی شرمگاہ پیشاب کا مقام پاخانہ کے مقام کا حلقہ اور بیضتین ہیں عورت کو تمام بدن پوشیدہ کرنا ضروری ہی البتہ چہرہ اور گٹھنوں تک دونوں ہاتھ اور ساق تک دونوں پیر کھلے رہ سکتے ہیں لیکن کنیز اور نابالغ لڑکی کو سر و گردن کا پوشیدہ کرنا واجب نہیں ہی۔

ضروری ہی کہ مصلّی کا لباس غصبی نہ ہو اور مُردار کی کھال کا نہ ہو اور حیوان حرام گوشت کے

عہ یعنی ثواب کم ملے گا۔ عبادات میں مکروہ سے یہی معنی مراد ہوتے ہیں۔ مترجم

عہ نامحرم مرد و عورت اگر ناجائز طور پر ایک دوسرے پر نظر ڈالیں تو حرمت واضح ہی ۱۲۔ مترجم

اجزا میں سے نہ ہو بلکہ مردار اور حرام گوشت کا کوئی جزو نماز میں ہمراہ بھی نہ ہونا چاہیئے البتہ خز و سنجاف کی پوست اور اس کے روئیں سے نماز جائز ہے نیز مردوں کو ابریشم خالص اور طلا باف لباس نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں پہننا ناجائز ہے بلکہ سونے کی انگشتری ہاتھ میں پہننا بلکہ ہر طرح سونے سے زینت کرنا اور نماز غیر نماز دونوں حالتوں میں جائز نہیں لیکن یہ تمام باتیں عورتوں کے لیے ہر حالت میں حتیٰ کہ نماز میں بھی جائز ہیں مرد کو حالت اضطرار اور جنگ میں ابریشم خالص کا لباس پہننا جائز ہے یہی طرح مرد کو ابریشم خالص کی گوٹ کسی کپڑے پر لگا لینا بھی جائز ہے اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ گوٹ چار انگل سے زیادہ چوڑی نہ ہو۔

اگر مصلّی کے پیر میں کوئی جوراب ہو جس سے پشت پا اور ساق پوشیدہ نہ ہوتی ہو[۵] تو احوط (استحبابی) یہ ہے کہ اسکو نماز میں اتار دے لیکن اقویٰ یہ ہے کہ اس کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

اذان و اقامت

پومیہ نمازوں میں اذان کہنا مستحب ہے اذان کا طریقہ یہ ہے اللہ اکبر چار مرتبہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ دو مرتبہ اشھد ان محمدا رسول اللہ[۶] دو مرتبہ حی علی الصلوٰۃ دو مرتبہ حی علی الفلاح دو مرتبہ حی علیٰ خیر العمل دو مرتبہ اللہ اکبر دو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ دو مرتبہ اذان کے بعد اقامت ہے اس کے فصول بھی بعینہ وہی ہیں جو اذان کے ہیں البتہ شروع میں دو مرتبہ اللہ اکبر اور آخر میں ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ اس میں کم ہو جاتا ہے اور حی علیٰ خیر العمل کے بعد دو مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ کا اضافہ ہے۔ احوط (وجوبی) یہ ہے کہ مردوں کو ان مواقع کے علاوہ جہاں اقامت ساقط ہے نماز سے قبل اقامت کو ترک نہ کرنا چاہیئے اقویٰ یہ ہے کہ اقامت کے وقت با طہارت ہونا شرط ہے لیکن کھڑے ہو کر کہنا اور درمیان میں کلام نہ کرنا یہ کچھ شرط نہیں ہے اگرچہ احوط (استحبابی) ہے۔

واجبات نماز

واجبات نماز گیارہ[۱۱] ہیں۔

نیت ۱ نیت میں قصد قربت اور عمل کی تعیین ضروری ہے جیسا کہ وضو میں بیان ہو چکا ہے اگر کوئی شخص اثنائے نماز میں نماز توڑ دینے کا ارادہ کرے یا نماز کے جاری رکھنے نہ رکھنے میں اس کو تردد ہو جائے اور نماز کا کوئی جزو اس عالم میں بجا لائے اور کوئی مبطل نماز بھی واقع نہ ہو اور وہ اپنے ارادہ سے باز آئے تو نماز کو پورا کرے اس کی نماز درست رہے گی۔

ع۵ لغو، یا تشابہ ستر جیر ع۶ شہادت امامت کو بہ نیت استحباب کہنا چاہیئے کیونکہ وہ جزو اذان نہیں بلکہ جزو ایمان ہے [illegible]

تکبیرۃ الاحرام یعنی نیت کے بعد اللہ اکبر کہنا تکبیرۃ الاحرام کو صحیح ادا کرنا واجب ہے۔

قیام مصلی اگر قادر ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھے ورنہ کسی چیز پر سہارا لے کر کھڑا ہو جائے اور اگر اس سے بھی معذور ہو تو بیٹھ جائے اگر بیٹھنے سے بھی عاجز ہو تو جس طرح میت کو قبر میں قبلہ رخ لٹایا جاتا ہے اس طرح داہنی کروٹ سے لیٹ جائے یہ بھی ممکن نہ ہو تو بائیں کروٹ سے قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹ جائے اگر یہ بھی دشوار ہو تو محتضر کی طرح سے چت لیٹ جائے۔

تکبیرۃ الاحرام کے وقت اور متصل برکوع قیام رکن اور حالت قرأت میں قیام واجب ہے لیکن رکن نہیں ہے اور حالت قنوت میں مستحب ہے بقدر امکان واجب ہے کہ قیام میں استقرار[عـ۵] رہے اور کسی چیز پر سہارا نہ کرے

قرأت حمد و سورہ نماز کی پہلی دو رکعتوں میں حمد اور ایک سورہ پڑھنا واجب ہے البتہ مریض اور وہ شخص جس کو کسی ضرورت کی وجہ سے عجلت ہو یا کوئی شخص اس وقت نماز پڑھے جب وقت تنگ ہو چکا ہو تو ایسی صورتوں میں صرف حمد پڑھ لینا کافی ہے اور آخری دو رکعتوں میں اختیار ہے خواہ تنہا حمد پڑھے یا بنا بر اقوی ایک مرتبہ اور بنا بر احتیاط (استحبابی) تین مرتبہ سُبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھے۔

واجبات قرأت چند امور ہیں۔

اوّل یہ کہ حروف کو مخارج سے اس طرح ادا کرے کہ ایک حرف دوسرے حرف سے ممتاز ہو جائے اور وہ حرف صادق آجائے۔

دوسرے حرکت وسکون و تشدید کو درست ادا کرے۔

تیسرے بنا بر احتیاط (وجوبی) وقف بحرکت[عـ۶] اور وصل بسکون بھی نہ کرے۔

چھٹے یہ کہ حمد و سورہ سے پیشتر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے جو علاوہ سورۂ برات کے ہر سورہ کا جز ہے اور لازم ہے بسم اللہ کہنے سے پیشتر سورہ کو معین کرلے اگرچہ اجمالاً[عـ۷] ہی تعیین کرے۔

پانچویں مصلی اگر کسی سورہ کے نصف سے آگے نہ پڑھا ہو بلکہ بنا بر احتیاط (استحبابی) اگر ابھی نصف تک نہ پہنچا ہو اور وہ اس کو چھوڑ کر دوسرا سورہ پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے البتہ سورہ قل ہو اللہ احد اور سورہ حجد[للعـ۵] سے

عـ۵ استقرار سے مراد یہ ہے کہ کھڑے ہونے کی حالت میں نماز پڑھنے والا سکون کے ساتھ کھڑا ہو بےقرار نہ ہو یعنی ہل جل نہ رہا ہو (مترجم)

عـ۶ وقف بحرکت مثلاً کوئی شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں رحیم پر وقف کرے لیکن رحیم کے میم کو ساکن پڑھنے کے بجائے زیر سے پڑھے وصل بسکون مثلاً کوئی شخص الرحمٰن الرحیم اور مالک یوم الدین کو دونوں کو ملانا چاہے اور رحیم کے میم کو ساکن کر کے ملائے یہ دونوں صورتیں نادرست ہیں عـ۷ اجمالاً تعیین کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص کو دوسری رکعت میں ہمیشہ قل ہو اللہ پڑھنے کی عادت ہے تو وہ جب بلا کسی دوسرے سورہ کے قصد سے دوسری رکعت میں بسم اللہ کہے گا قل ہو اللہ کی اجمالی تعیین ہو جائیگی

للعـ۵ یعنی سورہ قل یا ایہا الکافرون ۱۲

عدول کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر سورہ کا کوئی لفظ یا آیت فراموش ہو جائے تو ہر سورے ہر وقت عدول کر سکتا ہے

چھٹے یہ کہ وہ سورہ جسمیں سجدہ واجب ہے اس کو واجب نماز میں نہ پڑھنا چاہیے البتہ سُنتی نماز میں پڑھنا جائز ہے اور اسمیں آیت سجدہ پڑھنے کے بعد سجدہ کرے اور پھر کھڑے ہو کر نماز کو پورا کرے لیکن نماز واجبی میں اگر کوئی شخص آیت سجدہ سنے یا سہواً خود پڑھ جائے تو نماز کے بعد سجدہ کرے اور احوط (استحبابی) یہ ہے کہ نماز میں اشارہ سے سجدہ کرے اور نماز ختم کر کے سجدہ بجا لائے اور احوط (استحبابی) یہ ہے کہ نماز کا اعادہ بھی کرے۔

ساتویں یہ کہ بصورت امکان تمام قرأت حمد و سورہ اور تسبیحات اربعہ کو جملہ رکعات میں استقرار سے کھڑے ہو کر بجا لائے۔

آٹھویں یہ کہ مرد مغرب و عشا اور صبح کی رکعت اوّل و دوم میں حمد و سورہ کو آواز بلند پڑھے اور نماز ظہر و عصر میں آہستہ پڑھے اور نماز کی رکعت سوم و چہارم میں آہستہ پڑھے خواہ حمد خواہ تسبیحات اربعہ بلندی آہستگی کا دارومدار جوہر آواز کے نمایاں ہونے نہ ہونے پر ہے لیکن عورت مواضع اخفات (آہستہ پڑھنے کے مقامات میں) آہستہ پڑھے اور مواضع جہر (بلند آواز سے پڑھنے کے مقامات) میں مختار ہے خواہ بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ لیکن اگر کوئی اجنبی شخص اُس کی آواز کو سُنتا ہو تو آہستہ ہی پڑھنا چاہیے (مرد کے لیے) بالخصوص بسم اللہ کو مقامات اخفات میں بھی باآواز بلند پڑھنا مستحب ہے۔

نویں حمد پہلے اور سورہ بعد کو پڑھنا اسی طرح خود اُن کے اجزا میں ترتیب کا لحاظ رکھنا۔

دسویں موالات یعنی پے در پے بجالانا اور اُن کے درمیان میں بجز قرآن ذکر و دعا کے اور فاصلہ نہ کرنا

گیارھویں یہ کہ قرأت کو صحیح ادا کرے اور قرار سبعہ[۱] میں سے کسی ایک سے قرأت مطابق ہو اور اگر نہ جانتا ہو تو سیکھے۔

بارھویں۔ سورۂ والضحیٰ و الم نشرح کو اسی طرح الم ترکیف اور لایلاف ان دو دو سوروں کو ایک ایک سورہ شمار کرے۔

واجب نماز میں حمد و سورہ کو قرآن سے دیکھکر پڑھنے میں اشکال ہے احوط (وجوبی) یہ ہے کہ حفظ کرنا ممکن ہو اور جماعت کا بھی موقع نہ ہو یا یہ بھی صورت ممکن نہ ہو کہ کوئی دوسرا پڑھتا جائے اور مصلّی اُس کا اعادہ کرتا رہے تو اس صورت میں قرآن سے پڑھ سکتا ہے بلکہ احوط (وجوبی) یہ ہے کہ تمام حالات نماز میں

---

[۱] قرار قاری کی جمع ہے عرب میں سات بڑے بڑے قاری گزرے ہیں جنھوں نے قرآن مجید کی طرز قرأت میں کہیں کہیں کچھ کچھ اختلاف کیا ہے قرآن مجید کو انھیں سات قاریوں میں سے کسی ایک قاری کی قرأت کے مطابق پڑھنا چاہیے قرآن مجید کے رائج و مشہور نسخہ قرأت ان امور کا لحاظ کرتے ہوئے جاری ہوئی ہے لہذا مزید زحمت میں پڑنے کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ ۱۲

کتاب سے دیکھ کر نہ پڑھے البتہ قنوت اور دیگر اوراد و ادعیہ کو کتاب سے دیکھ کر پڑھنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

رکوع رکوع کے متعلق پانچ امور واجب ہیں۔

اول۔ یہ کہ اس قدر خم ہو کہ ہاتھ کی ہتھیلیاں زانو تک پہونچ سکیں۔

دوسرے۔ حالت رکوع میں ٹھہر کر ذکر کرنا احوط (وجوبی) یہ ہے سبحان اللہ یا تین مرتبہ سبحان ربی العظیم وبحمدہ یا ایک مرتبہ کہنا چاہیئے۔

تیسرے۔ حالت ذکر میں اطمینان۔

چوتھے۔ رکوع سے سر بلند کرنا۔

پانچویں۔ رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑا ہونا۔

سجود سجود کے واجبات سات ہیں۔

اول یہ کہ اس قدر جھکے کہ پیشانی کھڑے ہونے کی جگہ کے مساوی ہو جائے البتہ پیشانی کے مقام کا کھڑے ہونے کے مقام سے ایک اینٹ کی موٹائی کے برابر پست و بلند ہونا کچھ مضر نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ ساتوں اعضا یعنی پیشانی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں زانو، اور دونوں پیر کے انگوٹھوں کو زمین پر رکھے۔

تیسرے یہ کہ پیشانی کو ایسی چیز پر لگائے جس پر سجدہ کرنا جائز ہے اور وہ زمین سے اُگنے والی چیزیں ہیں جو معدنیات کی قسم سے نہ ہوں اور خوردنی اور پوشیدنی نہ ہوں۔ کاغذ پر بھی سجدہ کرنا جائز لیکن بہر صورت مقام سجدہ کا پاک و مباح ہونا ضروری ہے اور اتنی مقدار کا پاک ہونا کافی ہے جس قدر حصہ میں پیشانی کا زمین پر رکھنا واجب ہے اگرچہ ادھر کا مقام نجس بھی ہو پس اگر سجدہ گاہ کا ایک حصہ پاک ہو اور کچھ حصہ نجس ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ وہ تمام مقام جس پر پیشانی رکھی ہوئی ہو پاک ہونا چاہیئے۔

چوتھے۔ ذکر سجدہ (احوط استحبابی) یہ ہے کہ سجدہ میں تین مرتبہ "سُبحان اللہ" ایک مرتبہ سُبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ" کہے۔

پانچویں۔ حالت ذکر میں اطمینان۔ چھٹے۔ ساتوں اعضا کا ذکر ختم ہونے تک زمین پر باقی رکھنا البتہ غیر حالت ذکر میں پیشانی کے علاوہ دیگر اعضاء کو حرکت دینا اور اُٹھا کر پھر رکھ دینا جائز ہے ساتویں پہلے سجدہ کے بعد اُٹھ کر بیٹھنا بلکہ بنا بر اقوی رکعت اول و سوم میں جس میں تشہد نہیں ہوتا ہے دو سجدہ کے بعد بھی بیٹھنا ضروری ہے اور اس نشست کو جلسہ استراحت کہتے ہیں۔

عہ کتب فقہیہ میں بتلایا گیا ہے کہ کم از کم ایک درم کی بقدر پیشانی زمین وغیرہ پر ٹیکنا چاہیئے۔ مترجم

تشہد | تشہد کے واجبات چھ ہیں۔

اول۔ شہادتین۔ احوط (وجوبی) یہ ہے کہ اسی طریقہ سے شہادتین بجا لائے جیسا کہ طریقہ رائج ہے۔

دوسرے۔ شہادتین کے بعد صلوٰۃ بھیجنا۔ ان تمام باتوں کو صحیح ادا کرنا واجب ہے۔

تیسرے۔ شہادتین اور صلوات کے الفاظ میں وہی ترتیب ملحوظ رہے جیسی کہ رائج ہے

چوتھے۔ ان کے الفاظ پے در پے زبان پر جاری ہوں۔

پانچویں یہ کہ تشہد بیٹھ کر پڑھے۔

چھٹے۔ یہ کہ تشہد پڑھتے وقت مطمئن بیٹھا ہو

سلام | سلام کے واجبات چار ہیں

اول یہ کہ "السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین"۔ (اور اس کے بعد) السلام علیکم اور بہتر یہ ہے کہ السلام علیکم کے ساتھ "و رحمۃ اللہ و برکاتہ" کا بھی اضافہ کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ محض السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ پر اکتفا کرے اگرچہ بہتر یہی ہے کہ دونوں سلام بجالائے۔ اور ان دونوں سلاموں سے پیشتر "السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ" کہنا بھی مستحب ہے۔

دوسرے۔ یہ کہ سلام بیٹھے ہوئے پڑھے۔

تیسرے۔ یہ کہ صحیح صورت سے پڑھے

چوتھے۔ یہ کہ سلام پڑھتے وقت مطمئن بیٹھا ہو۔

ترتیب | افعال نماز میں ترتیب کا ہونا ضروری ہے اگر کوئی شخص کسی ایسے فعل نماز کو جس کو بعد میں ہونا چاہیے۔ بالقصد مقدم بجالائے تو اس کی نماز باطل ہے اور سہو کا حکم آئندہ بیان ہوگا

موالات | یعنی افعال نماز پے در پے بجالائے اور ان کے درمیان میں اتنا طولانی سکوت واقع نہ ہو کہ اس سے نماز پڑھنے والا مصلی (نماز گزار) کی ہیئت سے باہر ہو جائے۔

ارکان نماز

ارکان نماز پانچ ہیں۔

اول۔ تکبیرۃ الاحرام

دوسرے۔ تکبیرۃ الاحرام کہتے وقت قیام

تیسرے۔ قیام متصل بر کوع۔

چوتھے رکوع

پانچویں دونوں سجدے۔

چھٹے۔ اگر عمداً یا سہواً کوئی رکن نماز کم ہوجائے گا تو نماز باطل ہوجائیگی البتہ نماز جماعت کا حکم اس سے علیٰحدہ ہے جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

مبطلات نماز

مبطلات نماز چند چیزیں ہیں۔

اول۔ حدث۔ حدث اکبر و حدث اصغر دونوں سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔

دوسرے عمداً یا سہواً یا نا واقفیت میں پورے بدن کا قبلہ سے اس طرح منحرف ہوجانا کہ مصلی پشت بقبلہ ہوجائے۔ یا انحراف اس حد تک پہونچے کہ قبلہ داہنی یا بائیں جانب واقع ہوجائے لیکن سہواً اتنا تھوڑا انحراف جس سے قبلہ کچھ داہنی یا بائیں ہوجائے مضر نہیں ہے۔

تیسرے۔ تقیہ کی حالت کے علاوہ حمد کے بعد آمین کہنا۔

چوتھے۔ ذکر و دعا و قرآن کے علاوہ دو حرف یا زیادہ کا قصداً زبان پر جاری کرنا بلکہ معنی دار ایک حرف کے زبان پر جاری کرنے سے بھی[ع] نماز باطل ہوجائے گی۔

پانچویں۔ قہقہہ لگا کر ہنسنا۔

چھٹے۔ غیر خدا کے واسطے رونا اور خوف خدا سے گریہ کرنا تمام عبادات سے افضل ہے

ساتویں۔ کھانا اور پینا۔

آٹھویں۔ ہر وہ منافی نماز عمل جو نماز کی صورت کو محو کردے مثلاً کسی چیز کا نماز میں ڈھونڈھنا یا تالی بجانا وغیرہ وغیرہ۔

نویں۔ تقیہ کی حالت کے علاوہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا۔

دسویں۔ علاوہ ان صورتوں کے جو آئندہ بیان ہونگی رکعات نماز میں شک ہونا یا نماز کے کسی جزو کو شک کی حالت میں بجالانا۔

گیارھویں۔ نماز میں کسی عمل کو بقصد جزئیت[ع] اپنی طرف سے زیادہ کرنا یا نماز کے کسی

ع اردو میں اس کی مثال شاید مشکل سے ملے لیکن عربی میں اس قسم کے ایک حرفی الفاظ بہت کافی مل سکتے ہیں مثلاً ایک لفظ "ق" ہے جس کے معنی ہیں "حفاظت کر" ۱۲ ع نماز کے اندر اگر کوئی شخص کوئی دعا محض اس قصد سے پڑھے کہ یہ ایک دعا ہے اور پسند کرتا ہے خدا ہی اس لیے میں اسکو تحصیل ثواب کی غرض سے پڑھتا ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ یہ دعا جزو نماز نہیں ہے تو اس طرح پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں وہ جائز ہے لیکن اگر کوئی شخص نماز کے معینہ اذکار کے علاوہ کسی دعا وغیرہ کو اس خیال سے پڑھے کہ نماز کے اجزاء میں شامل ہے تو نماز باطل ہوجائیگی

فعل کو کم کر دینا اگرچہ وہ رکن بھی نہ ہو۔

شکیات نماز

نماز میں دو طرح کا شک ہو سکتا ہے ایک وہ شک جو فعال نماز سے متعلق ہو دوسرے وہ جو رکعات نماز کی بابت ہو۔

شک متعلق افعال اگر کسی شخص کو نماز کے کسی فعل میں اسوقت شبہ پیدا ہو جبکہ وہ اس کے بعد کے دوسرے فعل کو ادا کر رہا ہو اگرچہ موجودہ فعل مستحب ہی کیوں نہ ہو تو اس کو گذشتہ فعل کی طرف کوئی التفات نہ کرنا چاہیئے مثلاً کوئی شخص قرأت حمد و سورہ میں مشغول ہو اور اس کو شک پیدا ہو کہ میں نے تکبیرۃ الاحرام کہی تھی یا نہیں یا مثلاً قنوت یا رکوع میں داخل ہونے کے بعد شک پیدا کہ میں نے حمد و سورہ پڑھا یا نہیں تو ان شکوک کی طرف کوئی التفات نہ کرے لیکن اگر کوئی شخص ایک آیت پڑھ رہا ہو یا ایک لفظ زبان پر جاری کر رہا ہو اور اس سے پہلے کی آیت یا لفظ کے ادا ہونے کے متعلق اشتباہ پیدا ہو تو احوط وجوبی یہ ہے کہ اس آیت یا لفظ کو جس کے متعلق شک واقع ہوا ہے بقصد قربت مطلقہ[ع] بجالائے البتہ اگر کوئی شخص سجدہ کیلئے جھک رہا ہو اور ابھی سجدہ کی حد میں نہ پہونچا ہو کہ اس کو رکوع کے متعلق شک پیدا ہو تو احوط (وجوبی) یہ ہے کہ نہیں سی ملیٹ کر اول کھڑا ہو اور اس کے بعد رکوع کرے اور پھر سجدے میں جائے اور نماز ختم کرنے کے بعد نماز کا اعادہ بھی کرے اور اگر کسی شخص کو کھڑے ہو جانے کے یا تشہد میں مشغول ہو جانیکے بعد سجدہ میں شک پیدا ہو تو اس شک کی طرف التفات نہ کرے لیکن اگر یہ شک کھڑے ہوتے ہوتے پیدا ہو تو اولیٰ یہ ہے کہ وہیں سے واپس ہو کر بیٹھ جائے اور تشہد بجالائے۔

اگر نماز کے کسی فعل میں شک پیدا ہو اور ابھی اس کے بعد کا کوئی فعل شروع کرنے نہ پایا ہو تو جس فعل کے متعلق شک پیدا ہوا ہے اُس کو بجالانا واجب ہے۔

شک متعلق رکعات اگر دوران نماز کے اثنا میں رکعات کے متعلق شک پیدا ہو اور سوچنے کے بعد بھی شک باقی رہے تو اگر یہ شک دو رکعتی یا سہ رکعتی نماز میں پیدا ہوا ہے تو بہر صورت نماز باطل ہے اور اگر چہار رکعتی نماز میں شک

[ع] یعنی محض تحصیل ثواب کے لیے پڑھے اور یہ کچھ تعین نہ کرے کہ یہ لفظ یا آیت نماز کا جزو ہے ۱۲ مترجم

پیدا ہو تو بھی مذکورۂ ذیل نوٌ صورتوں کے علاوہ تمام صورتوں میں نماز باطل ہوجائیگی وہ نوٌ صورتیں یہ ہیں۔

اول۔ یہ کہ دوسرے سجدے سے سر اُٹھانے کے بعد شک پیدا ہو کہ یہ رکعت دوسری ہے یا تیسری تو اس صورت میں اُس کو تیسری رکعت قرار دے کر نماز کو پورا کرے اور نماز ختم کر کے ایک رکعت کھڑے ہو کر یا دو رکعت بیٹھ کر نماز احتیاط بجا لائے اور اگر دوسرے سجدہ کا ذکر واجب تمام ہونے کے بعد یہ شک پیدا ہو تو احوط (وجوبی) یہ ہے کہ مذکورہ حکم پر عمل کرے اور نماز احتیاط بجا لانے کے بعد اصل نماز کا بھی اعادہ کرے اور یہ احتیاطی حکم اُن تمام مذکورہ ذیل مقامات میں نافذ ہوگا جہاں شک کی تلافی کا حکم اکمال سجدتین[عہ] کی صورت پر موقوف ہے۔

دوسرے یہ کہ تیسری اور چوتھی رکعت میں شک پیدا ہو اس شک کیلئے کوئی محل مقرر نہیں ہے حالت قیام میں ہو یا رکوع میں، یا سجدہ میں، سجدوں کے بعد، یا سجدوں کے درمیان میں بہرصورت اس رکعت کو چوتھی رکعت قرار دے کر نماز کو پورا کرے اور بعد میں دو رکعت نماز احتیاط بیٹھ کر یا ایک رکعت کھڑے ہو کر بجا لائے۔

تیسرے یہ کہ اکمال سجدتین کے بعد شک پیدا ہو کہ یہ رکعت دوسری ہے یا چوتھی تو اس کو چوتھی رکعت قرار دے کر نماز کو ختم کرے اور بعد کو دو رکعت نماز احتیاط کھڑے ہو کر بجا لائے۔

چوتھے یہ کہ اکمال سجدتین کے بعد شک پیدا ہو کہ یہ رکعت دوسری ہے یا تیسری یا چوتھی تو اس صورت میں اس کو چوتھی رکعت قرار دے کر نماز ختم کرے اور بعد میں دو رکعت نماز احتیاط کھڑے ہو کر اور دو رکعت بیٹھ کر بجا لائے۔

پانچویں یہ کہ اکمال سجدتین کے بعد شک پیدا ہو کہ یہ رکعت چوتھی ہے یا پانچویں تو اس کو چوتھی رکعت قرار دے کر نماز کو ختم کرے اور سلام کے بعد صرف دو سجدۂ سہو بجا لائے

چھٹے۔ یہ کہ حالت قیام میں شک پیدا ہو کہ یہ رکعت چوتھی ہے یا پانچویں تو

عہ اکمال سجدتین یعنی دونوں سجدوں کا کامل ہو جانا۔ دونوں سجدوں کے کامل ہو جانے کی ایک شکل تو یہ ہے کہ مصلی دوسرے سجدہ سے فارغ ہو کر سر بلند کر چکا ہو یہ شکل اکمال سجدتین کی بالکل واضح ہے دوسری شکل یہ ہے کہ دوسرے سجدہ سے ابھی سر نہ اٹھایا ہو لیکن سجدہ میں جتنا ذکر واجب ہے یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ یا ایک مرتبہ سبحان ربی الاعلی وبحمدہ وہ ختم ہو چکا ہو بعض فقہا نے دوسرے سجدہ کے ذکر واجب کے ختم ہونے نہ ہونے کو اکمال سجدتین کا دارومدار قرار دیا ہے اسلیئے رسالۂ ہذا میں اکمال سجدتین کی پہلی واضح شکل کا حکم بتلانے کے بعد دوسری شکل کے متعلق احتیاطی حکم دیا گیا ہے۔ مترجم

وہیں سے فوراً بیٹھ جائے اب اس کا شک تیسری اور چوتھی رکعت کے شک کی طرف منتقل ہو جائے گا اور وہی حکم یہاں نافذ ہو گا اور احوط (وجوبی) یہ ہے کہ قیام بیجا اور نائد ذکار کی وجہ سے جو وہ بجا لایا ہے دو سجدہ سہو بھی کرے اور یہ سجدہ سہو کا حکم بعد کی اُن صورتوں میں بھی نافذ ہو گا جہاں قیام کو توڑ کر بیٹھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ساتویں یہ کہ حالت قیام میں شک پیدا ہو کہ یہ رکعت تیسری ہے یا پانچویں تو اس کو فوراً یہیں سے بیٹھ جانا چاہیئے۔ اب اس کا یہ شک دوسری اور چوتھی رکعت کی طرف منتقل ہو جائے گا اور وہی حکم یہاں نافذ ہو گا۔

آٹھویں یہ کہ حالت قیام میں شک پیدا ہو کہ یہ رکعت تیسری ہے یا چوتھی یا پانچویں تو اس کو فوراً یہیں سے بیٹھ جانا چاہیئے اب اس کا یہ شک دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت کے شک کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور وہی حکم یہاں نافذ ہو گا۔

نویں یہ کہ حالت قیام میں شک پیدا ہو کہ یہ رکعت پانچویں ہے یا چھٹی تو اُس کو فوراً یہیں سے بیٹھ جانا چاہیئے اب اس کا یہ شک چوتھی، یا پانچویں رکعت کے بعد اکمال سجدتین والی صورت (پانچویں صورت) کی طرف منتقل ہو جائے گا اور وہی حکم یہاں بھی نافذ ہو گا۔

جاننا چاہیئے کہ جو شخص اجزاء یا افعال یا رکعات نماز میں کثیر الشک کی حد تک پہنچ چکا ہو تو وہ جن مقامات میں کثیر الشک ہو چکا ہو ان مواقع کے شکوک کی طرف کوئی التفات نہ کرے اور ہمیشہ صحت کے پہلو پر بنا کرے اور نماز احتیاط اُس پر واجب نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ماموم اور امام دونوں میں سے کسی ایک کو شک پیدا ہو اور دوسرے کو یاد ہو تو اس کے شک کا بھی کوئی اعتبار نہیں اسی طرح نماز سے فارغ ہونے کے بعد یا نماز کا وقت گزر جانے کے بعد کسی شخص کو نماز کے کسی امر کے متعلق شک پیدا ہو تو اس شک کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے نماز کی صحت کے پہلو ہی پر بنا کرنی چاہیئے بلکہ نماز سے فارغ ہو جانے اور نماز کا وقت گزر جانے کے بعد اگر شک کے دونوں پہلوؤں میں سے نماز کی صحت کے خلاف پہلو کے متعلق ظن (خیال کا رجحان) ہی قائم ہو جائے تو وہ بھی شک ہی کے حکم میں ہے اس کا بھی کوئی لحاظ نہ کرنا چاہیئے۔

نماز احتیاط۔ مذکورہ بالا شکوک میں جو نماز احتیاط بتلائی گئی ہے اُس کا طریقہ

یہ ہے کہ جس نماز میں شک ہوا تھا اور جس کو رکعت کا عدد فرضی طور پر معین کرکے ختم کیا ہے اس کے بعد کسی منافی نماز کے صادر ہوئے بغیر فوراً نماز احتیاط شروع کرنی واجب ہے۔ نماز احتیاط میں نیت اور تکبیرۃ الاحرام اور قرأت حمد اور رکوع اور دونوں سجدے اور تشہد اور سلام کا بہ ترتیب نماز بجا لانا واجب ہے لیکن نماز احتیاط میں سورہ اور قنوت نہیں ہوتا اور احوط (وجوبی) یہ ہے کہ حمد کو آہستہ پڑھے یہاں تک کہ بسم اللہ کو بھی،

اگر کسی شخص کو نماز نافلہ کی رکعات میں شک پیدا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ زیادتی اور کمی دونوں پہلوؤں میں سے جس پر چاہے بنا کرے۔ لیکن اگر زیادتی کے پہلو پر بنا کرنے سے نماز باطل ہوجاتی ہو تو کم پر بنا کرے مثلاً کسی شخص کو شک پیدا ہو کہ یہ رکعت پہلی ہے یا دوسری تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ اس کو پہلی رکعت قرار دے یا دوسری لیکن اگر یہ شک پیدا ہو کہ یہ رکعت دوسری ہے یا تیسری تو اس کو دوسری رکعت قرار دے کر نماز کو تمام کرے۔

اگر کسی شخص کو خود نماز احتیاط کی رکعات میں شک پیدا ہوجائے تو اگرچہ علماء کے درمیان میں قول مشہور یہ ہے کہ اس کا حکم وہی ہے جو نافلہ کا ہے۔ لیکن یہ حکم محل اشکال ہے احوط (وجوبی) یہ ہے کہ کمی یا زیادتی کی غرض جس پہلو پر چاہے بنا کرکے نماز کو پورا کرے اور اس کے بعد دوبارہ نماز احتیاط پڑھے اور اصل نماز کو بھی از سرنو پڑھے،

اگر کسی شخص کو نماز نافلہ یا نماز احتیاط کے کسی جزو میں شک پیدا ہو تو اس کا حکم بعینہ واجب نماز کا سا ہے یعنی یہ کہ اگر اس جزو کے بجا لانے کا محل موجود ہے تو اس کو بجا لائے اور اگر اس کے بعد کے جزو میں داخل ہوچکا ہو تو آگے بڑھے۔

ظنیات

نماز میں ظن[ع] دو چیزوں سے متعلق ہو سکتا ہے یا رکعات سے یا افعال نماز سے دونوں کو جدا جدا بیان کیا جاتا ہے۔

ع انسان کے ذہن میں کسی حالت کے متعلق جو ایک تصور قائم ہو جاتا ہے اسکی چند صورتیں ہیں یا تو یہ جس حالت کے متعلق جو تصور قائم ہے اسکے خلاف پہلو کی ذہن بالکل نفی کرتا ہے یا یہ کہ بالکل نفی نہیں کرتا لیکن ذہن کا رجحان اسی پہلو کی جانب ہے یا یہ کہ موافق و مخالف ہر دو پہلو کے متعلق برابر ہے اور کسی پہلو کو ترجیح نہیں ہے پہلی صورت کو یقین کہتے ہیں دوسری صورت کو ظن کہتے ہیں اور تیسری کو شک کہتے ہیں ۱۲ (مترجم)

ظن متعلق نماز چو رکعتی نماز کی آخری دو رکعتوں میں رکعت کے متعلق جو ظن قائم ہو وہ یقین کے حکم میں ہے مثلاً اگر کسی شخص کو نہ معلوم ہو کہ میری یہ تیسری رکعت ہے یا چوتھی اور کسی ایک پہلو پر ظن قائم ہو جائے تو اسی ظن پر بنا کرے اُس کی نماز صحیح ہے اور نماز احتیاطاً لازم نہیں ہے لیکن دو رکعتی اور سہ رکعتی نماز میں اور چو رکعتی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں ظن کا اعتبار کرنے میں اشکال ہے احوط (وجوبی) یہ ہے کہ ظن کے حکم پر بھی عمل کرے اور بعد کو اصل نماز کا بھی اعادہ کرے۔ اور اگر ابتدائً تو کسی شخص کو شک پیدا ہوا اور سوچنے کے بعد شک کے بجائے کسی ایک پہلو کے متعلق ظن قائم ہو جائے تو جن مقامات میں ظن کا اعتبار کیا گیا ہے وہاں اسی کے مطابق عمل کرے اور اگر اسکے برعکس صورت ہو کہ اول دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کے متعلق ظن قائم ہو جائے اور بعد ازاں کسی ایک پہلو کے متعلق خیال کا رجحان جاتا رہے اور شک کی صورت پیدا ہو جائے تو یہاں شک ہی کا حکم نافذ ہو گا غرض شک و ظن کے حالات کی باہم تبدیلیوں کی صورت میں دوسری حالت کا اعتبار کیا جائے گا خواہ دوسری حالت شک کی ہو یا ظن کی، بلکہ اگر کسی شخص کو پہلے تو کسی ایک پہلو کے متعلق ظن قائم ہوا بعد ازاں اس پہلو کو چھوڑ کر اُس کا ظن دوسرے پہلو کی طرف منتقل ہو گیا ہو تو دوسرے ظن پر بنا کرنی چاہیے اسی طرح شک کا بھی یہی حکم ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کو اولاً دوسری تیسری رکعت میں شک پیدا ہوا اور اس نے اس رکعت کو تیسری قرار دیا بعد ازاں اُس کا شک بدل گیا اور یہ شک پیدا ہو گیا کہ یہ رکعت تیسری ہے یا چوتھی یا مثلاً پہلی ہے یا دوسری تو تیسری اور چوتھی رکعت کے شک کی صورت میں چار پر بنا کرے اور اسی شک کے حکم پر عمل کرے اور پہلی اور دوسری رکعت کے شک کی صورت میں نماز کو باطل سمجھے اسی طرح ظن و شک کی تمام تبدیلیوں کا حکم ہے یعنی دوسری حالت پر عمل کرے اور اگر کسی شخص کو ایک تردد کی حالت پیدا ہو اور وہ یقین نہ کر سکے کہ اس وقت جو صورت میرے دماغ میں ہے وہ شک ہے یا ظن تو اس کیفیت کو شک ہی سمجھے اور شک کا حکم جاری کرے مثلاً کسی شخص کو نہ معلوم ہو کہ میری یہ رکعت تیسری ہے یا چوتھی اور شک پیدا ہو کہ آیا تیسری رکعت کے متعلق جو میرا خیال ہے وہ ظن ہے یا نہیں تو یہی سمجھے کہ ظن نہیں ہے اور تیسری اور چوتھی رکعت کے شک کا حکم نافذ کرے بعینہ یہی تمام صورتوں کا حکم ہے۔

ظن متعلق افعال مثلاً کسی شخص کو معلوم نہ ہو کہ میرا یہ پہلا سجدہ ہے یا دوسرا

اور اس کو یہ ظن حاصل ہو جائے کہ مثلاً یہ پہلا سجدہ ہے یا مثلاً یہ ظن قائم ہو جائے کہ یہ دوسرا سجدہ ہے یا کسی شخص کو نہ معلوم ہو کہ میں حمد پڑھ چکا ہوں یا نہیں اور اس کا ظن کسی ایک پہلو پر قائم ہو جائے تو یہ ظن یقین کے حکم میں نہیں ہے لیکن احتیاط کی رعایت ضرور کرنا چاہیئے جس کا مقتضا یہ ہے کہ بعض صورتوں میں اس ظن کو شک کی حیثیت دی جائیگی اور بعض صورتوں میں یقین کی اور نماز کا اعادہ کرنا ہوگا حاصل مطلب یہ ہے کہ ظن یا تو مثلاً ایسے افعال سے متعلق ہوگا جن کی زیادتی نماز میں مضر نہیں ہے جیسے کہ قرأت حمد، سورہ وتسبیحات واذکار یا ایسے افعال سے متعلق ہوگا جن کی زیادتی نماز میں مضر ہے مثلاً رکوع وسجود وغیرہ۔

پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر اس فعل کا محل باقی ہو تو ظن خواہ کسی پہلو بھی ہو اس فعل کو بجا لائے اور اگر محل گذر چکا ہو اور ظن بھی یہ ہو کہ میں اس کو بجا لا چکا ہوں تو وہاں سے آگے بڑھ جائے جیسا کہ شک کی صورت میں حکم دیا گیا تھا اور اگر ظن یہ ہو کہ میں اس فعل کو نہیں بجا لایا ہوں تو وہیں سے واپس ہو کر اس فعل کو بجا لائے مثلاً اگر کسی شخص کو شک پیدا کہ میں نے حمد پڑھی ہے یا نہیں اور ابھی سورہ کو شروع نہ کیا ہو تو حمد پڑھنا چاہیئے خواہ ظن یہ ہو کہ میں حمد پڑھ چکا ہوں یا نہ پڑھنے کے متعلق ظن قائم ہو اور اگر سورہ یا قنوت کے شروع کر دینے کے بعد شک پیدا ہو کہ میں نے حمد پڑھی ہے یا نہیں اور اس کا ظن یہ ہو کہ میں حمد پڑھ چکا ہوں تو وہاں سے گزر جائے اور یہی قرار دے کہ میں پڑھ چکا ہوں اور اگر اس کا ظن یہ ہو کہ میں نے حمد نہیں پڑھی ہے تو وہیں سے واپس ہو کر حمد پڑھے یہی حکم تمام مقامات میں ہے جو اس قبیل سے ہیں۔

دوسری صورت کا یہ حکم ہے کہ اگر ابھی اس فعل کا محل باقی ہے اور اس شخص کا ظن یہ ہے کہ میں اس فعل کو نہیں بجا لایا ہوں تو اس کو بجا لائے جس طرح کہ شک کی صورت میں حکم دیا گیا تھا اور اگر اس کا ظن یہ ہو کہ میں اس فعل کو بجا لا چکا ہوں تو احتیاط (وجوبی) یہ ہے کہ ظن پر عمل کرے اور وہاں سے آگے بڑھے اور نماز کو پورا کرے اور اس کے بعد دوبارہ بجا لائے اور اگر اس فعل کا محل گذر جانے کے بعد شک پیدا ہو اور اس کا ظن یہ ہو کہ میں اس فعل کو بجا لا چکا ہوں تو وہاں سے آگے بڑھے اور اگر ظن یہ ہو کہ میں اس فعل کو نہیں بجا لایا ہوں تو وہیں سے واپس ہو کر اس فعل کو بجا لائے اور نماز کو تمام

کرکے پھر دوبارہ بھی نماز پڑھے مثلاً کسی شخص کو یہ معلوم نہ ہو کہ میں نے ایک سجدہ کیا یا دونوں کر چکا اور ابھی تشہد یا قیام میں داخل نہ ہوا ہو اور اس کا ظن یہ ہو کہ میں نے صرف ایک ہی سجدہ کیا ہے تو ایک اور بجالائے اُس کی نماز صحیح ہی جیسا کہ شک کی صورت میں حکم دیا گیا تھا اور اگر اُس کا ظن یہ ہو کہ میں دونوں سجدہ کر چکا ہوں تو ظن پر عمل کرے اور نماز کے بعد دوبارہ از سر نو بھی نماز بجالائے اور اگر یہ شک قیام یا تشہد میں داخل ہونے کے بعد پیدا ہوا اور اُس کا ظن یہ ہو کہ دونوں سجدے بجالا چکا ہوں تو وہاں سے آگے بڑھے اُس کی نماز صحیح رہے گی اور اگر اُس کا ظن یہ ہو کہ میں نے ایک ہی سجدہ کیا ہی وہیں سے واپس ہو کر ایک سجدہ اور بجالائے اور نماز ختم کرنے کے بعد دوبارہ از سر نو نماز پڑھے یہی حکم ان تمام افعال کے متعلق ہے جو رکوع[ع۵] وغیرہ کی طرح رکن ہیں۔

سہویات

سہو یا تو رکعات سے متعلق ہوگا یا افعال نماز سے افعال نماز میں بھی ارکان نماز سے متعلق ہوگا یا غیر ارکان سے نیز سہواً کوئی امر زیادہ ہوا ہوگا یا کم ہر ایک کی تفصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہے

سہو متعلق رکعات اور اگر کوئی شخص ایک یا ایک سے زیادہ رکعت سہواً نماز میں زائد پڑھ جائے تو نماز بہر صورت باطل ہی اور اگر سہواً ایک یا ایک سے زائد رکعت نماز میں کم بجالائے اور سلام کے بعد یاد آئے پس اگر ابھی تک اُن امور میں سے جو قصداً یا سہواً منافی نماز ہیں (مثلاً حدث یا پشت بقبلہ ہو جانا) کوئی امر عمل میں نہ آیا ہو اور اس کو یاد آجائے تو فوراً کھڑے ہو کر بقیہ نماز کو بجالائے اور درمیان میں جو بیجا سلام بجالایا ہی اس کی بابت سے دو سجدہ سہو کرلے نماز صحیح ہو جائیگی۔ اسی طرح اگر اس سے کوئی ایسا امر واقع ہوا ہو جس کا عمداً بجالانا منافی نماز ہی لیکن سہواً واقع ہو جانا مضر نہیں ہی مثلاً درمیان میں بات کرلینا (جیسا کہ بہ تفصیل بیان ہو چکا ہی) تو بھی کھڑے ہو کر بقیہ نماز کو بجالائے اور دو سجدہ سہو درمیان میں بیجا کلام کرلینے کی وجہ سے بجالائے اور اگر حدث واقع ہو چکا ہو یا قبلہ سے پشت ہو گئی ہو یا اس قدر طولانی سکوت ہو چکا ہو جس سے صورت نماز محو ہو جاتی ہی اور اس وقت اُس کو یاد آئے تو اس کی نماز باطل ہے۔

ع۵ یعنی ظن اُن افعال سے متعلق ہو جن کی کمی اور زیادتی عمداً و سہواً مبطل نماز ہی یعنی ارکان نماز (مترجم)

سہو متعلق اجزاء

اگر کوئی شخص کسی رکن کو نماز میں سہواً زیادہ بجالے آئے تو اسکی نماز باطل ہے اور اگر کسی جزو غیر رکنی مثلاً قرأت یا ایک سجدہ یا تشہد وغیرہ کو بھول کر زیادہ بجالے آئے تو اُس کی نماز صحیح ہے اور اگر سہواً کوئی جزو نماز بجالانے سے رہ جائے پس اگر ابھی اس کے بعد کے رکن میں داخل نہوا ہو تو وہیں سے واپس ہو کر اُس جزو کو بجالائے خواہ وہ سہو شدہ جزو ارکان میں سے یا غیر رکنی ہو مثلاً قنوت کے بعد اور رکوع میں داخل ہونے سے قبل کسی شخص کو یقین ہو جائے کہ میں نے حمد نہیں پڑھی تو وہیں سے واپس ہو کر حمد پڑھے یا مثلاً کسی شخص کو (رکوع میں پہونچنے سے) قبل یقین ہو جائے کہ ایک سجدہ یا دونوں سجدے بجالانے سے رہ گئے تو وہیں سے واپس ہو کر بجالائے اور اگر بعد والے رکن میں داخل ہو چکا ہو اور سہو شدہ جزو ارکان نماز میں سے ہو تو نماز باطل ہے مثلاً کسی شخص کو رکوع میں داخل ہونے کے بعد یقین ہو جائے کہ گزشتہ رکعت کے دونوں سجدے میں بجالانا بھول گیا ہوں اسی طرح اگر کوئی شخص رکوع کرنا بھول جائے اور دوسرے سجدے میں پہونچ کر یاد آئے تو بھی نماز باطل ہے البتہ اگر کوئی شخص رکوع کرنا بھول جائے اور پہلے ہی سجدہ میں یا پہلے سجدہ کے بعد اور دوسرے سجدے میں داخل ہونے سے قبل اس کو یاد آجائے تو بعید نہیں ہے کہ نماز صحیح ہو جائے اس کو چاہیئے کہ وہیں سے واپس ہو کر کھڑا ہو اور رکوع کرے (پھر رکوع کے بعد سجدے بجالائے اور زائد شدہ سجدہ کی جہت سے دو سجدۂ سہو بجالائے اس صورت میں نماز کے صحیح ہو جانے کی امید اس بنا پر ہے کہ سجدے سے واپس ہو جانے اور رکوع کرنے سے رکن کی زیادتی لازم نہیں آتی لیکن با ایں ہمہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ دوبارہ نماز بجالائے لیکن اگر سہو شدہ جزو غیر رکن ہو اور دوسرے رکن داخل ہونے کے بعد یاد آئے تو نماز باطل نہیں ہے اور کچھ کرنا بھی نہ پڑے گا البتہ اگر کوئی شخص تشہد یا ایک سجدہ بھول گیا ہو اور دوسری رکعت کے رکوع میں داخل ہونے کے بعد یاد آئے تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد سہو شدہ تشہد یا سجدہ بجالائے۔ اور بعد کو دو سجدہائے سہو کرے نماز درست ہو جائے گی۔

اس مقام پر تین مسئلہ قابل ذکر ہیں۔

مسئلہ اگر کوئی شخص رکوع یا سجود میں ذکر کرنا بھول جائے اور رکوع یا سجود سے سر اُٹھانے کے بعد یاد آئے تو اُس کی نماز صحیح ہے دوبارہ رکوع یا سجود میں جاکر ذکر بجالانے

ع حمد کے بعد پھر سورہ پڑھے اور اسکے بعد پھر قنوت اور تکبیر رکوع میں جائے یعنی ترتیب نماز کو درست کرلے اس سے قبل جو سورہ اور قنوت پڑھ چکا ہے وہ زائد ہو اس کی تلافی سجدہ سہو سے کرنی چاہیئے۔ (مترجم)

ضرورت نہیں ہے اگرچہ ابھی بعد کے رکن میں داخل نہیں ہوا ہے۔ لیکن خود ذکر کا محل گزر چکا ہے

مسئلہ اگر کوئی شخص ایک سجدہ یا تشہد کو بھول جائے اور سلام پھیرنے کے بعد یاد آئے تو اب دوبارہ نماز کے اندر داخل نہیں ہو سکتا بلکہ اُسی حالت سے سجدہ یا تشہد کی قضا کرے اور دو سجدہ سہو بجا لائے لیکن اگر آخری رکعت کے دونوں سجدے کرنا بھول جائے اور سلام کے بعد یاد آئے تو احوط یہ ہے کہ وہیں سے واپس ہو کر سجدے بجا لائے اور پھر تشہد و سلام کے بعد نماز کو تمام کرے اور دو سجدہ سہو گزشتہ تشہد کے زائد ہو جانے کی وجہ سے اور دو سجدہ سہو گزشتہ بے محل سلام کی وجہ سے بجا لائے اور بعد کو نماز بھی دوبارہ پڑھے۔

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص سنتی نماز میں کوئی جزو سہواً زیادہ کر دے تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی اگرچہ زائد شدہ جزو رکن ہی کیوں نہ ہو اور سجدہ سہو بھی اس کے ذمہ نہ ہوگا اور اگر کوئی شخص سنتی نماز میں کسی جزو کے بجا لانے کو بھول جائے اور اثنائے نماز ہی میں یاد آجائے تو وہیں سے واپس ہو کر اُس جزو کو پورا کر دے (اور اسی جزو سے پھر نماز کا سلسلہ شروع کر دے اگرچہ اُس جزو کے بعد کے رکن میں داخل ہو چکا ہو اور ان زیادتیوں کی وجہ سے جو اُس جزو کے تدارک کی وجہ سے عمل میں آئی ہیں سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا اور اگر سلام کے بعد یاد آئے پس اگر وہ جزو رکن نماز ہے تو نماز باطل ہے اور اگر غیر رکن ہے تو نماز درست ہے اور اب کچھ اُس کو کرنا نہیں ہے۔

اگر کسی شخص کو تشہد پڑھتے میں یہ شک پیدا ہو کہ یہ تشہد اصل نماز کا ہے یا میں سجدہ سہو کے متعلق تشہد پڑھ رہا ہوں جو مجھکو بجا لانا تھے تو وہ یہی طے کرے کہ یہ تشہد اصل نماز ہی کا ہے اور نماز کو پورا کرنے کے بعد میں اب سجدہ ہائے سہو بجا لائے اسی طرح اگر سجدہ میں شک ہو کہ میں یہ سجدہ نماز کا بجا لا رہا ہوں یا جو سجدہ ہائے سہو میرے ذمہ تھے اُن کے متعلق یہ سجدہ کر رہا ہوں تو بھی اس سجدہ کو سجدہ نماز قرار دے کر نماز کو پورا کرے اور بعد میں سجدہ ہائے سہو بجا لائے اور اگر تعقیب پڑھتے میں کسی شخص کو شک پیدا ہو کہ سہو کے جو سجدے میرے ذمہ تھے میں نے ادا کئے یا نہیں تو لازم ہے کہ سجدہ ہائے سہو بجا لائے۔

سجدہ سہو | دو عدد سجدۂ سہو چند چیزوں کے لیے واجب ہیں۔

اول۔ نماز میں سہواً بے محل کلام کر لینے کی وجہ سے۔

دوسرے بے محل سلام پھیر لینے کی وجہ سے۔

تیسرے۔ چوتھی اور پانچویں رکعت کے (بعد از کمال سجدہ میں) شک کی وجہ سے

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

چوتھے اور پانچویں تشہد اور ایک سجدہ کے فراموش ہو جانے کی وجہ سے ان دونوں مقامات میں واجب ہے کہ پہلے فراموش شدہ تشہد اور سجدہ کی قضا کرے اور بعد ازاں ہر ایک کے متعلق دو سجدۂ سہو بجالائے ایسا بھی ممکن ہے کہ کسی شخص سے ایک ہی رکعت کا ایک سجدہ فراموش ہو گیا ہو یا متعدد رکعات میں سے ایک ایک سجدہ بھول گیا ہو پس اگر کوئی شخص دو یا تین رکعتوں میں سے ایک ایک سجدہ بھول گیا ہو تو نماز کے بعد فراموش شدہ سجدوں کی قضا کرے اور پھر ہر ایک سجدہ کی وجہ سے دو دو سجدۂ سہو بجالائے۔ سجدہ ہائے سہو کو نماز کے بعد بلا فاصلہ بجالانا چاہیے البتہ اگر فراموش شدہ اجزا نماز کی قضا بھی کرنا ہو تو قضا اول بجالائے بعد کو سجدہ ہائے سہو کرے اسی طرح اگر نماز احتیاط بھی پڑھنا ہو تو اول نماز احتیاط پڑھے پھر سجدہ ہائے سہو کرے اور اگر فراموش شدہ اجزا نماز کی قضا بھی کرنا ہو اور نماز احتیاط بھی پڑھنا ہو تو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کو چاہے مقدم کرے اگرچہ احتیاط (استحبابی) یہ ہے کہ نماز احتیاط پہلے بجالائے اور اگر کوئی شخص سجدہ ہائے سہو کرنا بھول جائے تو جس وقت بھی یاد آئے بجالائے اگرچہ کوئی امر منافی نماز بھی عمل میں لا چکا ہو لیکن نماز کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ سجدہ سہو میں چند چیزیں واجب ہیں۔

اول۔ نیت

دوسرے۔ یہ کہ دو مرتبہ دو سجدے بجالائے۔

تیسرے۔ یہ کہ دونوں سجدوں میں سے ہر ایک میں ذکر کرے یا تو بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کہے یا بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ یا بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

چوتھے یہ کہ بنا بر احتیاط وجوبی جتنی باتیں سجدۂ نماز میں شرط ہیں ان سب کو ملحوظ رکھے

پانچویں یہ کہ سجدہ کے بعد نماز کی طرح تشہد پڑھے۔

چھٹے۔ یہ کہ تشہد کے بعد سلام یعنی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ پڑھے اور احوط (استحبابی) یہ ہے کہ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ بھی اس کے ساتھ کہے۔

نماز آیات

یہ نماز چاند گہن اور سورج گہن سے واجب ہوتی ہے اگرچہ کچھ حصہ ہی کو گہن لگا ہو اور اگرچہ

اتنا گہن موجب خوف نہ بھی ہو یا زلزلہ آئے اگرچہ باعث خوف نہ ہو اسی طرح ہوا کے تند و سرخ کے چلنے کی وجہ سے یا شدید تاریکی پھیل جانے کی وجہ سے اور غیر معمولی گرج چمک کی وجہ سے اور اسی طرح دیگر حوادث آسمانی کی وجہ سے واجب ہوتی ہے جو بالعموم نوع انسان کے لیے باعث خوف ہوتے ہیں اگرچہ کوئی شخص خود بھی نہ ڈرے۔

نماز آیات دو رکعتی نماز ہے ہر رکعت میں پانچ رکوع اور دو سجدے ہوتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ نیت کرکے تکبیر کہے اور حمد و سورہ پڑھنے کے بعد رکوع میں جائے اور رکوع میں ذکر کرکے سر اٹھائے اور پھر حمد و سورہ پڑھ کے استحباباً قنوت پڑھے پھر رکوع میں جا اور ذکر رکوع کے بعد پھر کھڑے ہو کر حمد و سورہ پڑھے اور رکوع کرے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد پھر حمد و سورہ اور استحباباً قنوت پڑھے اور رکوع کرے رکوع کے بعد پھر کھڑا ہو جائے اور حمد و سورہ پڑھ کر رکوع میں جائے اس کے بعد کھڑا ہو اور پھر دونوں سجدے کرے اور پھر کھڑا ہو کر حمد و سورہ اور استحباباً قنوت پڑھ کر رکوع میں جائے اور اسی طرح پانچ رکوع پورے کرے اور پانچویں رکوع کے بعد کھڑا ہو اور وہاں سے سجود میں جائے اور دونوں سجدوں کے بعد تشہد پڑھ کر سلام پھیرے۔

اس نماز کو دوسرے طریقہ سے اس طرح بجالانا بھی جائز ہے کہ تکبیرۃ الاحرام کے بعد سورہ حمد پورا پڑھے اور ایک آیت مثلاً سورۂ انا انزلنا کی پڑھے اور رکوع میں چلا جائے اور رکوع سے واپس ہو کر انا انزلناہ کی دوسری آیت محض پڑھے (اور استحباباً قنوت) اسی طرح پانچ رکوع بجالائے اور ہر رکوع سے پہلے محض ایک ایک آیت انا انزلناہ کی پڑھتا جائے یہاں تک کہ پانچ رکوع ختم کرنے تک ایک سورہ حمد اور مثلاً ایک سورۂ انا انزلناہ پورا ختم کرلے اور پانچویں رکوع کے بعد دونوں سجدے بجالائے اسی طرح دوسری رکعت میں رکوع سے قبل ایک بار سورۂ حمد پڑھے اور ایک سورہ کے ٹکڑے کرکے پانچوں رکوعوں پر تقسیم کرے اور نماز کو پورا کرے اور دوسرے طریقے بھی ممکن ہیں۔

چاند گہن اور سورج گہن کی نماز کا وقت گہن لگنے کی ابتدا سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک کہ پورا گردہ صاف ہو لیکن احوط استحبابی یہ ہے کہ اتنی تاخیر نہ کرے کہ گردہ صاف ہونا شروع ہو جائے۔

زلزلہ اور دیگر خوفناک حوادث آسمانی کی بابت سے جو نماز آیات پڑھی جاتی ہے

وہ آخر عمر تک ادا ہے لیکن احوط (استحبابی) یہ ہے کہ اُس حادثہ کے وقت کے اندر ہی اندر بجالائے۔ اور اگر کسی شخص کو بروقت چاند گہن یا سورج گہن کی اطلاع ہو اور وہ عمداً یا سہواً نماز آیات نہ بجالائے تو پھر اس کی قضا کرنا واجب ہے اگرچہ پورے گردہ کو گہن نہ بھی لگا ہو لیکن اگر کوئی شخص بالکل مطلع نہ ہو یہاں تک کہ پورا گردہ صاف ہو گیا پس اگر تمام گردہ کو نہیں لگا تھا تو اُس پر قضا لازم نہیں ہے اور اگر گہن تمام گردہ کو لگا تھا اُس کی قضا واجب ہے۔

نماز آیات کو جماعت ادا کرنا جائز ہے پس اگر کوئی شخص امام کو پہلی رکعت کے رکوع میں پائے تو جماعت نماز یومیہ کی وہیں سے جماعت میں شریک ہو جائے قرأت حمد و سورہ اس سے ساقط ہے اسی طرح اگر کوئی شخص مثلاً دوسرے رکوع میں امام کو پائے تو وہیں سے شریک ہو کر امام کے پانچویں رکوع تک امام کے ساتھ رہے اور جس وقت کہ امام سجدہ میں جائے تو ماموم قرأت حمد سورہ کے ساتھ اپنے بقیہ رکوعوں کو پورا کرے اور اپنے پانچویں رکوع کے بعد سجدہ میں جائے اور سجدہ میں یا دوسری رکعت میں امام سے جا ملے اور اگر چاہے تو اُسی مقام سے جماعت سے علیحدہ بھی ہو سکتا ہے۔

نماز آیات دو رکعتی نماز شمار کی جاتی ہے۔ پس اگر کسی شخص کو اُس کی رکعات کی تعداد میں شک پیدا ہو جائے تو اُس کی نماز باطل ہے اور اگر کسی رکعت کے رکوعوں کی تعداد میں یا دیگر اجزا نماز میں شک پیدا ہو تو اس کا حال اُن تمام احکام میں جو بیان ہو چکے ہیں نماز یومیہ کا سا ہے اسی طرح کسی امر کے سہو اور برمحل یا بعد از محل یاد آجانے کے متعلق جو احکام نماز یومیہ میں بیان ہو چکے ہیں یہاں بھی نافذ ہیں ایسے ہی نماز آیات میں کسی امر کی زیادتی و کمی کے احکام بھی وہی ہیں جو نماز یومیہ میں بیان ہو چکے ہیں۔

دیگر واجب نمازیں

نماز یومیہ اور نماز آیات کے علاوہ دیگر واجب نمازیں چند قسم کی ہیں جو ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:-

نمازِ قضا اگر کوئی شخص شرائط وجوب کے موجود ہوتے ہوئے واجبی نماز کو عصیاناً ترک کر دے یا کوئی شخص نماز کے وقت سو گیا ہو یا سہواً نماز نہ پڑھے یا بروقت نماز وضو یا تیمم کے لیے آب و خاک کچھ میسر نہ ہو یا کوئی چیز خود استعمال کی ہو جس کی جہت سے بروقت نماز بیہوش ہو گیا ہو تو ان تمام صورتوں میں نماز کی قضا واجب ہے لیکن اگر کوئی نماز حیض و نفاس کی وجہ سے ترک ہوئی تو اُس کی قضا لازم نہیں ہے بشرطیکہ نماز کے پورے وقت میں حیض یا نفاس کی حالت باقی رہی تو اُس کی قضا لازم نہیں ہے لیکن اگر کسی عورت کو حیض و نفاس سے طاہر ہونے کی حالت میں نماز کی ادائیگی کی قابل وقت کے شروع یا آخر میں گنجائش مل جائے اور اُس وقت نماز بجا نہ لائے تو اُس پر اس نماز کی قضا کرنا واجب ہے بلکہ حیض و نفاس سے پاک ہو کر نماز کے آخر وقت میں اُس کو ایک رکعت نماز کی بھی گنجائش مل جائے تو اُس پر نماز پڑھنا واجب ہے اور اُس کی یہ نماز ادا شمار ہوگی اور اگر معصیت کرے اور اُس وقت نماز نہ پڑھے تو اُس پر اُس نماز کی قضا واجب ہے۔ اقویٰ یہ ہے کہ یومیہ نمازوں کی قضا بہ ترتیب بجا لانا واجب نہیں ہے لہذا گزشتہ روز کی نماز سے پیشتر اُس کے بعد والے دن کی نماز کی قضا بجا لانا جائز ہے بلکہ اگر ایک ہی روز صبح و ظہر کی نماز ترک ہو گئی ہو تو نماز گزار کو اختیار ہے کہ جس نماز کی چاہے پہلے قضا بجا لائے البتہ اگر ایک ہی روز کی ظہرین یا مغربین فوت ہو گئی ہوں تو ظہر کی قضا پہلے اور عصر کی قضا بعد میں پڑھنی چاہیئے اسی طرح مغرب کی پہلے اور عشاء کی بعد میں قضا بجا لانی چاہیئے اس کے برعکس پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن احوط (استحبابی) یہ ہے کہ مطلقاً تمام فوت شدہ نمازوں کی قضا ترتیب بجا لائے اور اگر ترتیب معلوم نہ ہو تو تکرار اس طرح نمازیں پڑھے کہ ترتیب پیدا ہو جائے بشرطیکہ عسر و حرج کا باعث نہ ہو پس اگر کوئی شخص جانتا ہے کہ مجھ سے پانچ روز میں ہر روز ایک نماز فوت ہوئی ہے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کس روز کون سی نماز ترک ہوئی ہے تو پانچ روز کی نماز کی قضا بجا لائے۔ اسی طرح اگر اس سے بہت سی نمازیں فوت ہوئی ہوں اور اُن کی ترتیب معلوم نہ ہو تو اس قدر قضا نمازیں پڑھے کہ اُسکو یقین ہو جائے

کہ میری ساری فوت شدہ نمازیں بترتیب ادا ہو گئیں۔

قضا نماز کو ادا نماز سے پیشتر پڑھنا واجب نہیں ہے اگرچہ قضا کو پہلے پڑھنا احوط (استحبابی) ہے خصوصاً اگر قضا نماز صرف ایک ہی ہو اور بالخصوص اگر وہ ایک نماز اُسی دن سے متعلق ہو۔ اتمام و قصر کے متعلق یہ لحاظ کیا جائیگا کہ وہ نماز جس حالت میں فوت ہوئی ہو اُسی صورت سے اس کی قضا بجا لانی چاہیئے چنانچہ اگر کسی شخص سے کوئی نماز حالت حضر میں فوت ہوئی اور وہ موجودہ حالت میں مسافر ہو تو پوری نماز کی قضا بجا لائے اور اگر کسی شخص سے جو نماز فوت ہوئی ہو وہ اس کے شروع وقت میں تو حالت سفر میں تھا اور آخر وقت میں حالت حضر میں یا برعکس تو آخر وقت کی حالت پر دارومدار رہے گا

نماز والدین باپ بلکہ بنا بر احوط (وجوبی) ماں کی بھی جو نماز کسی عذر کی وجہ سے فوت ہو گئی ہو ولی میت پر اُس کی قضا بجا لانا واجب ہے ولی سے مراد میت کا بڑا بیٹا ہے لیکن اگر بڑی اولاد دختر ہو تو اس پر واجب نہیں ہے اور یہ شرط نہیں ہے کہ باپ کے انتقال کے وقت بیٹا موجود ہو اور بالغ ہو اگر میت کے فرزند نہ ہو یا ہو لیکن نماز اس سے بغیر کسی عذر کے فوت ہوئی ہو تو احوط (استحبابی) یہ ہے کہ میت کے بالغ ورثہ میت کے ترکہ میں سے اپنے حصہ سے کسی کو اجرت دیکر میت کی نمازیں ادا کرا دیں اور اگر میت نے اپنی نمازوں کو باجرت ادا کرا دینے کی وصیت کر دی ہو تو اس کے ثلث ترکہ سے اجرت نکالی جائیگی لیکن اگر ورثہ رضامند ہوں تو اصل[عہ] ترکہ میں سے اجرت لی جائیگی اور احوط (استحبابی) یہ ہے کہ بالغ ورثہ میت اپنے حصہ کے متعلق رضامندی دیں اگر ولی میت میت کی نمازوں کی قضا بجا لانے سے پیشتر خود مر جائے تو میت ثانی کے ولی پر میت اول کی نمازوں کی قضا بجا لانا واجب نہیں اور میت اول کے باقی اولیا پر بھی لازم نہیں ہے۔

ولی میت کو نمازیں ادا کرنے کے لیے کسی شخص کو اجرت پر مقرر کرنا بھی جائز ہے۔

نماز اجارہ جو شخص میت کی نمازیں بجا لانے کیلئے اجیر ہوا ہو اُس پر واجب ہے کہ مستحبات و کیفیات نماز کے متعلق جو کچھ اس نے اپنے ذمہ لے لیا ہو اُس کو بجا لائے بشرطیکہ اجرت میں یہ تمام قیود لگا دیگئی ہوں اگر وہ اُن امور کو بجا نہ لائیگا تو اجرت کا مستحق نہ ہوگا اگرچہ میت اور ولی میت اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو جائے عورت مرد کی نمازوں کی اجیر ہو سکتی ہے اس طرح مرد عورت کی نمازوں کیلئے اجیر بن سکتا ہے لہذا اجیر عورت میت کی جہریہ نمازوں میں جہر و اخفات سے پڑھنے میں مختار رہیگی اگرچہ مرد (میت) کی نمازیں ادا کر رہی ہو اسی طرح مرد پر لازم ہے کہ جہریہ نمازوں کو جہر کے ساتھ بجا لائے اگرچہ عورت (میت) کی نمازیں ادا کر رہا ہو۔

عہ فرق یہ ہے کہ اگر ثلث ترکہ سے نماز روزہ ادا کیا جائے گا تو رقم ثلث کے اندر رہے گی اور اگر اصل ترکہ سے دیا گیا تو ممکن ہے کہ ثلث سے بھی بڑھ جائے تب ادا ہو جائے گی۔ (مترجم)

نماز جماعت

واجب نمازوں کو جماعت سے بجا لانا مستحب ہے اور یومیہ نمازوں میں جماعت کی تاکید ہے مغرب عشاء اور صبح کی نماز میں بالخصوص اور زیادہ تاکید ہے۔ منقول ہے کہ ایک نماز عالم کیساتھ بجا لانا ہزار نمازوں کے برابر ہے اور جس قدر فضیلت کے جہات بڑھتے جائینگے اسی قدر ثواب میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائیگا اور جس قدر ماموین کی تعداد بڑھتی جائے گی ثواب المضاعف ہوتا چلا جائے گا۔

شرائط جمعہ کے موجود ہوتے ہوئے نماز جمعہ میں جماعت واجب ہے اور جس شخص کا حمد و سورہ درست نہ ہو اور وہ وقت نماز کے اندر اپنی قرأت صحیح کر سکتا ہو تو درست کر لے اور اسکو اختیار ہے کہ فرادی نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ لیکن اگر تنگی وقت کے جہت سے یا کسی اور ایسے ہی سبب سے وقت کے اندر قرأت درست نہ کر سکتا ہو تو اس کے لیے صرف یہی صورت ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھے اور اگر وہ کسی طرح کبھی بھی درست کر سکتا ہو تو اس صورت میں اسپر جماعت واجب نہیں ہے جس طرح قرأت کر سکتا ہو ویسے ہی نماز بجالائے لیکن احوط (استحبابی) یہ ہے کہ ایسا شخص جماعت ہی کے ساتھ نماز پڑھا کرے

کم از کم عدد جس سے جماعت منعقد ہوسکتی ہے دو ہے ایک امام اور ایک ماموم اگر ماموم صرف ایک مرد ہو تو مستحب ہے کہ وہ امام کی داہنی جانب کھڑا ہو جائے اور اگر ماموم عورت ہو تو اُس کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیئے۔

امام اور ماموم کی نماز کا ہئیت و کیفیت میں باہم ایک دوسرے کے موافق ہونا ضروری ہے ایسا نہیں ہوسکتا کہ مثلاً امام نماز میت یا عیدین یا نماز آیات پڑھ رہا ہو اور ماموم اس کے پیچھے نماز یومیہ پڑھنے لگے اسی طرح اس کے برعکس یہ کہ امام یومیہ نماز پڑھ رہا ہو اور ماموم اسکے پیچھے نماز میت یا عیدین یا آیات شروع کر دے لیکن عدد رکعات میں دونوں کی نمازوں کا باہم موافق ہونا ضروری نہیں ہے لہذا جائز ہے کہ حاضر مسافر کی یا مسافر حاضر کی اقتدا کرے یا امام کی نماز ادا ہو اور ماموم کی قضا یا امام کی قضا ہو اور ماموم کی ادا اور یہ صورت کہ امام نماز یومیہ پڑھ رہا ہو اور ماموم اس کے پیچھے نماز طواف پڑھنے لگے یا اس کے برعکس کہ امام نماز طواف میں مشغول ہو اور ماموم نماز یومیہ میں محل اشکال ہے بلکہ نماز طواف میں جماعت کا صحیح ہونا بھی اشکال سے خالی نہیں ہے۔ جو شخص اپنی نماز فرادی پڑھ چکا ہو تو وہ اُسی نماز کو دوبارہ جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے بلکہ ایسا کرنا مستحب ہے لیکن اگر امام کوئی نماز بصورت ادا یا قضا

احتیاطاً بجا لا رہا ہوں تو بنا براحوط بلکہ بنا براقوی اُس نماز میں اُس کی اقتدار جائز نہیں ہے اگرچہ ماموم بھی کوئی احتیاطی نماز ہی پڑھنا چاہتا ہو۔

شرائط امام جماعت امام جماعت میں چند امور شرط ہیں۔

اول۔ عاقل ہونا

دوسرے۔ بالغ ہونا

تیسرے مومن ہونا

چوتھے۔ طاہر الولادت ہونا (حلال زادہ ہونا)

پانچویں۔ یہ کہ اگر ماموم مرد ہو تو امام بھی مرد ہو بلکہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ امام ہر صورت مرد ہو اگرچہ اقتدا کرنے والی صرف عورتیں ہی ہوں۔

چھٹے۔ عدالت جو ایک ملکہ ہے[عہ] اس کے ثبوت کیلئے اتنا کافی ہے کہ کسی شخص کے ظاہری حالات ایسے اچھے ہوں کہ جنکو دیکھکر اُس شخص پر وثوق و طمینان ہو جائے۔

ساتویں یہ کہ اگر مومنین ایستادہ نماز پڑھتے ہوں تو امام بھی ایستادہ ہی نماز پڑھے[عہ]

آٹھویں یہ کہ امام کی قرأت درست ہو اگر امام قرأت واجب کو صحیح ادا نہیں کرسکتا ہو یا بعض حروف کو قرأت میں بعض سے بدل دیتا ہے اور ماموم اس غلطی سے محفوظ ہو تو اسکو ایسے امام کی اقتدا کرنا جائز نہیں ہے۔

نویں یہ کہ ماموم اور امام کے درمیان میں یا ماموم اور اُس سے اگلی صف کے درمیان کوئی ایسی چیز حائل نہو جو دیکھنے سے مانع ہو لیکن اگر ماموم عورت ہی تو درست ہے۔

دسویں یہ کہ ماموم امام سے دور نہ ہو یعنی ماموم کے سجدہ کا مقام اور امام کے کھڑے ہونے کی جگہ یا ماموم سے اگلی صف ایک قدم سے زیادہ فاصلہ پر نہ ہو یا ایسا ہو کہ ماموم اپنے داہنے یا بائیں کسی ایک طرف سے اس صف سے اتصال رکھتا ہو جو امام سے متصل ہے۔

گیارھویں یہ کہ امام کی جگہ ماموم کی جگہ سے معتد بہ (قابل لحاظ) مقدار میں بلند نہو یا بالشت بطور اس سے زیادہ بلندی قابل لحاظ ہے لیکن اگر فی الجملہ پستی بلندی ہو تو اسمیں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ماموم کی جگہ امام سے جس قدر بھی بلند ہو اسمیں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن نہ اتنا کہ امام سے اتصال نہ رہے اور

عہ ملکہ اُس کیفیت کو کہتے ہیں جو انسان کے نفس میں راسخ ہو گئی ہو اُردو میں ملکہ کی تعبیر ڈھب یا عادت سے کی جاسکتی ہے جس شخص کو گناہوں سے بچنے کا ڈھب پڑگیا ہو یعنی عادت ہوگئی ہے وہ عادل ہے۔ ۱۲

عہ اگر ماموین قیام پر قادر ہوں اور امام بھی قیام سے عاجز ہو تو بیٹھ کر جماعت درست ہو جائے گی (مترجم)

عرفاً جماعت میں شامل نہ رہے۔

بارھویں: یہ کہ ماموم امام سے آگے نہ ہو بلکہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ ماموم امام سے اگرچہ تھوڑا ہی سا لیکن پیچھے رہے۔

ماموم پر افعال نماز میں امام کی متابعت کرنا واجب ہے یعنی یہ کہ افعال نماز کو امام سے پہلے بجا نہ لائے بلکہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ امام سے پیچھے پیچھے رہے، رہے اقوال نماز تو تکبیرۃ الاحرام میں تو ضروری ہے کہ ماموم امام کے بعد کہے لیکن تکبیرۃ الاحرام کے علاوہ دوسرے اقوال میں پیچھے رہنا واجب نہیں ہے اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ بالخصوص سلام پھیرنے میں ماموم امام سے پیچھے رہے۔

اگر ماموم امام کو رکوع کے عالم میں پائے تو جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اگرچہ امام ذکر رکوع سے فارغ ہو چکا ہو اور یہ رکعت ماموم کی پہلی رکعت شمار کی جائے گی۔

اخفاتی نماز میں جبکہ امام حمد و سورہ کی قرأت کر رہا ہو بہتر یہ ہے کہ ماموم ذکر میں مشغول ہو جائے بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ جہریہ نماز میں بھی امام کے قرأت حمد و سورہ کرنے میں ماموم ذکر کر سکتا ہے البتہ اگر امام کی قرأت کی آواز ماموم کے کان میں پہونچ رہی ہو یا فقط ہمہمہ (گونج) ہی سنائی دے رہا ہو تو ماموم پر واجب ہے کہ خود حمد و سورہ کی قرأت نہ کرے اور اگر کسی طرح بھی کچھ سنائی دے تو اقویٰ یہ ہے کہ ماموم کو آہستہ حمد و سورہ کی قرأت کرنا مستحب ہے۔

اگر امام قنوت میں مشغول ہو اور ماموم تکبیرۃ الاحرام کہکر وہیں سے جماعت میں شریک ہو جائے تو مستحب ہے کہ امام کی متابعت میں قنوت پڑھے اسی طرح جب امام تشہد پڑھے تو تشہد میں بھی اسکی متابعت کرے لیکن احوط (استحبابی) یہ ہے کہ امام کے تشہد پڑھتے وقت ماموم تجافیؑ کی صورت سے بیٹھ جائے۔ تجافی کی شکل یہ ہے کہ اپنے دونوں زانوؤں کو زمین سے بلند کرے اور جب ماموم اپنی دوسری رکعت میں ہو تو اپنی قرأت آہستہ آہستہ کرے اگرچہ جہریہ نماز ہی پڑھ رہا ہو اور امام کی جب آخیر رکعت ہو اور وہ سلام تک امام کے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہو تو تجافی کی صورت سے بیٹھ جائے اور اگر امام کے ساتھ رہنا چاہتا ہو تو جب امام دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو وہیں سے کھڑا ہو جائے اور اپنی نماز کو تمام کرے اسی طرح ماموم اثنائے نماز میں اپنے کسی عذر کی وجہ سے جس مقام پر بھی جماعت سے علیحدہ ہونا چاہتا ہو علیحدہ ہو سکتا ہے بلکہ

عـــہ نیز صف اول میں مامومین کے درمیان دو آدمیوں کی جگہ خالی نہ ہو ورنہ اتصال نہ رہے گا۔ ۱۲ مترجم

عـــہ تجافی کی نشست یہ ہے کہ دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے اور پیروں پر بوجھ دے کر دونوں زانو زمین سے کسی قدر بلند کرے مترجم

بغیر عذر کے بھی علیحدہ ہونا جائز ہے اگرچہ خلاف احتیاط (استحبابی) ہے

اگر ماموم امام کو پہلے سے عادل جانتا ہو اور نماز کے بعد معلوم ہو کہ امام کافر یا فاسق تھا یا باطہارت نہ تھا تو ماموم کی نماز صحیح ہے اور اگر اثنائے نماز ہی میں ماموم کو یہ معلوم ہو جائے تو وہیں سے فرادی کی نیت کرے۔

اگر ماموم سہواً امام سے پیشتر رکوع میں چلا جائے تو احتیاطاً رکوع بجالائے اور اگر وہ ذکر کرنے کے بعد پھر واپس ہونے لگے اور ابھی قیام میں نہ پہونچا ہو کہ امام رکوع میں چلا جائے تو ماموم قیام کر کے پھر رکوع میں جائے اور بعد کو احتیاطاً (استحبابی) دوبارہ نماز بجالائے اگرچہ دوبارہ نماز پڑھنا واجب عے۱ نہیں ہے اور اگر کوئی شخص سہواً امام سے قبل رکوع سے سر اٹھائے تو واپس ہو کر پھر رکوع میں چلا جائے اور اگر ماموم ابھی کسی قدر جھکا ہو کہ امام سر اٹھالے تو وہ بھی وہیں سے واپس ہو جائے بعینہ یہی حکم متابعت امام میں سجدہ کے متعلق بھی ہے۔

قصر و اتمام

حالت سفر میں چو رکعتی نماز میں قصر کرنا چاہیئے یعنی چار کے بجائے دو رکعت نماز پڑھنا چاہیئے بشرطیکہ سات شرطیں پائی جائیں۔

اوّل یہ کہ سفر بقدر مسافت شرعیہ یعنی آٹھ فرسخ ہو خواہ محض جانے ہی میں یہ مقدار پوری ہو جائے مثلاً کسی شخص کے دو عے۲ وطن ہوں اور دونوں کے درمیان میں آٹھ فرسخ کا فاصلہ ہو یا آمد و رفت دونوں میں ملا کر آٹھ فرسخ ہوتے ہوں بشرطیکہ جانے کی مسافت چار فرسخ سے کم نہ ہو مثلاً کوئی شخص اپنے وطن سے چار فرسخ کے فاصلہ پر جائے اور اسی روز یا اس روز کے بعد واپس آجائے۔

ہر فرسخ تین میل کا اور ہر میل چار ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے پس اگر کسی شخص کا سفر مسافت کی اس مقدار سے کم ہو اگرچہ کمی بہت تھوڑی سی ہو لیکن قصر نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو شک ہو کہ میرا سفر مقدار مسافت کے برابر ہے یا نہیں تو وہ بھی قصر نہ کرے۔

دوسرے یہ کہ مسافت کی یہ مقدار قصد کر کے طے کرے پس اگر کوئی شخص کسی فراری کے پیچھے جا رہا ہو اور اس کو یہ کچھ معلوم نہ ہو کہ مسافت بھر جانا ہوگا یا نہیں تو وہ

عے۱ جماعت کی نماز میں سہواً رکن کی کمی و زیادتی سے نماز باطل نہیں ہوتی ۱۲

عے۲ فرسخ کی مسافت انگریزی حساب سے تقریباً ۲۷ ½ میل چالیس گز ہوتی ہے ۱۲ (مترجم)

قصر نہ کرے اگرچہ اس کا سفر مقدار مسافت سے زیادہ بھی ہو جائے۔ البتہ اگر وہی مقدار مسافت کی برابر ہو تو قصر کرنا چاہیئے۔

تیسرے یہ کہ مسافت مذکورہ کا قصد برابر قائم رہے مسافت کے ختم ہونے تک درمیان میں تردد پیدا نہ ہو پس اگر کوئی شخص مسافت کا ایک حصہ تو جو مسافت شرعیہ کے برابر نہ ہو قصد کرکے طے کرے اور اس کے بعد اس کو آگے بڑھنے یا واپس ہو جانے میں تردد پیدا ہو جائے تو قصر نہ ہوگا اور اگر دوبارہ آگے جانے ہی کی رائے طے کرلے پس اگر بقیہ سفر بقدر مسافت ہو تو قصر کرے ورنہ احوط (وجوبی) یہ ہے کہ قصر و اتمام دونوں کے احکام پر عمل کرے بالخصوص ایسی صورت میں کہ اس نے مسافت کا کچھ حصہ اس تردد کے عالم میں طے بھی کیا ہو

چوتھے۔ یہ کہ حسب ذیل تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز سے اپنے سفر کو قطع نہ کرے۔

اول۔ کسی مقام پر دس روز تک قیام کرنا۔

دوسرے۔ اپنے وطن میں پہونچ جانا۔

تیسرے۔ بغیر دس روز کے اقامت کی نیت کیئے ہوئے کسی مقام میں تیس روز تک امروز فردا ہی کے خیال میں ٹھہر جانا بشرطیکہ یہ مدت ایک ہی جگہ تردد کی حالت میں گزر جائے لیکن اگر کوئی شخص تیس دن میں سے کچھ دن کسی ایک مقام پر مقیم رہے اور کچھ دن دوسرے مقام پر تو یہ حکم سفر یعنی قصر برابر جاری رہے گا لیکن اگر کوئی شخص اس مقام سے دن کے دن یا دن گزرنے کے بعد شب میں واپسی کے قصد سے کہیں باہر چلا جائے لیکن یہ درمیانی سفر بقدر مسافت شرعیہ نہ ہو غرض یہ کہ عرفاً یہی کہیں کہ وہ تیس روز عالم تردد میں یکجا مقیم رہا تو اس کو تیس دن کے بعد اتمام کرنا چاہیئے۔

مختصر یہ کہ ان تینوں صورتوں میں حکم سفر یعنی قصر باقی نہیں رہے گا اور نماز پوری پڑھی جائے گی لیکن اگر کوئی شخص کسی مقام پر دس روز قیام کی نیت کئے ہوئے ہو اور ایک چو رکعتی ادا نماز وہاں پوری پڑھ بھی لے بعد کو اس کا ارادہ دس روز سے قبل واپسی کا ہو جائے یا قیام کے متعلق تردد پیدا ہو جائے تو جب تک وہاں رہے پوری نماز پڑھتا رہے اگرچہ خاص اسی روز واپس ہونا چاہے بخلاف اس کے کہ اس نے کوئی چو رکعتی نماز وہاں پڑھے بغیر ہی واپسی کا ارادہ کر دیا یا قیام میں اسکو تردد ہو گیا تو قصر کرنا چاہیئے اگرچہ وہاں قیام کو بلا قصد دس روز ہی لگ جائیں اور جس شخص نے کسی مقام پر دس روز قیام کی نیت کی ہو اگر وہ دس روز

کے درمیان میں اُس مقام کے اطراف میں جو شرعی مسافت سے کم فاصلہ پر ہوں صرف جانا آنا چاہے یا ایک شب یا اس سے کچھ زائد وہاں قیام کرکے اپنی جائے قیام پر واپس ہوجائے تو اس کے قیام کو کوئی ضرر نہ پہونچے گا وہاں وہ پوری ہی نماز پڑھے جائے بلکہ اگر ابتدائے قصد اقامت ہی سے اسکی نیت باہر جاکر اُسی روز فوراً شب بسر کیئے بغیر واپس آنے کی تھی تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے اقوی یہ ہے کہ اس صورت میں بھی نماز تمام ہی بجالائے اگرچہ وہ شخص وہاں سے باہر جاکر وہاں شب بھی بسر کرے البتہ اولیٰ و احوط (استحبابی) اس صورت میں بلکہ اس سے پہلی صورت میں بھی یہ ہے کہ قصر و اتمام دونوں کے احکام پر عمل کرے لیکن اگر کوئی شخص ابتدائے قصد و اقامت سے عازم تھا کہ میں اپنے جائے قیام سے مسافت شرعیہ سے کم سفر کروں گا اور وہاں جاکر شب بسر کروں گا تو ایسی صورت میں احتیاط (وجوبی) یہ ہے کہ جمع بین القصر والاتمام کو ترک نہ کرے

پانچویں یہ کہ سفر کسی شخص کا شغل اور پیشہ نہ ہو مثلاً ساربان اور سواریاں کرایہ پر چلانے والا اور ملاح (کشتی بان) اور قاصد وغیرہ کیونکہ ان لوگوں کو نماز پوری پڑھنی چاہیئے البتہ اگر یہ لوگ اپنے پیشہ کے علاوہ کسی دوسرے کام سے مثلاً زیارت کرنے کے لیے جائیں تو قصر ہوگا اس حکم کا دارومدار یہ ہے کہ جس وقت ان لوگوں میں یہ حالت پیدا ہوجائے کہ عرف میں سفر کو ان کا مشغلہ اور پیشہ کہا جانے لگے تو نماز کے حالت سفر میں پورا پڑھنے کا حکم ہوجائیگا اگرچہ یہ حیثیت اُن کو اپنے پہلے ہی سفر میں پیدا ہوجائے اور اگر ایسا شخص دس روز اپنے شہر میں اگرچہ بلا قصد قیام کرے یا کسی دوسرے شہر میں دس روز با لقصد قیام کرے تو اب پہلا حکم منقطع ہوجائیگا اور اگر کسی شخص کو کوئی ضرورت پیش آجائے جس کی وجہ سے اُس کو پے درپے متواتر تین سفر کرنا پڑیں لیکن اُس نے سفر کو اپنا پیشہ قرار نہ دیا ہو تو اس کے لئے سفر میں اتمام کا حکم نافذ نہ ہوگا۔

چھٹے یہ کہ سفر حرام نہ ہو مثلاً یہ کہ کوئی غلام اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جائے یا یہ کہ مثلاً کوئی شخص چوری کرنے یا کسی ظالم کو مدد دینے کیلئے سفر کرے یا یہ کہ اُس کو اس سفر سے کسی واجب کا ترک کرنا مقصود ہو تو ان تمام صورتوں میں بھی سفر میں اتمام کرنا چاہیئے اسی طرح اگر کوئی شخص محض تفریحاً شکار کرنے کے لیے سفر کرے تو اسکو بھی اتمام کرنا چاہیئے۔ ایسے اشخاص پر تمام کا حکم اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ وہ فعل گناہ عـ میں ہوں اور جس وقت میں

عـ یعنی جائے اقامت سے کسی ایسے مقام پر جو بقصد مسافت شرعیہ نہ ہو جاکر شب بسر کرنا ۱۲ (مترجم) عـ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مثلاً جس مقام پر گناہ کرنے کے قصد سے گیا تھا اب وہاں سے واپس آرہا ہے اب اس مقام کے سے آگے کسی دوسری غرض سے جانا چاہتا ہے تو واپسی اور آگے جانے کے متعلق سفر حرام نہیں ہے ۱۲

کہ گناہ سے علیحدہ ہوں تو قصر کرنا چاہیئے اگر بقیہ سفر بقدر مسافت نہ ہو۔[ع۵]

ساتویں محل ترخص سے باہر ہو جانا یعنی شہر سے اتنے فاصلہ پر پہنچ جائے کہ شہر کی دیواریں نگاہ سے اوجھل ہو جائیں یا شہر کی اذان کی آواز سنائی نہ دے اور احوط (استحبابی) ہے کہ جب دونوں امور حاصل ہو جائیں اُس وقت سے قصر شروع کرے خواہ اُس شہر سے کہیں باہر جا رہا ہو یا کہیں سے اُس مقام پر واپس آتا ہو البتہ اگر وہاں سے کہیں جاتے وقت کسی جگہ پہونچے اور اُس کو شک ہو کہ حد ترخص سے باہر ہو گیا یا نہیں تو اس مقام پر اتمام کرے اور اگر کہیں سے اُس شہر کو واپس آ رہا ہو تو اب اُسی مقام پر قصر کرے اور احوط (استحبابی) یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں قصر و اتمام دونوں کے احکام پر عمل کرے خواہ شہر اُس کا وطن ہو یا دہ روزہ جائے قیام ہو۔

مذکورہ بالا شرائط کے سفر میں پائے جانے کی صورت میں قصر کرنا واجب ہے البتہ چار مقام اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اول - مکہ معظمہ — ان چاروں مقامات میں قصر و اتمام میں اختیار ہے
دوسرے - مدینہ منورہ — اگرچہ قصر احوط (استحبابی) اور اتمام افضل ہے
تیسرے - مسجد کوفہ — لیکن یہ حکم صرف نماز کا ہے - روزہ ان مقامات میں
چوتھے - حائر حضرت سید الشہداء علیہم السلام — رکھنا چاہیئے۔

اگر کوئی شخص سفر میں عمداً نماز پوری پڑھے تو نماز باطل ہے البتہ اگر کوئی شخص ناواقف ہو کہ قصر کرنا واجب ہے، تو اُسکی نماز درست ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی شہر میں دس روز قیام کرے اور حکم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اتمام کے بجائے قصر کرے تو احوط بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ دوبارہ نماز بجا لائے اور اگر کوئی شخص حکم قصر سے واقف تھا اور بروقت وجوب قصر کا حکم بھول گیا یا اپنے مسافر ہونے کی حالت سے غافل ہو گیا اور نماز پوری پڑھ لی بعد کو یاد آیا پس اگر وقت کے اندر یاد آ گیا تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر وقت گزر چکا ہو تو قضا لازم نہیں ہے اور اگر نماز کا وقت داخل ہو چکا ہو اور کوئی شخص نماز پڑھے بغیر سفر کرے اور حد ترخص سے باہر پہونچ جائے تو قصر کرنا چاہیئے اگر کوئی شخص سفر سے اپنے وطن یا دہ روزہ قیام گاہ کو آ رہا ہو اور ابھی حالت سفر ہی میں ہو کہ وقت شروع ہو جائے اور وہ سفر میں نماز نہ پڑھے تو وطن اور دہ روزہ قیامگاہ کے حد ترخص کے اندر داخل ہو کر اُس کو پوری نماز پڑھنا چاہیئے اور اگر ان صورتوں میں کوئی نماز اُس سے فوت ہو جائے تو اقویٰ یہ ہے کہ پہلی شکل میں نماز قصر اور دوسری صورت میں پوری نماز کی قضا بجا لائے۔

ع۵ بشرطیکہ کل سفر ملا کر بقدر مسافت ہو۔

بَابُ الصَّوم

طلوع فجر سے لے کر غروب شرعی تک اُن چیزوں سے جو آئندہ بیان ہونگی پرہیز کرنا روزہ کہلاتا ہی روزہ کے احکام چند مباحث میں بیان ہونگے۔

شرائطِ صوم روزہ کے متعلق چند امور شرط ہیں۔

اول عقل۔ پس اگر کوئی شخص دن کے کسی حصّہ میں دیوانہ ہو جائے تو اُس کا روزہ صحیح نہیں ہے۔ اور قضا بھی اُس کے ذمہ نہیں ہی۔

دوسرے۔ مسلم ہونا

تیسرے۔ مومن ہونا

چوتھے۔ تمام دن حیض و نفاس سے پاک ہونا

پانچویں۔ کسی ایسے سفر میں نہ ہونا جسمیں نماز قصر ہو جاتی ہی البتہ کوئی شخص اگر زوال سے قبل اپنے وطن یا دہ روزہ جائے قیام میں داخل ہو جائے اور ابھی کوئی مفطر استعمال میں لایا ہو تو اُس کا روزہ صحیح ہو جائیگا اسی طرح اگر کوئی شخص زوال کے بعد سفر شروع کرے تو اسکا بھی روزہ صحیح ہو جائے گا ماہ مبارک رمضان میں اختیاراً سفر کرنا جائز ہی لیکن دوسرے قسم کے معینہ[ع] واجب روزوں میں مثلاً قضا مضیق یا نذر معین وغیرہ میں احوط بلکہ اقویٰ یہ ہی کہ سفر کرنا ناجائز ہی اور اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور کوئی معین روزہ اس کے ذمہ فرض ہو تو اقویٰ یہ ہی کہ دس روز قیام کا قصد کرنا اسکے لیے واجب ہے البتہ اگر کسی شخص نے کسی خاص دن سفر کی حالت میں روزہ رکھنے کی نذر کی ہو یا نذر میں یہ نیت کر لی ہو کہ سفر و حضر جو صورت ہو دونوں حالتوں میں رکھوں گا تو اُس پر عالم سفر ہی میں روزہ واجب اور درست ہی اور وہ روزہ قیام کی نیت کرنا واجب نہیں ہی۔

چھٹے ضرر سے بخوف ہونا پس اگر کسی شخص کو ظن[عہ] ہو کہ روزہ سے نقصان پہونچیگا یا ضرر کا اندیشہ ہو مثلاً خطرہ ہو کہ روزہ سے مرض پیدا ہو جائیگا یا مرض میں زیادتی ہو جائیگی تو اس کا روزہ

[ع] جس روزہ کے ادا کرنے کا زمانہ معین ہو وہ واجب معین ہی اور جس روزہ کے ادا کرنے میں روزہ دار کو اختیار ہو کہ جب چاہے ادا کر دے تو وہ واجب غیر معین ہی مثلاً اگر کسی شخص سے رمضان کا کوئی روزہ فوت ہو جائے تو اگلے رمضان تک جس روز چاہے روزہ بجا لا سکتا ہی لیکن اگر اگلے رمضان کو صرف ایک دن باقی رہ جائے تو اب یہ روزہ واجب معین ہو جائے گا اسی طرح اگر کسی خاص دن روزہ رکھنے کی نذر کی ہو تو وہ واجب معین ہی ورنہ غیر معین ۱۲ (مترجم)

[عہ] خیال کا رجحان ہو ۱۲۔

صحیح نہ ہوگا بلکہ اگر دودھ پلانیوالی عورت کو اندیشہ ہو کہ دودھ کم ہو جائیگا اور بچہ کو اسکی وجہ نقصان پہونچے گا تو اسکو افطار کرنا چاہیئے اسی طرح اگر حاملہ عورت کے وضع حمل کا زمانہ قریب ہو اور اسکو اپنے یا اپنے بچے کے متعلق تشنگی یا گرسنگی کی جہت سے خطرہ ہو تو اس کا روزہ بھی صحیح نہیں ہے اسی طرح کبیر السن مرد و عورت اگر روزہ رکھنے سے عاجز ہوں تو اُن پر بھی روزہ فرض نہیں ہے اسی طرح اگر کسی شخص کو پیاس کا ایسا مرض ہو کہ کبھی وہ سیراب ہوتا ہو اور وہ پانی چھوڑ نہ سکتا ہو تو اس کے ذمہ کبھی روزہ لازم نہیں ہے، ان تمام صورتوں میں سے پہلی صورت یعنی اپنی جان کے خطرہ کی صورت کے علاوہ اور صورتوں میں ہر روزہ کے عوض ایک مُد غلہ تصدق کرنا چاہیئے اور مذکورہ بالا اقسام کے جملہ اشخاص کا جب عذر رفع ہو جائے اور روزہ رکھنے پر قادر ہو جائیں تو روزہ کی قضا کرنی چاہیئے۔

اقویٰ یہ ہی کہ بلوغ روزہ کی صحت کے لیے شرط نہیں ہے بلکہ روزہ کا وجوب بالغ ہونے پر موقوف ہے، اقویٰ یہ ہی کہ جس طرح تمام دیگر عبادات ممیز لڑکے کی درست ہوتی ہیں اسی طرح روزہ بھی درست ہے،

نیت صوم روزہ کی نیت میں شرط ہی کہ جو مفطرات آیندہ بیان کئے جائینگے اُن سے پرہیز کرنے کی نیت کرے اور اس قدر نیت کافی ہی کہ میں قربۃً الی اللہ روزہ رکھوں گا اور اگر روزہ از خود معین ہو تو خیر مثلاً رمضان کا مہینہ ہے اور اگر معین نہ ہو تو روزہ کا معین کرنا ضروری ہے یعنی نیت میں یہ تشریح ہونی چاہیئے کہ یہ کیسا روزہ ہے اور یہ کہ روزہ محض تعمیل حکم خدا کیلئے رکھے البتہ اگر اجرت پر دوسرے کی طرف سے روزہ بجا لا رہا ہو تو دوسرے شخص کی نیابت کا ارادہ کرنا ضروری ہے اور اگر اُن دس مفطرات کو جو آیندہ بیان ہونگے تفصیلاً ذہن میں لا سکتا ہو تو اجمالاً صرف اتنا ہی کافی ہے کہ میں مفطرات صوم کو استعمال میں نہ لاؤں گا۔ ماہ رمضان کے روزوں کے متعلق احوط (استحبابی) یہ ہی کہ پہلی شب کو تمام مہینہ کے روزوں کی بھی نیت کرے اور ہر شب علیحدہ بھی نیت کرے اور اگر کوئی شخص کسی دن روزہ کی نیت کرنا بھول جائے اور زوال سے قبل یاد آجائے تو فوراً نیت کر لینا کافی ہے اور اگر کسی شخص کو زوال کے بعد یاد آئے۔ تو بقیہ دن امساک کرے (مفطرات سے پرہیز کرے) لیکن اُس دن کا روزہ درست نہ ہوگا اسی طرح دیگر تمام قضا اور غیر قضا واجب روزوں کا حکم ہے کہ اگر کوئی مفطر استعمال نہ کیا ہو تو زوال سے پہلے پہلے روزہ کی نیت کر سکتا ہے۔ لیکن زوال کے بعد نیت کا وقت جاتا رہتا ہے لیکن سنتی روزہ کی نیت غروب سے پیشتر ہر وقت ہو سکتی ہے۔

عہ اسّی روپیہ کے حساب سے ایک مد تقریباً ۱۲ چھٹانک ہوتا ہے (مترجم)

شعبان ورمضان کے یوم الشک میں شعبان کی ۳۰ تاریخ کی نیت سے روزہ رکھے یا اگر کوئی قضا یا نذر یا کفارہ وغیرہ کا روزہ اُس کے ذمہ ہو تو اُسی کی نیت کرے ورنہ سُنتی روزہ کی نیت سے روزہ رکھے اور روزہ کی حالت میں جس وقت بھی یہ معلوم ہو جائے کہ رویت ہوگئی اور آج رمضان کی پہلی تاریخ ہے تو فوراً نیت کی تجدید کرلے (نیت بدل دے) روزہ درست ہو جائیگا اور اگر یہ روزہ وہ قبل از تحقیق پہلے ہی سے رمضان کی نیت سے رکھے گا تو روزہ باطل ہو جائیگا اسی طرح اگر کوئی شخص اس طرح بہ تردید نیت کرے کہ اگر آج رمضان کی پہلی ہے تو یہ روزہ رمضان میں محسوب ہو اور اگر شعبان کی ۳۰ ہے تو سُنتی روزہ ہے تو اس صورت سے بھی روزہ درست نہ ہوگا اگرچہ بعد میں تحقیق سے یہی ثابت ہو کہ رویت ہوگئی اور رمضان کی پہلی تاریخ ہے۔

اگر کوئی شخص روزہ میں یہ ارادہ کرے کہ میں ابھی روزہ توڑ رہا ہوں یا روزہ کی نیت میں کسی وقت ریا شامل ہو جائے اور بعد کو ان خیالات سے باز آجائے تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا بلکہ اگر کوئی شخص یہ ارادہ کرے کہ میں گھنٹہ بھر بعد روزہ توڑ ڈالوں گا تو بھی احوط بلکہ اقوی یہ ہے کہ روزہ باطل ہو جائے گا۔

مفطرات صوم جن چیزوں کے استعمال سے روزہ باطل ہو جاتا ہے اور جن سے روزہ دار کو پرہیز کرنا چاہیئے وہ دس چیزیں ہیں۔

پہلے اور دوسرے۔ قصداً کھانا اور پینا خواہ کوئی شخص ایسی کوئی چیز کھائے پیئے جو معمولاً کھانے پینے میں آتی ہو، یا عادتاً کھانے پینے میں آتی ہو مثلاً غذا کے جو اجزا دانتوں کی جڑوں میں باقی رہ جاتے ہیں کوئی شخص اُنکو نگل جائے یا دماغی رطوبت کو پی جائے تو روزہ باطل ہو جائیگا لیکن اگر کوئی شخص دانتوں کی جڑوں میں جو اجزاء غذا باقی رہ گئے ہوں سہواً ان کو نگل جائے تو روزہ باطل نہ ہوگا اگرچہ اس نے از خود کوتاہی کرکے دانتوں میں خلال نہ کی ہو۔ لیکن احوط (استحبابی) یہ ہے کہ خلال کرنا چاہیئے اسیطرح احوط (استحبابی) یہ ہے کہ اگر خلال نہ کی ہو اور روزہ میں سہواً غذا کے اجزا نگل جائے تو روزہ کی قضا کرے

روزہ میں اپنے بچوں کیلئے یا جانوروں کے بھرانے کے لیے کھانا چبا کر دینا جائز ہے اسی طرح سالن کا نمک چکھنا بھی اور اسی طرح کے اور دوسرے کام بھی جائز ہیں بشرطیکہ عمداً اُس کا کوئی جزو حلق سے نہ اُتر جائے بلکہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ روزہ میں اس قسم کا کوئی کام نہ کرے

روزہ میں وضو کیلئے کلی کرنا جائز ہے بلکہ مُنہ ٹھنڈا کرنے کے لیے بھی جائز ہے لیکن مستحب ہے کہ کلی کے بعد تین مرتبہ لعاب دہن منہ میں جمع کرکے تھوک دے اور اگر بلا اختیار یا غفلت میں

یا بھول کر کلی کا پانی حلق سے اُتر جائے پس اگر واجبی نماز کے وضو کی غرض سے کلی کر رہا تھا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر واجبی نماز کے وضو کے علاوہ کسی اور غرض سے کلی کر رہا تھا تو احوط (وجوبی) ہے کہ روزہ کی قضا بجالائے اور اگر محض بلا ضرورت یا منھ ٹھنڈا کرنے کی غرض سے وضو کر رہا تھا تو روزہ کی قضا لازم ہوگی روزہ دار کو مسواک کرنا جائز بلکہ مستحب ہے لیکن مسواک کرنے میں مسواک کو منھ سے باہر نہ نکالے اور اگر باہر نکالے تو پھر اسکو خشک کر کے دوبارہ منھ کے اندر داخل کرے اور اگر بلا خشک کئے ہوئے دوبارہ منھ میں داخل کرے تو اُس کے پانی کو نگل نہ جائے۔

سینہ اور دماغ کی رطوبت جبوقت تک کہ لبوں سے باہر نہ نکلی ہو اُس کے نگل جانے سے اگرچہ روزہ کا ابطلان معلوم نہیں ہے لیکن احوط یہ ہے کہ اُس کو نہ نگلے بلکہ اگر سینہ یا دماغ کی رطوبت فضاء دہن میں پہونچ چکی ہو تو یہ احتیاط ترک نہ کرنا چاہیئے۔

تیسرے جماع۔ جماع سے روزہ باطل ہو جاتا ہے اور قضا و کفارہ دونوں لازم ہو جاتے ہیں خواہ جماع قبل میں کیا جائے یا دُبر میں فاعل و مفعول دونوں کا حکم یکساں ہے بشرطیکہ جماع عمداً کیا جائے لیکن اگر سہواً یا غفلت میں واقع ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے البتہ یاد آتے ہی فوراً اپنے کو بچانا واجب ہے اسی طرح اگر روزہ میں احتلام ہو جائے تو بھی روزہ باطل نہ ہوگا اور محتلم کیلئے روزہ میں غسل میں تاخیر کرنا بھی جائز ہے اسی طرح احتلام کے بعد پیشاب کے ذریعہ سے منی کا استبراء کرنا بھی جائز ہے اور پیشاب کے مقام کو سونت کر استبراء کرنا بھی جائز ہے۔

چوتھے۔ خدا و رسول اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام پر جھوٹ بولنا احوط (وجوبی) یہ کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور دیگر حضرات انبیاء و اوصیاء علیہم السلام بھی اس حکم میں شامل ہیں لیکن روزہ اسی صورت میں باطل ہوگا جب کوئی جان کر ایسا جھوٹ بولے ورنہ باطل نہ ہوگا اگرچہ درحقیقت جھوٹ ہو اور سہواً دعا و قرآن کو غلط پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

پانچویں۔ پانی میں غوطہ لگانا بنا بر احوط (وجوبی) اس سے بھی روزہ باطل ہو جاتا ہے اور قضا و کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں خواہ کوئی شخص تمام سر و بدن کو پانی میں ڈبو دے یا محض سر ہی کو غوطہ دے اگرچہ سر کے بال پانی سے باہر ہوں خواہ ناک کان بھی پانی سے باہر ہوں یا پانی کے اندر اور خواہ روزہ واجب ہو یا سنت بہرصورت باطل ہے اور اگر کوئی شخص پورے سر کو اس طرح غوطہ دے کہ ایک مرتبہ سر کے کچھ حصّہ کو غوطہ دے اور دوسری مرتبہ سر کے کچھ حصّہ کو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر کوئی شخص بلا اختیار روزہ سے غافل ہو کر غوطہ

لگالے یا اس خیال میں ہو کہ غوطہ نہیں لگاؤں گا لیکن غوطہ کھا جائے یا کوئی اتنا بہت سا پانی اپنے سر پر ڈال لے کہ اس سے سارا سر پوشیدہ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، اگر کوئی شخص آب مضاف مثلاً گلاب وغیرہ میں غوطہ لگائے تو اقوی یہ ہے کہ روزہ باطل نہ ہوگا لیکن احوط (استحبابی) یہ ہے کہ ایسا نہ کرے۔

اگر کوئی شخص غسل کے ارادہ سے روزہ ماہ رمضان میں غوطہ لگائے تو روزہ و غسل دونوں باطل ہونگے بلکہ اگر غوطہ لگانے کے بعد پانی کے اندر رہنے کی حالت میں یا پانی سے نکلتے ہوئے بھی غسل کی نیت کرے تو بھی اقوی یہ ہے کہ غسل صحیح نہ ہوگا لیکن ماہ رمضان کے علاوہ کوئی دوسرا واجب معین روزہ ہو تو اسمیں پانی کے اندر ڈوبتے وقت تو غسل درست نہ ہوگا لیکن پانی کے اندر رہنے کی حالت میں یا باہر نکلتے ہوئے اگر غسل کی نیت کرے تو غسل درست ہو جائے گا۔ لیکن غیر معین واجب روزہ میں اگر غوطہ لگائے تو روزہ باطل ہو جائیگا لیکن غسل تینوں صورتوں میں صحیح رہیگا بعینہ یہی حکم سُنّتی روزہ میں بھی ہے اسی طرح واجب معین روزہ میں خواہ وہ رمضان کا ہو خواہ غیر رمضان کا کوئی شخص بلا قصد غوطہ میں چلا جائے تو یاد آتے ہی اور اختیار ہوتے ہی فوراً سر کو پانی سے باہر نکالے اور نکالتے ہوئے اگر وہ غسل کی بھی نیت کرے تو غسل درست ہو جائے گا لیکن اگر پانی کے اندر توقف کرے گا تو روزہ باطل ہو جائے گا۔

چھٹے۔ غبار کو حلق تک یعنی (خ) کے مخرج تک پہونچانا اس سے روزہ باطل ہو جائیگا اور قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے لیکن شرط یہ ہے کہ ایسا عمل قصداً کیا جائے۔ احوط (وجوبی) یہ ہے کہ اگر غبار گاڑھا نہ بھی ہو تو بھی روزہ باطل ہو جائے گا۔ خواہ غبار حلال قسم کا ہو مثلاً آٹا یا حرام ہو مثلاً خاک، غبار کے اُڑانیکا باعث خواہ وہ شخص خود ہی ہو یا کوئی دوسرا ہو مثلاً کوئی شخص غبار کی جگہ کھڑا ہو جائے اور اپنا تحفظ نہ کرے لیکن اگر کوئی شخص جیسا چاہیئے اپنا تحفظ کرے اور بعد کو معلوم ہو کہ غبار حلق تک پہونچ گیا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

احوط (وجوبی) یہ ہے کہ غلیظ (گاڑھا) دھویں اور بھاپ سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے خواہ یہ دھواں وغیرہ حقہ کا ہو یا کسی اور چیز کا بلکہ یہ حکم خالی از قوت نہیں ہے۔

ساتویں۔ بالقصد قے کرنا اس سے بھی بنا بر اقوی روزہ کی قضا ہی واجب ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص بلا اختیار قے کرے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر کوئی شخص ضرورت کی بنا پر قے کرے تو اُسپر قے کرنا حرام نہیں ہے۔ لیکن روزہ باطل ہو جائے گا اور اگر بے اختیاری میں غذا یا پانی کسی شخص کے حلق تک آ جائے اور وہیں سے واپس ہو جائے تو کوئی نقصان نہیں ہے،

اور اگر فضا دہن میں پہونچ جائے تو اسکو باہر ڈال دے روزہ کو اس سے کوئی ضرر نہ پہونچے گا البتہ اگر کوئی شخص اس کو بالقصد دوبارہ نگل جائے تو روزہ باطل ہو جائیگا اور قضا و کفارہ دونوں لازم ہونگے۔

آٹھویں۔ بغیر جماع کے قصداً از خود منی کا خارج کرنا اگرچہ زوجہ کے ساتھ بوس و کنار کی جہت ہی سے خارج ہو جائے بشرطیکہ وہ خود انزال پر تلا ہوا ہو یا اس طرح سے منی کا خارج ہو جانا اسکی عادت میں ہو بلکہ ان دونوں صورتوں میں اگرچہ منی خارج نہ بھی ہو تب بھی روزہ باطل ہو جائے گا لیکن اگر نہ تو اس کا قصد ہی انزال کا ہو اور نہ اس کی عادت ہی ایسی ہو اور پھر منی خارج ہو جائے تو روزہ کی قضا لازم نہ ہوگی اگرچہ قضا بجالانا احوط (استحبابی) ہے۔

اگر کسی شخص کو روزہ میں احتلام ہو جائے تو وہ منی کا استبرا کرنے کی غرض سے بالقصد پیشاب کرسکتا ہے اگرچہ اس کو یقین ہو کہ نالی کے اندر جو منی باقی رہ گئی ہے وہ پیشاب کرنے سے خارج ہو جائے گی۔

نویں بلا ضرورت کسی رقیق چیز سے حقنہ (عمل) لینا ایسی صورت میں وہ حرام ہی ہوگا اور روزہ بھی باطل ہو جائے گا۔ اور قضا و کفارہ دونوں لازم ہونگے۔ خشک شے سے عمل لینا مکروہ ہے بلکہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں خشک شے سے بھی عمل نہ لیا جائے۔

دسویں طلوع فجر تک بالقصد حالت جنابت پر باقی رہنا۔ ایسا کرنا حرام بھی ہے اور روزہ کا مبطل بھی اور قضا و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں یہ حکم صرف ماہ مبارک رمضان اور قضائے ماہ رمضان کے روزوں سے مخصوص ہے روزہ کے باقی اقسام میں ثابت نہیں ہے اسی طرح حیض و نفاس کی حالت پر طلوع فجر تک باقی رہنا لیکن اقوی یہ ہے کہ اس صورت میں روزہ کی صرف قضا کرنا ہوگی کفارہ عائد نہ ہوگا اور یہ حکم محض ماہ رمضان ہی کے ساتھ مخصوص ہے غیر ماہ رمضان کے روزوں میں حتیٰ کہ ماہ رمضان کے قضا روزوں میں بھی ثابت نہیں ہے اگرچہ ماہ رمضان کے قضا روزوں میں اس کا لحاظ کرنا احوط (استحبابی) ہے۔

اگر کوئی شخص یہ طے کرکے سو جائے کہ میں غسل نہ کروں گا یا سوتے وقت غسل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور صبح تک سونے کے خیال سے سو جائے تو وہ بھی بقا بر بنا خیانت ہی کی صورت ہے لیکن اگر کوئی شخص اس مرتبہ سونیکے بعد بیدار ہو جائے اور پھر دوبارہ ارادہ کرکے سو جائے کہ صبح سے پیشتر غسل کر لوں گا اور پھر صبح تک بیدار نہ ہو تو اس پر روزہ کی

صرف قضا واجب ہوگی اور یہ دونوں مرتبہ سونا اُس کے لیے ناجائز ہوگا۔ اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہی کہ دوسری مرتبہ نہ سوے لیکن اگر کوئی شخص دوسری مرتبہ بیدار رہو تو اب اُس کو تیسری مرتبہ سونا ناجائز ہی اور اگر وہ نافرمانی کرے اور سوجائے اور پھر بیدار نہ ہو تو روزہ کی قضا اُس پہ لازم ہی اور احوط (وجوبی) یہ ہی کہ کفارہ بھی ادا کرے۔

اگر کوئی شخص جنب ہوجائے اور اصل جنابت سے غافل ہوجائے یا جنابت یاد ہو لیکن غسل سے غافل ہوجائے یا اس امر سے غافل ہو کہ کل مجھکو روزہ رکھنا ہی اور وہ غسل نہ کرے تو اُسپر کوئی بات لازم نہیں ہی اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہی کہ روزہ کی قضا بجالائے۔

اگر جنب و حائض و نفسا کے لیے غسل کرنا ممکن نہ ہو تو تیمم کرنا واجب ہے اور تیمم کرنے کے بعد صبح تک بیدار رہنا احوط (وجوبی) ہی۔

زن مستحاضہ کا روزہ درست ہی سوے اُن اغسال کے جو اسکے ذمہ فرض ہیں اسکے روزہ کے لیے اور کسی غسل کی ضرورت نہیں ہی بلکہ اُن اغسال پر بھی روزہ کی صحت کا موقوف ہونا محل تامل ہی لیکن یہ اغسال احتیاطاً (وجوبی) ضرور بجالانا چاہئیں خصوصاً خاص روزہ کے دن اور روزہ کی گزشتہ شب کے اغسال احتیاطاً ضرور بجالائے اور احوط (استحبابی) یہ ہی کہ مستحاضہ صبح کا غسل طلوع فجر سے پیشتر بجالائے اگرچہ اقویٰ یہ ہی کہ ایسا کرنا واجب نہیں ہی

موجبات قضاء روزہ

بعض چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے روزہ کی صرف قضا واجب ہوتی ہی کفارہ واجب نہیں ہوتا وہ حسب ذیل ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ کوئی شخص یہ جستجو نہ کرے کہ صبح ہوگئی ہی یا نہیں اور جستجو کئے بغیر کوئی مفطر استعمال کرے بعد میں معلوم ہو کہ اُس وقت صبح ہوگئی تھی تو اُس روزہ کی قضا واجب ہی لیکن اگر کسی شخص نے جستجو کی اور یہ اطمینان کرکے کہ ابھی رات باقی ہی اُس نے کوئی مفطر استعمال کیا بعد میں اس کے خلاف ثابت ہوا کہ اس وقت صبح ہوگئی تھی تو قضا لازم نہیں ہی اگرچہ قضا بجالانا احوط (استحبابی) ہے۔

دوسرے یہ کہ کسی شخص نے اُس کو بتلایا کہ رات ہی اور اُس نے اس کے قول پہ اعتماد کرکے کوئی مفطر استعمال کیا بعد کو معلوم ہوا کہ اس وقت صبح ہوچکی تھی تو اس روزہ کی قضا لازم ہے

تیسرے یہ کہ کسی شخص نے اس کو خبر دی کہ صبح ہوگئی ہی اور یہ اس کو مذاق سمجھا اور بعد کو معلوم ہوا کہ درحقیقت اُس وقت صبح ہوچکی تھی تو بھی قضا لازم ہی بلکہ اگر

کسی شخص کو یقین ہو کہ ابھی رات ہی بعد میں ثابت ہو کہ اس وقت صبح ہو چکی تھی تو بھی احوط (وجوبی) یہ ہی کہ اُس روزہ کی قضا بجالائے

چوتھے یہ کہ کسی شخص نے خبر دی کہ مغرب کا وقت ہو گیا اور شخص خود دیکھ نہیں سکتا تھا اور اس نے اُسی کے قول پر اعتماد کر کے روزہ افطار کر لیا بعد کو ثابت ہوا کہ مغرب کا وقت نہیں ہوا تھا تو اُسپر روزہ کی قضا واجب ہے اور اگر کسی شخص نے باوجود قدرت خود نہیں دیکھا اور صرف دوسرے شخص کے کہنے سے روزہ افطار کیا تو اسپر کفارہ بھی لازم ہوگا لیکن مغرب کا وقت ہو جانیکی خبر کسی ایک عادل یا دو عادلوں نے دی ہو اس بنا پر اس نے روزہ افطار کیا ہو تو کفارہ لازم نہ ہوگا اور اگر ابر کی وجہ سے کسی شخص کو یقین ہو جائے کہ مغرب کا وقت ہو گیا اور وہ روزہ افطار کرلے بعد کو معلوم ہو کہ اسوقت دن تھا تو قضا واجب نہیں ہے

روزہ واجب کے اقسام | واجب روزے سات قسم کے ہیں۔

اول ۔ ماہ مبارک رمضان کے روزے۔

دوسرے ۔ ماہ مبارک رمضان کی قضا کے روزے۔

تیسرے ۔ اعتکاف کے تیسرے دن کا روزہ

چوتھے ۔ حج تمتع میں ہدی کے عوض بطور کفارہ دس روزے۔

پانچویں ۔ بُدنہ کے عوض اٹھارہ روزے۔

چھٹے ۔ وہ روزے جو نذر و عہد و یمین کی وجہ سے واجب ہو گئے ہوں۔

ساتویں ۔ ماہ رمضان کا ایک روزہ افطار کر لینے کی وجہ سے بطور کفارہ دو ماہ کے روزہ پے درپے ادا کرنے چاہئیں اختیار ہی کہ کفارہ میں خواہ کوئی شخص دو ماہ کے روزے رکھے یا ایک غلام آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے علاوہ ازیں مختلف قسم کے کفاروں کے روزے بہت ہیں۔

جاننا چاہئیے کہ جو روزے باپ سے کسی عذر کی وجہ سے فوت ہو گئے ہوں تو بڑے بیٹے پر اُن کی قضا بجالانا واجب ہے اور اگر بغیر عذر کے فوت ہوے ہوں تو لازم نہیں ہی اور اگر میت نے خود بذریعہ وصیت انتظام کر دیا ہو یا کوئی دوسرا شخص تبرعاً میت کی طرف سے روزوں کی قضا بجالائے تو بیٹے سے قضا ساقط ہو جائے گی۔ البتہ اگر میت نے مرض کی جہت سے روزہ نہ رکھا اور اسی مرض میں انتقال ہو گیا یا اُس مرض کے بعد ابھی روزہ رکھنے پر قدرت حاصل نہ ہوئی تھی کہ انتقال ہو گیا تو ان روزوں کی قضا لازم نہیں

ہے اور اگر کوئی مریض مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھے اور مرض کا سلسلہ آیندہ ماہ میں رمضان تک قائم رہے تو اُن روزوں کی قضا اُس سے ساقط ہے البتہ ہر روزہ کے بدلے ایک مُد طعام کفارہ ادا کردے اور احوط (استحبابی) یہ ہے کہ روزوں کی قضا بھی بجالائے لیکن اگر کسی دوسرے عذر مثلاً سفر کی وجہ سے اسی طرح تمام سال گزر جائے تو ایسا نہیں ہے اُس کو روزوں کی قضا کرنی چاہیئے۔ اور احوط (استحبابی) یہ ہے کہ ہر روزہ کے بدلے ایک مُد طعام کفارہ بھی ادا کردے لیکن اگر کسی شخص کا عذر برطرف ہو جائے اور درمیان سال میں باوجود قدرت روزوں کی قضا بجا نہ لائے یہاں تک کہ دوسرا رمضان آجائے تو وہ گنہگار ہے اُس کو چاہیئے کہ جب چاہے روزوں کی قضا بھی بجا لائے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مُد طعام کفارہ بھی ادا کرے اور اگر کوئی شخص چند سال گزر جانے کے بعد روزوں کی قضا بجالائے تو وہی صرف ایک سال کا کفارہ یعنی ہر روزہ پہ ایک مُد طعام اُس کو دینا ہوگا

بابُ الزکوٰۃ

زکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں زکوٰۃ فطرہ اور زکوٰۃ مال دونوں کو ذیل میں جدا جدا بیان کیا جائیگا

زکوٰۃ فطرہ

زکوٰۃ فطرہ جو بدن کی زکوٰۃ ہے چند شرطوں سے واجب ہوتی ہے۔

اول۔ بالغ ہونا۔

دوسرے۔ عاقل ہونا۔ بیہوش نہ ہونا۔

تیسرے۔ آزاد ہونا۔

مذکورۂ بالا تینوں شرطیں ایسی ہیں کہ بغیر اُنکے زکوٰۃ فطرہ واجب نہیں ہوتی اور اگر کوئی بغیر ان شرائط کے زکوٰۃ ادا کرے تو صحیح بھی نہ ہوگی۔

چوتھے مسلمان ہونا لیکن زکوٰۃ کا وجوب مسلمان ہونے پر موقوف نہیں ہے کافر پر بھی واجب ہے، البتہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا عمل بغیر مسلمان ہوئے صحیح نہیں ہوسکتا۔

پانچویں غنی ہونا۔ یہ شرط چوتھی شرط کے بالکل برعکس ہے یعنی بغیر اس شرط کے زکوٰۃ فطرہ واجب نہ ہوگی لیکن اگر کوئی شخص غنی نہ ہو اور پھر بھی فطرہ ادا کرے تو اُس کا یہ عمل صحیح و درست ہے غنی ہونے کا معیار یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اور اپنے واجب النفقہ عیال کے سال بھر کے اخراجات کا مالک ہو خواہ اُسکے پاس اتنا مال بالفعل موجود ہو یا کوئی ایسا کام اُس کے پاس ہو کہ اُس سے بتدریج اُن کے مصارف کیلئے روپیہ حاصل کرتا رہے اور اُن کی ضروریات پوری ہوجائیں اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو وہ شخص فقیر ہے اُس پر زکوٰۃ فطرہ واجب نہیں ہے البتہ مستحب ہے اور اگر کسی کے پاس ایک صاع (بحساب انگریزی ۲ ¾ سیر) سے زیادہ کچھ نہ ہو تو اس کو یہ کرنا چاہیئے کہ وہ صاع اپنے فقیر عیال میں سے کسی ایک کو دیدے اور وہ دوسرے کو اور دوسرا تیسرے کو اسی طرح آخر شخص کے ہاتھ میں پہونچ جائے اور اگر وہ چاہے تو اُس صاع کو اپنے عیال ہی میں کسی ایک کو دے دے اور چاہے تو کسی فقیر کو دیدے احوط استحبابی یہی ہے کہ کسی دوسرے فقیر کو دیدے

ہر شخص کو اپنے اور اپنے واجب النفقہ اور غیر واجب النفقہ بالغ و غیر بالغ آزاد و غلام غرض جملہ

عیال کے متعلق فطرہ دینا ضروری ہی اسی طرح جو مہماں ماہ رمضان کے آخر وقت یعنی ہلال شوال
کے موقع پر اُسکے عیال میں محسوب ہو تو اُس کا فطرہ بھی واجب ہے گا اور اگر میزبان فقیر ہو اور مہمان غنی
ہو تو مہمان کو اپنا فطرہ خود ادا کرنا چاہیئے اسی طرح اگر زوجہ مالدار ہو اور شوہر فقیر ہو اور وہ زوجہ کے
مصارف کو بمشقت پورا کرتا ہو تو احوط بلکہ اقویٰ یہ ہی کہ زوجہ پر واجب ہے کہ اپنا فطرہ خود ادا کرے اور
اگر کسی عورت کے مصارف اسکے شوہر کے علاوہ کسی اور شخص کے ذمہ ہوں تو اسی شخص پر اس کا فطرہ بھی واجب ہے گا
اسی طرح زوجہ کے علاوہ کسی اس شخص کے دیگر اہل وعیال کے مصارف بھی اگر کسی دوسرے شخص
کے ذمہ ہوں تو فطرہ بھی وہی شخص ادا کرے۔

فطرہ کی جنس

زکوٰۃ فطرہ میں چند قسم کی چیزیں دی جا سکتی ہیں۔
گیہوں۔ جَو۔ خرما۔ منقیٰ۔ کشمش۔ دودھ۔ مسور وچنا وغیرہ۔ احوط (استحبابی) یہ ہی کہ
فطرہ میں پہلی چار چیزوں میں سے کوئی چیز دی جائے افضل یہ ہی کہ خرما اور منقیٰ دی جائے۔

فطرہ کی مقدار

فطرہ کی مقدار ایک صاع ہی جو ۶۱۴ ۱/۴ مثقال صیرفی کے برابر ہوتا ہی جو جنس بھی
دی جائے ایک صاع ہی دینا چاہیئے اور قیمت کا دے دینا بھی کافی ہی۔

وقت وجوب فطرہ

ماہ مبارک رمضان کی آخری تاریخ جب آفتاب غروب ہو جائے تو فطرہ واجب
ہو جاتا ہی اور بہتر یہ ہی کہ رات ہی کو فطرہ نکالدیا جائے اور نماز عید سے
موخر کرنا جائز نہیں ہی اور اگر کوئی شخص نماز کے بعد تک فطرہ نہ نکالے تو احوط (وجوبی) یہ ہی کہ اسی
روز قربت مطلقہ کے قصد سے فطرہ دے دے اور ادا و قضا کا ارادہ نہ کرے اور اگر کوئی
شخص فطرہ جدا کر چکا ہو تو وہ کسی معین مستحق کے انتظار کی جہت سے فقیر کو دینے میں تاخیر کر سکتا ہے۔

زکوٰۃ فطرہ کا مصرف

فطرہ کا مصرف یہ ہی کہ فقرا کو دیدیا جائے اور بہتر یہ ہی کہ اقارب
کو غیروں پر مقدم رکھے اور ہمسایہ کو غیر اقارب پر مقدم رکھے
اور ہمسایہ کے بعد اہل علم کو دوسروں پر مقدم سمجھے۔
جس فقیر کو فطرہ دیا جائے اس میں عدالت کا ہونا شرط نہیں ہی اگرچہ احوط (استحبابی) ہی کہ
عادل کو دیا جائے اور بہتر یہ ہی کہ امام کی غیبت کے زمانہ میں فطرہ مجتہد کے حوالہ کردیا جائے اور ضروری ہے
کہ فطرہ لینے والا شخص ہاشمی نہ ہو لیکن اگر فطرہ دینے والا شخص بھی ہاشمی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر
مجبوری کی صورت میں ہاشمی غیر ہاشمی کا فطرہ بھی لے سکتا ہی اسی طرح شرط ہی کہ جو فقیر فطرہ لے اور
ایسا شخص نہ ہو جس کا نفقہ فطرہ دہندہ شخص کے ذمہ واجب ہی نیز جائز ہے کہ عورت

اپنا فطرہ اپنے فقیر شوہر کو دیدے

احوط (وجوبی) یہ ہی کہ کسی فقیر کو ایک عدد فطرہ سے کم دینا جائز نہیں ہی اگرچہ فقرا، زیادہ ہوں کہ بعض کو کچھ بھی نہ ملے۔

زکوٰۃ مال

زکوٰۃ مال چند مباحث میں بیان کی جائے گی جو حسب ذیل ہیں۔

شرائط وجوب زکوٰۃ | زکوٰۃ کا مکلف کوئی شخص اُس وقت ہو سکتا ہی جبکہ بالغ اور عاقل ہونے کے علاوہ اُس کے اندر حسب ذیل دو شرطیں اور بھی پائی جائیں۔

اول۔ یہ کہ نصاب کا مالک ہو۔

دوسرے۔ یہ کہ جس مال سے زکوٰۃ متعلق ہی اُس پر اسکو تصرف کرنا بھی ممکن ہو جن چیزوں کی زکوٰۃ سال گزرنے پر واجب ہوتی ہی اُن میں یہ شرط ہی کہ سال بھر تک وہ شے اُس کے لیے ممکن التصرف رہی اور جن اشیا سے زکوٰۃ متعلق ہونے میں پورا سال گزرنے کی شرط نہیں ہی اُنمیں وجوب زکوٰۃ کا حکم متعلق ہونے کے وقت مالک کو صاحب تصرف ہونا چاہیے لہذا جو مال گم ہو گیا ہو یا چوری گیا ہو یا کسی نے غصب کر لیا ہو اسکی زکوٰۃ مالک پر واجب نہیں ہی البتہ اگر ایسا ہو کہ کچھ تھوڑا سا دینے سے وہ مال حاصل ہو سکتا ہو پھر کوئی شخص کچھ دے کر اس مال کو حاصل نہ کرے تو احوط (وجوبی) یہ ہی کہ اُس مال کی زکوٰۃ دینا چاہیے لیکن اگر بغیر کچھ دیئے ہوے کچھ مدت کے بعد غاصب کے پاس سے اُس مال کا نکل آنا ممکن ہو تو بالفعل زکوٰۃ واجب نہیں ہی اسی طرح اگر کوئی شخص کسی مال کے بیچ ڈالنے پر قادر ہو۔ لیکن عین مال پر خود اسکے لیے تصرف ممکن نہ ہو تو ایسے مال کی زکوٰۃ بھی واجب نہیں ہی۔ قرض کی زکوٰۃ قرض لینے والے پر ہی۔ قرض دینے والے پر نہیں ہی۔

زکوٰۃ مال میں کسی شخص کا غنی ہونا ضروری نہیں ہی بلکہ جو شخص بھی نصاب زکوٰۃ کا مالک ہو اسپر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے اگرچہ وہ مال اس کے سالانہ مصارف کے لیے ناکافی ہو اور اگرچہ جتنا مال اُس وقت اُس کو حاصل ہوا ہو اسی کے برابر یا اس سے زیادہ اُس پر قرضہ کا بار ہو لیکن بہر صورت زکوٰۃ دینا واجب ہے اگر کوئی شخص اپنی زمین کچھ لگان پر کاشت کیلئے اٹھا دے تو اسکی زکوٰۃ کاشتکار پر ہو گی جس نے زمین لگان پر لی ہے۔

اشیاء زکوٰۃ | جن چیزوں سے زکوٰۃ متعلق ہوتی ہی وہ نو ہیں۔ سکہ دار سونا

سکہ دار چاندی، گوسفند، اونٹ، گائے۔

مذکورۂ بالا پانچوں چیزوں سے زکوٰۃ اُس وقت متعلق ہوگی کہ مالک کے پاس یعنی ایک سال تک برقرار رہیں اگر سال بھر تک برابر مالک کے پاس نہ رہیں تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ بارھواں مہینہ داخل ہوتے ہی سال متحقق ہو جاتا ہی اگرچہ وہ مہینہ اسی سال میں شمار ہی۔ نیز گوسفند اور گائے اور اونٹ میں یہ بھی شرط ہی کہ وہ معلوفہ نہ ہوں بلکہ سائمہ کہلاتے ہوں یعنی سال بھر تک جنگل میں چرتے پھرتے ہوں اور مالک کے پاس سے چارہ نہ کھایا ہو اگرچہ کبھی کبھی مالک اپنے پاس سے بھی کھلا دیتا ہو۔ اگر وہ کوئی سی مملوکہ چیز بھی کھائیں گے تو معلوفہ کہلائیں گے۔ ان جانوروں کے بچوں میں وجوب زکوٰۃ کے لیے سائمہ ہونے کی شرط ہم کو معلوم نہیں ہی لہذا اُن کا سال اُسی وقت سے شروع ہو جائے گا جب کہ وہ پیدا ہوں گے اور اُن سے زکوٰۃ متعلق ہوگی اگرچہ اُن کی ماں معلوفہ ہو۔ اونٹ اور گائے میں یہ بھی شرط ہی کہ وہ کام میں نہ آتے ہوں مثلاً اگر آب کشی یا سواری وغیرہ کا کام اُن سے لیا جاتا ہو تو ایسی شکل میں زکوٰۃ اُن سے متعلق نہ ہوگی۔ غرض زکوٰۃ کے متعلق ہونے کا دارومدار یہ ہی کہ عرفاً یہ کہا جائے کہ وہ تمام سال کاروبار میں نہیں رہے۔

چھٹے گیہوں ساتویں جَو آٹھویں منقیٰ نویں خرما۔ ان چاروں میں شرط ہی کہ زکوٰۃ متعلق ہونے سے پیشتر مالک کی ملکیت میں آ چکے ہوں خواہ زراعت کے ذریعہ سے خواہ بیع وغیرہ کے ذریعہ سے۔

ان چاروں غلات میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوتی ہی کہ جب سرکاری مالگذاری اور دانہ کے صاف ہونے اور انگور و خرما کے خشک ہونے کے وقت تک کے جملہ مصارف کاشت کو اس میں سے وضع کر دیا جائے۔ لیکن احوط (استحبابی) یہ ہی کہ مالگذاری اور مصارف کاشت وضع کرنے سے قبل جس قدر مقدار ہو اس میں نصاب کا لحاظ کیا جائے



عــه معلوفہ علف سے ہی جس کے معنی چارہ کے ہیں یعنی وہ جانور جس کو چارہ کھلا کر پالا جائے سائمہ سوم سے جس کے معنی چرنے کے ہیں یعنی وہ جانور جو منھ چھٹ چرتا پھرتا ہو ۱۲ (مترجم)

نقشہ نصاب زکوٰۃ

نقدین

کیفیت	زکوٰۃ	نصاب	نمبر شمار نصاب	اشیائے زکوٰۃ
قاعدہ کا یہ ہے کہ جب سکہ دار سونا اور چاندی بقدر نصاب ہو جائے یا نصاب سے بڑھ جائے تو اس میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دے دینا چاہیئے اگرچہ بعض اوقات میں کسی قدر زائد چلا جائے گا	چالیسواں حصہ	۱۵ مثقال صیرفی بحساب انگریزی ۵ تولہ ۲ ماشہ ۴ رتی	۱	سکہ دار سونا
		۳ مثقال صیرفی بحساب انگریزی ایک تولہ ایک ماشہ ۴ رتی	۲	
استحباباً سامان تجارت میں سے بھی سکہ دار سونا چاندی کے اصول کے مطابق ہی زکوٰۃ دی جائے گی۔		۱۰۵ مثقال صیرفی بحساب انگریزی کتالیس روپیہ ایک ماشہ	۱	سکہ دار چاندی
		۲۱ مثقال صیرفی بحساب انگریزی آٹھ روپیہ ۲ ماشہ ۴ رتی	۲	

حیوانات

کیفیت	زکوٰۃ	نصاب	نمبر شمار نصاب	اشیائے زکوٰۃ
چار سو کے بعد ہر سیکڑہ پر ایک گوسفند کا اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔	ایک گوسفند	۴۰	۱	گوسفند
	دو گوسفند	۱۲۱	۲	
زکوٰۃ میں اگر بکری دی جائے تو کم از کم اسکو تیسرا سال لگ چکا ہو اور اگر	۳ گوسفند	۲۰۱	۳	
بھیڑ دی جائے تو تیسرا سال پورا کر چکی ہو	۴ گوسفند	۳۰۱	۴	
	۵ گوسفند	۴۰۰	۵	
	ایک گوسفند	۵	۱	شتر
	۲ گوسفند	۱۰	۲	
	۳ گوسفند	۱۵	۳	
	۴ گوسفند	۲۰	۴	

اشیائے زکوٰۃ	نمبر شمار نصاب	نصاب	زکوٰۃ	کیفیت
شتر	۵	۲۵	۵ گوسفند	اگر اونٹوں کی تعداد ماتحت نصاب سے زائد ہوجائے لیکن ابھی اُس سے بالاتر نصاب تک نہ پہونچے تو دو نصابوں کے درمیان کی اس مزید تعداد پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ زکوٰۃ میں ہمیشہ اونٹنی دی جائے گی اونٹ نہیں دیا جائے گا۔
	۶	۲۶	ایک اونٹنی جو دوسرے سال میں لگ چکی ہو	
	۷	۳۶	ایک اونٹنی جو تیسرے سال میں لگ چکی ہو	
	۸	۴۶	ایک اونٹنی جسکو چوتھا سال شروع ہوچکا ہو	
	۹	۶۱	ایک اونٹنی جسکو پانچواں سال شروع ہوچکا ہو	
	۱۰	۷۶	دو اونٹنیاں جنکو تیسرا سال شروع ہوچکا ہو	
	۱۱	۹۱	〃 چوتھا سال 〃	
	۱۲	۱۲۱	نصاب ہذا اور اسکے بعد جس قدر تعداد بڑھتی جائے اُس میں ہر پچاس پر ایک اونٹنی جسکو چوتھا سال شروع ہوچکا ہو یا ہر چالیس پر ایک اونٹنی جس کو تیسرا سال شروع ہوچکا ہو دینا چاہیئے	
گائے	۱	۳۰	ایک ایک سالہ بچھیا یا بچھڑا	چالیس سے تعداد بڑھ جانے کی حالت میں اختیار ہے خواہ تیس کے عدد سے حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کرے اور خواہ چالیس کے حساب سے بشرطیکہ جتنی تعداد ہو اسمیں دونوں نصابوں میں سے کسی ایک کے حساب سے زکوٰۃ دیجاسکتی ہو مثلاً کسی کے پاس ایک سو بیس گائیں ہوں اور اگر کوئی ایسا عدد ہو جسمیں ایک ہی حساب ہوسکتا ہو تو اُسی کے مطابق ادا کرنی چاہیئے لیکن اصل تعداد کو نصاب کے اس عدد سے تقسیم کرنا چاہیئے جسمیں باقی کم بچے
〃	۲	۴۰	ایک سالہ بچھیا جو تیسرے سال میں داخل ہوئی ہو	

غلات

اشیاء زکوۃ	نمبر شمار نصاب	نصاب	زکوۃ	کیفیت
گیہوں جو منقے خرما	۱ ۱ ۱ ۱	تین سو صاع جو انشی روپیہ کے انگریزی سیر سے ۲۲ من اکیس سیر پانچ چھٹانک دو تولہ ۶ ماشہ ہوتا ہے نصاب کے بعد جتنی مقدار بڑھتی جائے اسمیں زکوۃ دی جائے گی	اگر آبپاشی کی گئی ہو تو ۱/۲۰ اگر آب باراں سے پیداوار ہوئی ہو یا نہر کا پانی خود سے وہاں آکر گرتا ہو تو ۱/۱۰ اور اگر آبپاشی بھی کی گئی اور آب باراں وغیرہ بھی شریک ہو تو آدھے میں ۱/۱۰ اور آدھے میں ۱/۲۰ ع٥	اگر زیادہ تر آبپاشی ہی کی گئی ہو اور کبھی کبھی بارش وغیرہ ہو گئی ہو تو آبپاشی ہی کا حکم غالب رہیگا اور اگر زیادہ تر آب باراں وغیرہ سے کام چلا ہو اور بہت کم آبپاشی بھی ہوئی ہو تو پیداوار آب باراں ہی سے سمجھی جائے گی زکوۃ اُس وقت متعلق ہو جاتی ہے کہ جب گیہوں یا جو کا نام صادق آنے لگے اور انگور اور خرما سے اُس وقت متعلق ہو جاتی ہے کہ جب وہ ابتدائی حالت میں ہوں اگرچہ خالی از رجحان نہیں ہے کہ اُن سے بھی زکوۃ اُس وقت متعلق ہوتی ہے کہ جب ان کو انگور اور خرما کہنے لگیں، نصاب کی مقدار ان چیزوں میں اُسوقت دیکھی جائے گی جب چیزیں خشک ہو جائیں ۔

زکوۃ کا مصرف

زکوۃ کے مستحقین آٹھ قسم کے ہیں۔

اول و دوم۔ فقراء و مساکین جو شخص اپنے کو فقیر بتلائے اور اُس کا جھوٹ سچ معلوم نہ ہو تو احوط (وجوبی) یہ ہے کہ اُس کا حال معلوم کیا جائے اور ظن غالب حاصل ہو جائے کہ یہ شخص فقیر ہے خصوصاً ایسے شخص کا حال معلوم کرنا چاہیے جو پہلے غنی رہا ہو البتہ اگر کوئی شخص پہلے فقیر تھا تو اس کا قول مقبول ہوگا اب تحقیق کی ضرورت

ع٥ مثلاً اگر ایک من غلہ ہو تو بیس سیر میں ۱/۱۰ یعنی دو سیر اور بیس سیر میں ۱/۲۰ یعنی ایک سیر دینا چاہیے۔

نہیں ہے۔ فقیر سے جیسا شخص مراد ہے وہ زکوٰۃ فطرہ کی بحث میں بیان ہو چکا ہے۔
تیسرے۔ وہ لوگ جو زکوٰۃ کا مال وصول کرتے ہیں۔
چوتھے۔ مؤلفۃ القلوب۔
پانچویں۔ جو غلام سختی میں ہوں اُن کو زکوٰۃ کے مال سے خرید کر آزاد کر دیا جائے
چھٹے۔ مقروض لوگ۔
ساتویں۔ عام مصارف خیرات مثلاً مسجد، مدرسہ، سرائے اور پُل وغیرہ کی تعمیر اور
حجاج و زائرین کی اعانت اور اسی کی مثل دیگر مصارف۔
آٹھویں۔ ایسے اشخاص کی امداد جو عالم سفر میں ہوں اور مجبور ہوں حالانکہ
وہ اپنے شہر میں غنی ہوں بشرطیکہ وہ قرض نہ لے سکتے ہوں۔
مستحب ہے کہ غیبت امام میں زکوٰۃ کا مال مجتہد عادل کے پاس پہونچا دیا جائے
نیز زکوٰۃ کو بقصد قربت ادا کرنا واجب ہے اور اتنا کافی ہے کہ مالک مستحقین کے تقسیم کرنے
کیلئے جس شخص کو زکوٰۃ کا مال سپرد کرے اُس کو دیتے وقت نیت قربت کرلے نیز مستحب
بلکہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ ایک مستحق کو طلا یا نقرہ کی پہلی نصاب سے کم مقدار میں زکوٰۃ
کا مال نہ دیا جائے۔ لیکن اگر زکوٰۃ کا مال ہی اتنا نہ ہو تو غیر حتماً ہو اسی قدر دیدے
یہ بھی جائز ہے کہ ایک فقیر کو اتنا دیدے کہ وہ غنی ہو جائے۔

باب الخمس

اشیاء خمس | جن چیزوں سے خمس متعلق ہوتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

پہلے وہ مال جو کفار حربی سے جہاد میں حاصل ہو بشرطیکہ جنگ امام علیہ السلام کی اجازت سے کی جائے اسی طرح احوط (استحبابی) یہ ہے کہ جو مال کفار حربی سے کسی تدبیر سے بھی حاصل ہو جائے اس میں بھی خمس دیا جائے۔ اگرچہ اقوی یہ ہے کہ ایسا مال اس عنوان میں داخل نہیں ہے البتہ چونکہ استفادہ کے عنوان کے ماتحت آتا ہے اس لیے جس طرح کہ تمام منافع اکتسابات (کمائی کی آمدنی) پر سال بھر کے مصارف وضع کرنے کے بعد بقیہ میں خمس دیا جاتا ہے اس میں سے بھی دینا چاہیئے۔

دوسرے معدنی اشیاء حتیٰ کہ نمک اور گندھک میں بھی خمس دینا واجب ہے۔

تیسرے۔ خـزانہ

چوتھے۔ جو چیزیں دریا سے غوطہ لگا کر حاصل کی جاتی ہیں مثلاً مرجان و مروارید وغیرہ لیکن جو اشیاء غوطہ زنی کے بغیر دریا سے حاصل ہوتی ہیں وہ اکتسابات کے منافع میں داخل ہیں جو آئندہ بیان ہوں گے۔

پانچویں۔ وہ زمین جو کافر ذمی مسلمان سے خریدے اس کا خمس بھی کافر ذمی پر واجب ہے اور خمس اصل زمین سے متعلق ہوگا (⅕ حصہ زمین خمس میں دینا ہوگی) لیکن اگر مسلمان کافر ذمی کو کوئی زمین ہبہ کر دے تو اس پر خمس نہ ہوگا۔

چھٹے۔ وہ مال حلال جو حرام سے مخلوط ہو جائے اور حلال و حرام میں امتیاز ممکن نہ ہو ایسے مال میں سے بھی خمس نکالنا واجب ہے۔

ساتویں۔ تجارت و صنعت اور ہر قسم کے اکتساب کے منافع میں اور سال بھر کی آمدنی کی پس انداز شدہ اشیاء خواہ وہ اشیاء خورد و نوش ہوں یا دوسری چیزیں ہوں سب میں خمس واجب ہے اسی طرح زراعت کے پس انداز شدہ منافع غرض ہر ایک قسم کی آمدنی

ع۵ منافع اکتسابات کے الفاظ نہایت درجہ حاوی ہیں تاجر کو تجارت کے ذریعہ سے یا زمیندار کو زمین کے ذریعہ سے جو آمدنی ہوتی ہو یا کوئی شخص کسی مکان یا دوکان کا مالک ہو اور کرایہ پر دے اور اسے کرایہ ملے تو یہ منافع میں داخل ہے ہر قسم کا پیشہ صنعت و حرفت و ملازمت مزدوری وغیرہ غرض یہ کہ انسان کے لیے آمدنی کے جو کچھ ذرائع ہو سکتے ہیں وہ سب اکتسابات کے منافع میں داخل ہیں اور مصارف سال وضع کرنے کے بعد اُن پر خمس عائد ہو جاتا ہے۔ (مترجم)۔

کے پس انداز شدہ حصہ میں خواہ وہ مقدار میں کتنا ہی کم کیوں نہ ہو خمس دینا واجب ہے اسی طرح جو چیزیں بطور ہدیہ ملیں یا کسی شخص نے ہبہ کردی ہوں یا کسی شخص نے کوئی چیز تلاش و جستجو کرکے حاصل کی ہو یا وصیت کے ذریعہ سے کوئی چیز کسی کی طرف منتقل ہوئی ہو یا وہ شکار جو بلا زحمت حاصل ہو جائے یا بلا گمان کسی مردہ کی میراث کسی کو پہونچ جائے تو احوط وجوبی یہ ہے کہ ان تمام چیزوں میں سے خمس ادا کرنا چاہئے البتہ جس شے سے خمس متعلق نہ ہو اس کے نمار متصل عـ پر یا اس مال پر جو میراث میں ملا ہو یا وہ شے جس کا خمس ایک مرتبہ ادا کیا جا چکا ہو ان تینوں چیزوں میں خمس کا واجب ہونا محل اشکال ہے اقوی یہ ہے کہ واجب نہیں ہے البتہ اگر خود عین مال کے ذریعہ سے کسب مال مقصود ہو تو خمس دینا چاہئے پس اگر کوئی شخص ایک بکری یا ایک درخت خریدے اور اس کا خمس ادا کر چکا ہو اور پھر وہ بکری کو دودھ کے لیے اور درخت کو میوے کی غرض سے اپنی ملکیت میں رکھے اس دوران میں بکری موٹی تازی ہو جائے اور درخت بڑا ہو جائے تو ان دونوں چیزوں کی اس بالیدگی اور ترقی میں خمس واجب ہوگا البتہ دودھ اور میوہ جو سالانہ مصارف کے بعد بچ رہے اس میں خمس واجب ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص کسی مال کا خمس ادا کر چکا ہو اور بعد کو بغیر اکتساب کے اس کے پاس اس مال کی قیمت بڑھ جائے تو اس اضافہ میں خمس واجب نہیں ہے۔ مثلاً کوئی شخص ایسے مال سے جس کا خمس ادا کر چکا ہو کوئی زمین خریدے اور خریدنے کا مقصد یہ ہو کہ زمین میں زراعت کروں گا یہ مقصد نہ ہو کہ قیمت بڑھ جائے گی تو بیچ ڈالوں گا یا بالکل کسی منفعت کا خیال ہی نہ ہو اور اس زمین کی قیمت بڑھ جائے تو اس میں خمس واجب نہ ہوگا لیکن اگر کسی شخص نے زمین اسی مقصد سے لی ہو کہ قیمت بڑھا کر فروخت کروں گا تو اب اضافہ قیمت میں خمس عائد ہو جائے گا۔

شرائط وجوب خمس معدنی اشیاء اور خزانہ سے خمس متعلق ہونے کیلئے شرط ہے کہ انکے برآمد کرنے کے مصارف منہا کرنے کے بعد بقیہ کی مقدار سونے یا چاندی کی نصاب زکوٰۃ کی برابر ہو چاندی کی نصاب ایک سو پانچ مثقال صیرفی کے برابر ہے اور سونے کی نصاب پندرہ مثقال صیرفی کے برابر ہے جیسا کہ باب زکوٰۃ میں بیان ہو چکا ہے اسی طرح غوطہ زنی

عـ نمار کہتے ہیں اضافہ کو یعنی ہر وہ اقتصادی منفعت جو کسی شے سے حاصل ہو۔ نمار کی دو قسمیں ہیں منفصل اور متصل نمار منفصل یہ ہے کہ مثلاً گائے کے بچہ پیدا ہو۔ اور نمار متصل یہ ہے کہ گائے خود کھا پی کر فربہ ہو جائے (مترجم)

سے جو اشیاء حاصل ہوتی ہیں اُن سے خمس متعلق ہونے کے لیے شرط ہے کہ مصارف برآمد وضع کرنے کے بعد بقیہ مقدار کی قیمت ۱۵ مثقال صیرفی طلا کے برابر ہو اور مال حلال مخلوط بحرام سے خمس اس وقت متعلق ہوگا کہ جب حرام مال کی مقدار اور مال کا اصل مالک معلوم نہ ہو خمس دینے کے بعد بقیہ مال حلال ہو جائیگا اگرچہ حقیقت میں مال حرام کی مقدار پانچویں حصہ سے زائد ہی ہو لیکن اگر کسی شخص کو اجمالاً اتنا معلوم ہو کہ مال حرام پانچویں حصہ سے زائد ہے اور تعین طور پر مقدار معلوم نہ ہو تو خمس ادا کر دینے کے بعد اُس زائد مقدار حرام کا حلال ہونا محل تامل و اشکال ہے احوط (وجوبی) یہ ہے کہ زیادہ مقدار کو مال مجہول المالک کے مصرف میں خرچ کرے اگر مال کا مالک اور مال کی مقدار دونوں معلوم ہوں تو مالک کو اس کا مال پہونچانا چاہئے اور اگر مقدار معلوم ہو اور مالک نامعلوم تو مالک سے مایوس ہو جانے کے بعد اُس مال کو مالک کی جانب سے تصدق کر دے خواہ سادات کو دیدے یا عوام کو اس کے لیے حاکم شرع سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ حاکم شرع سے اجازت حاصل کرے اور وہ مال سادات کو تقسیم کر دے لیکن اگر اتنا معلوم ہو کہ مالک مجہول بھی سید ہے تو سادات کو دے سکتا ہے اور اگر مالک معلوم ہو اور مقدار نامعلوم ہو تو جتنی مقدار یقینی ہو اُس قدر دے دینا کافی ہے لیکن اگر حالت سابقہ جو اُس کے علم میں ہے اُس کے لحاظ سے مقدار زائد تھی مثلاً کسی شخص کو معلوم ہو کہ فلاں شخص کے دس روپیہ میرے ذمہ تھے اور دس میں سے پانچ میں نے یقیناً ادا کر دئیے ہیں اور اُس کے بعد کے متعلق شبہہ ہو کہ پھر بھی کوئی قسط دی ہے یا نہیں پس اگر دونوں فریق کسی ایک مقدار پر باہم تصفیہ کر لیں تو خیر ورنہ پورے پانچ روپیہ مالک کے دینا چاہئیں۔

منافع اور اکتسابات کے فوائد سے خمس جب متعلق ہوگا جب اپنا اور اپنے عیال کا سال بھر کا خرچ مہیا کرنے کے بعد کچھ باقی رہ جائے اگرچہ مقدار کتنی کم کیوں نہ ہو خرچ میں اس شخص کے حسب حال میانہ روی کا لحاظ کیا جائیگا پس اگر کوئی شخص میانہ روی سے زیادتی کرے تو زیادتی اُس شخص کے ذمہ محسوب ہو جائے گی اور زائد مصارف کا خمس بھی دینا ہوگا لیکن اگر کوئی شخص اپنے اوپر تنگی کرے اور بچت زیادہ ہو جائے تو احوط (وجوبی) یہ ہے کہ پوری بچت میں سے خمس دے۔ کنیز، غلام، سواری کے جانور، ظروف، کتابیں، لباس مکان اور اس کے حسب حال تمام دیگر ضروریات کا خرچ مصارف سال میں شامل ہے اسی طرح صدقات و ہدایا، خرچ نکاح ضیافت مہمانان، سفر طاعت مثلاً زیارات سُنتی

حج وغیرہ تمام مصارف سال میں داخل ہیں اسی طرح جو مصارف نذر وغیرہ کی وجہ سے
کسی شخص پر عائد ہو گئے ہوں یا کچھ کفارے اُس پر اُس سال میں لازم ہو گئے ہوں یا مصارف
حج واجب اگر وہ اُس سال میں مستطیع ہو گیا ہو تو یہ سب بھی مصارف سال میں شامل ہونگے
بلکہ اگر کوئی شخص کئی سال سے روپیہ جمع کرتا چلا آرہا ہو اور موجودہ سال میں آکر رقم پوری
ہو اور وہ اس سے حج کو جائے تو یہ بھی اس سال کے مصارف میں شامل ہے اور اگر اس سال
حج جانے سے قاصر رہے تو وہ سرمایہ مصارف سال میں محسوب ہو گا اُس کا خمس دینا پڑے گا
بلکہ اگر کوئی شخص بغیر کسی عذر کے حج کو نہ گیا ہو تو احوط (وجوبی) یہ ہے کہ اُس سرمایہ کا خمس
ادا کرے اگرچہ اُسکی یہ رقم ٹوٹ جائے گی اسی طرح سال کے اندر جو قرض ادا کرے یا کوئی
خسارہ برداشت کرنا پڑے تو وہ بھی سال کے مصارف میں ہے اگرچہ مثلاً ضایع شدہ تیار
کا تاوان دیا ہو اسی طرح اگر کسی شخص کے ذمہ کچھ قرض ہوں جو اس نے اپنے اختیار سے اپنے
اوپر عائد نہیں کئے ہیں مثلاً کفارات یا تلف شدہ اموال کے تاوان وغیرہ خواہ وہ سابق میں
اُن کے ادا کرنے پر قادر رہا ہو اور نہ دیا ہو یا قادر نہ ہوا ہو اور اُس سال میں ادا کرے تو مصارف
سال میں شامل ہوں گے اور اگر سال گزشتہ کے مصارف پورے کرنے کی غرض سے کسی شخص نے
کچھ قرض لیا ہو اور سال مابعد میں اس کو ادا کرے تو اس سال کے مصارف میں اُس کا شمار
مشکل ہے احوط (وجوبی) یہ ہے کہ مصارف سال حال میں محسوب نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کیلئے
ممکن ہو کہ وہ اپنے سالانہ مصارف کو تجارت، حرفہ و زراعت وغیرہ کی آمدنی کے علاوہ
کسی دوسری شے سے پورا کرے مثلاً کسی شخص کو میراث میں کچھ مال ملا ہو تو اولیٰ بلکہ احوط (استحبابی)
یہ ہے کہ سالانہ مصارف کو اسی کی مد میں لگائے۔

سال کی ابتداء ہر قسم کے پیشہ میں اُس وقت سے سمجھی جائے گی جب سے کہ آدمی اُس کو
شروع کرے اسکے علاوہ دیگر شعبوں میں نفع حاصل ہونے کے وقت سے سال شروع ہو گا۔

سال سے مراد یہ ہے کہ قمری بارہ مہینے پورے ہو جائیں۔

ہر قسم کے اکتسابات کی آمدنی میں وجوب خمس کے لیئے کوئی نصاب معین نہیں ہے اور نہ
یہ شرط ہے کہ سال گزر جائے بلکہ آمدنی ہوتے ہی اگرچہ وہ کتنی بھی کم ہو خمس فوراً واجب
ہو جاتا ہے لیکن خمس کی ادائیگی کو ختم سال تک ملتوی رکھنا جائز ہے تاکہ مصارف سالانہ
اُس میں سے منہا کئے جا سکیں بخلاف اسکے دیگر اقسام میں خمس کی ادائیگی فوراً واجب ہے، اور ادائیگی

میں تاخیر جائز نہیں ہے۔

خمس کی تقسیم اور اس کا مصرف خمس کے چھ حصے ہوتے ہیں جن میں سے تین حصے امام کے ہیں جو اس وقت میں حضرت صاحب الامر عجل اللہ فرجہ کا حق ہے اور دوسرے تین حصے یتامیٰ و مساکین اور مسافرین کا حق ہے جو سادات ہوں۔

خمس کی ادائگی میں قصد قربت ضروری ہے جیسا کہ زکوٰۃ میں بیان ہو چکا ہے خواہ وہ مالک خود ادا کرے یا اُس کا وصی خمس نکالے۔ لیکن کافر ذمی مسلمان سے خریدی ہوئی زمین کا جو خمس ادا کرتا ہے اُس کے لیے قصد قربت شرط نہیں ہے۔

خمس کا جو مال سہم امام میں دیا جائے اُس کو معین کر دینا ضروری ہے لیکن سہم امام کے علاوہ دیگر سہام میں تعیین ضروری نہیں ہے۔

اگر کسی شخص نے خمس کی تعیین کر لی اور کسی مجتہد یا فقیر کو دے دیا تو مالک کو اب اس سے عدول کرنا جائز نہیں ہے۔

شرائط مستحقین امام علیہ السلام کے علاوہ دیگر مستحقین میں حسب ذیل امور شرط ہیں۔

اول۔ یہ کہ خمس لینے والا مومن اثنا عشری ہو لیکن عادل ہونا ضروری نہیں ہے

دوسرے۔ یہ کہ ہاشمی یعنی حضرت ہاشم جد جناب رسالتمآبؐ کی اولاد سے باپ کی جانب سے ہاشمی ہونا ضروری ہے صرف ماں کی طرف سے ہاشمی ہونا کافی نہیں ہے۔

تیسرے۔ ایتام و مساکین کا فقیر ہونا فقیر کے معنی سابقاً بیان ہو چکے ہیں مسافر کے متعلق شرط ہے کہ جس شہر میں اُس کو خمس دیا جائے اُس شہر میں وہ بیچارہ ہو۔

خمس کو ان تینوں صنفوں پر تقسیم کرنا واجب نہیں ہے احوط (وجوبی) یہ ہے کہ ایک سال کے مصارف سے زیادہ کسی کو نہ دیا جائے بلکہ مسافر کو اس کی حاجت سے زیادہ دینا جائز نہیں ہے فقیر کا سال خمس کی رقم اُس کے ہاتھ میں پہونچنے کے وقت سے محسوب ہوگا۔

خمس دینے کے متعلق ان احکام میں امام زمانہ کے ظہور و غیبت کا کوئی فرق نہیں ہے سہم امام میں بھی اور دوسرے تمام سہام میں بھی خمس کے دیگر سہام کو مجتہد کی اجازت کے بغیر سادات کو دیا جا سکتا ہے۔ لیکن سہم امام علیہ السلام کے متعلق مجتہد عادل کو اختیار ہے اگرچہ وہ اعلم نہ ہو

پس اگر کوئی شخص مجتہد کی اجازت کے بغیر سہم امام سادات کو دیدے تو احوط (استحبابی) یہ ہے کہ دوبارہ مجتہد کو دے اگرچہ بعید نہیں ہے کہ اگر مجتہد اُس صرف کو نافذ

رکھے تو وہی اداشدہ خمس کافی ہے بشرطیکہ برمحل صرف ہوا ہو اور اگر مجتہد تک پہونچانا ممکن نہ ہو اور نہ مجتہد کے پاس پہونچانے کے وقت تک حفاظت کرنا ممکن ہو تو جائز ہے کہ مالک خود یا صاحبان عدالت مومنین کے ذریعہ مال خمس سادات کو ادا کردے۔

کوئی سید خمس کی بڑی رقم کے متعلق تھوڑی رقم پر تصفیہ کر کے حقوق سادات کے ضائع کرنے کا حقدار نہیں ہے جس شخص پر خمس واجب ہو اُس کو جائز نہیں ہے کہ خمس کو اپنے ذمہ پر قرض لگائے اور اس مال میں تصرف کرنے لگے البتہ اگر مجتہد عادل اجازت دے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اگر کسی شخص کا کوئی مطالبہ کسی فقیر سید کے ذمہ ہو اور اس کو خمس ادا کرنا ہو تو وہ اس مطالبہ کو خمس سہم سادات کی مد میں محسوب کر سکتا ہے اور سید مقروض کو اسکی اطلاع دینا بھی ضروری نہیں اسی طرح زکوٰۃ کا بھی حکم ہے اور اگر کوئی شخص کسی سید کو فقیر سمجھکر خمس دے اور بعد کو معلوم ہو کہ وہ فقیر نہیں تھا تو اس پر اکتفا کرنا مشکل ہے، احوط (وجوبی) یہ ہے کہ دوبارہ ادا کرے۔

باب النذر

صیغۂ نذر | نذر کا صیغہ چار طرح واقع ہو سکتا ہے۔

اول:۔ یہ کہ مثلاً کوئی شخص کہے۔ ان رزقت ولداً فللہ علیّ صیام شھر (اگر میرے یہاں فرزند پیدا ہو تو میں خدا کے لئے ایک مہینہ کے روزے رکھونگا) اس نذر کو نذر بر کہتے ہیں۔

دوسرے:۔ یہ کہ مثلاً کوئی شخص کہے۔ ان شوفی مریضی فللہ علیّ صدقۃ عشرین درھما۔ (اگر میرے مریض کو شفا ہو جاوے تو میں تقرباً الی اللہ بیس درھم صدقہ دونگا) اس کو نذر شکر کہتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ مثلاً کوئی شخص کہے۔ ان ترکت صلوٰۃ اللیل فللہ علی صوم یوم (اگر میں رات کی نماز ترک کروں تو خدا کی بارگاہ میں ایک روزہ رکھونگا) اسکو نذر زجر کہتے ہیں

چوتھے:۔ یہ کہ کوئی شخص بغیر شرط کے مثلاً یوں کہے للہ علی صیام شھر اسکو نذر تبرع کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمام صیغوں کو عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی کہا جا سکتا ہے۔ نذر درست ہو جائے گی۔

شرائط نذر کنندہ | نذر کنندہ کے متعلق چند باتیں شرط ہیں۔

اول یہ کہ مکلف یعنی بالغ و عاقل ہو۔

دوسرے:۔ یہ کہ نذر کا ارادہ رکھتا ہو۔

تیسرے۔ یہ کہ صاحب اختیار ہو، لہذا بچہ اور مجنوں کی اور اس شخص کی جو بلا کسی مقصد کے فضول بک رہا ہو اور اس شخص کی جس کو کسی نے مجبور کیا ہو نذر درست نہ ہوگی۔

چوتھے۔ یہ کہ اگر غلام یا زوجہ کوئی نذر کرے تو اگر غلام کی نذر سے آقا کے حقوق میں یا زوجہ کی نذر سے شوہر کے حقوق میں کوئی مزاحمت ہوتی ہو تو غلام کو آقا سے اور زوجہ کو شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے بلکہ زوجہ کی ہر ایک نذر تمام امور خیر میں خواہ وہ شوہر کے حقوق میں کچھ بھی مخل نہ ہو شوہر کی اجازت کے بغیر اسکا صحیح ہونا مشکل ہے۔ اگرچہ اقوی یہ ہے کہ صحیح ہے اسی طرح

اگر بیٹا کوئی نذر کرے تو احوط (وجوبی) یہ ہے کہ باپ سے اجازت لیکر کرے اور یہ تینوں قسم کے افراد اگر بغیر اجازت نذر کرلیں اور آقا یا شوہر یا باپ بعد میں اس نذر کو نافذ رکھے تو نذر صحیح ہوجائے گی۔ لیکن بیٹے کو ضروری نہیں ہے کہ نذر کے لئے ماں سے اجازت لے یا نذر کرنے کے بعد ماں اسکو نافذ قرار دے۔

اقوی یہ ہے کہ نذر کنندہ کے لئے مسلمان ہونا ضروری نہیں۔ کافر اگر کوئی نذر کرے تو وہ بھی درست ہے اگرچہ نذر از قبیل عبادت ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ عبادت کافر کے لئے مقدور ہے کیونکہ وہ اسلام لانے پر قدرت رکھتا ہے۔

نذر کی دو شرطیں جو شخص جو نذر مانے اسکے متعلق دو شرطیں ہیں۔

اول:۔ یہ کہ جس فعل کے بجالانے یا جس عمل کے ترک کرنے کی نذر کی ہے وہ شخص اس فعل کے بجالانے یا اس عمل کے ترک کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔

دوسرے یہ کہ وہ فعل یا ترک جس کی نذر مانی ہے بہتر ہو کہ اسکو خداوند عالم کی خوشنودی کیلئے قرار دیا جاسکتا ہو، خواہ کوئی شخص کسی واجب یا مستحب امر کے بجالانے کی نذر کرے یا کسی حرام یا مکروہ کے ترک کرنے کی اور خواہ کوئی شخص مثلاً کسی معین روز روزہ رکھنے کی نذر کرے یا مثلاً صرف ایک روزہ رکھنے کی نذر کرے اور دن کی کوئی تعیین نہ کرے۔ اگر دن مقرر کرلیا ہو تو خاص اسی روز روزہ رکھنا واجب اور اس روز روزہ نہ رکھنا اور سفر کرنا ناجائز ہے اور اگر اس روز عالم سفر میں ہو تو اقوے یہ ہے کہ بصورت امکان واجب ہے کہ اپنے وطن کو واپس آئے یا جہاں کہیں بھی ہو وہیں دس روز قیام کا ارادہ کرکے اس دن روزہ رکھے۔ لیکن اگر کسی شخص نے نذر ہی اس طرح کی ہو کہ میں فلاں روز خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں روزہ رکھوں گا تو سفر جائز ہے اور وطن کو واپس آنا یا دس روز قیام کا ارادہ کرنا ضروری نہیں ہے جیسا کہ روزے کے بیان میں گذر چکا ہے بلکہ اگر کوئی شخص یہ نذر کرے کہ میں فلاں روز سفر ہی میں روزہ رکھوں گا تو اس شکل میں اس روز سفر کرنا ہی واجب ہوجائیگا لیکن اگر اس کا مقصود یہ ہو کہ اگر میں اتفاقاً اس روز سفر میں چلا گیا تو بھی روزہ رکھونگا تو سفر کرنا واجب نہ ہوگا اور مذکورہ بالا تینوں صورتوں میں اگر وہ شخص اس روز روزہ نہ رکھے تو اس روزہ کی قضا بلکہ کفارہ بھی واجب ہے، اور اگر کوئی مانع شرعی

پیدا ہو جائے جس کی جہت سے روزہ نہ رکھ سکے مثلاً اُس زمانہ میں مریض ہو جائے یا عورت کو حیض آجائے یا مجبوراً سفر کرنا پڑے تو صرف قضا ہی واجب ہوگی لیکن اگر نذر کے بجا لانے کا کوئی وقت معین نہ کیا ہو تو جس وقت بھی بجا لائے ادا ہے۔

باب الیمین

یمین سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص خدا کے نام کی قسم کھائے کہ میں فلاں کام کروں گا یا فلاں کام نہ کرونگا اور بغیر نام خدا کے اور خدا کا نام لیکر صیغہ جاری کئے بغیر قسم صحیح نہیں ہے۔ قسم کا صیغہ عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

قسم کھانے والے کا بالغ و عاقل و صاحب اختیار ہونا ضروری ہے اور یہ کہ بالارادہ قسم کھائے اور یہ کہ جس چیز کے متعلق قسم کھائے اسکا بجالانا ممکن ہو اور جیسا کہ قول مشہور کی طرف منسوب ہے غلام کو قسم کے لئے آقا سے اجازت لینا ضروری ہے بلکہ زوجہ اور فرزند کے لئے شوہر اور باپ کی اجازت بھی ضروری ہے لیکن یہ حکم ہم کو معلوم نہیں ہے البتہ اگر شوہر یا باپ بعد میں منع کر دے تو قسم صحیح نہ ہوگی اور اگر زوجہ یا فرزند بغیر اطلاع کے قسم کھالیں تو شوہر اور باپ کو اس قسم کے مسترد کر دینے کا حق حاصل ہے اور احوط (استحبابی) یہ ہے کہ زوجہ اور فرزند اجازت لیکر قسم کھائیں۔

جس امر کے متعلق قسم کی جائے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کوئی راجح پہلو رکھتا ہو۔ لہذا کسی امر مباح کے بجالانے یا ترک کرنے کی قسم بھی درست ہے اگر کوئی شخص قسم کھا کر پھر اس کو پورا نہ کرے تو کفارہ ادا کرنا واجب ہے۔

باب العہد

عہد میں بھی وہی امور ضروری ہیں جو قسم میں شرط ہیں۔ عہد کے صیغے کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص کہے عاھدت اللہ ان اصوم شھرا (میں نے خدا سے عہد کرلیا ہے کہ ایک مہینہ کے روزے رکھونگا) یا یہ کہ عاھدت اللہ متی شوفی مریضی ان اتصدق بعشرین درھما۔ (میں نے خدا سے عہد کرلیا ہے جب میرا مریض شفا پائے گا تو میں بیس درہم تصدق کرونگا۔) اگر کوئی شخص عہد کی مخالفت کرے تو اسکا کفارہ وہی ہے جو ماہ رمضان کے روزے کے افطار کرلینے کا ہے۔ یہ اختیار ہے کہ خواہ ایک غلام مومن آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا متواتر ۲ ماہ کے روزے رکھے۔

اگر کوئی شخص قسم کو پورا نہ کرے تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ ایک غلام مومن آزاد کردے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو لباس بنا دے اگرچہ یہ کچھ نہ کرسکے تو متواتر تین روز روزے رکھے۔

مخالفت نذر کا کفارہ اگرچہ بنا بر قول مشہور وہی ہے جو عہد کا ہے لیکن کفارہ قسم اور کفارہ نذر کا یکساں ہونا خالی از قوت نہیں ہے۔

بابُ النِّکاح

کسی عورت کے ساتھ چار طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے مجامعت جائز ہوتی ہے۔

اول:۔ عقد دائم یعنی نکاح

دوم:۔ عقد منقطع یعنی متعہ

سوم:۔ ملک یمین یعنی کنیزی۔

چہارم:۔ تحلیل یعنی یہ کہ کوئی شخص اپنی کنیز کو کسی کے لئے حلال قرار دیدے۔

مذکورہ بالا چار طریقوں میں سے پہلے دوسرے اور چوتھے طریقہ میں صیغہ لازم ہے جیسے یہ ضرورت ہے کہ عورت کی طرف سے ایجاب ہو اور مرد کی طرف سے قبول اور چونکہ امر نکاح نہایت سخت ہے اس لئے اسمیں احتیاط لازم ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ شوہر اور زوجہ کی تعیین کر دی جائے اور مہر مقرر کر لیا جائے اور ایجاب و قبول میں بقصد انشاء ماضی کے صیغے استعمال کئے جائیں اور بشرط امکان عربی زبان میں صیغے جاری کئے جائیں۔ اگر زوجہ و شوہر خود عربی میں صیغہ جاری نہ کر سکتے ہوں تو اپنا اپنا وکیل مقرر کر دیں اور پہلے ایجاب کا صیغہ ہو اسکے بعد قبول۔ عقد پڑھنے والے دو شخص ہونے چاہئیں، ایک زوجہ یا زوجہ کا وکیل دوسرے شوہر یا شوہر کا وکیل پس اگر زوجین خود صیغہ جاری کریں تو اسطرح ہونا چاہیئے۔

کہ مثلاً عورت کہے:۔ انکحتك نفسي على الصداق المعلوم

بلا فاصلہ مرد کہے — قبلت النكاح لنفسي على الصداق المعلوم

یا مثلاً عورت کہے — زوّجتك نفسي على الصداق المذكور

مرد جواب میں کہے — قبلت التزويج لنفسي على الصداق المذكور

یا مثلاً عورت کہے — زوّجتك بنفسي على المهر المذكور

مرد جواب میں کہے — قبلت التزويج لنفسي على المهر المذكور

یا مثلاً عورت کہے — انكحتك نفسي من نفسك بالصداق المذكور

مرد جواب میں کہے — قبلت النكاح لنفسي بالصداق المذكور

اور بہتر یہ ہے کہ یہ کل صیغے جاری کیے جائیں۔

متعہ میں بھی مذکورہ بالا طریقۂ احتیاط کو ترک کرنا چاہیئے۔ متعہ میں علاوہ تشخیص زوجین اور تعیین مہر کے مدت کا تعین بھی ضروری ہے اس طرح کہ وہ مدت محدود ہو جائے پس اگر صیغہ متعہ خود زوجین جاری کریں تو اسکا طریقہ یہ ہے۔

اول عورت کہے۔ متعتك نفسی فی المدة المعلومة بالمهر المعلوم

مرد بلا فاصلہ جواب میں کہے۔ قبلت التمتع لنفسی بالمهر المعلوم

یا عورت کہے۔ انکحتك نفسی فی المدة المعلومة بالصداق المذکور

مرد جواب میں کہے۔ قبلت النکاح لنفسی هکذا

یا عورت کہے۔ زوجت نفسی نفسك فی المدة المذکورة بالمهر المعلوم

مرد جواب میں کہے۔ قبلت التزویج لنفسی هکذا۔

عورت و مرد دونوں کیلئے جائز ہے کہ صیغہ جاری کرنے کے لئے ہر ایک طرف سے کیسکو وکیل مقرر کرے یا دونوں میں سے کوئی ایک بالاصالۃ صیغہ جاری کرے اور دوسرا اپنی جانب سے وکیل مقرر کردے جانبین سے وکالت کی صورت میں انکحتك یا زوجتك یا متعتك کے بجائے انکحت یا زوجت یا متعت موکلات کہنا چاہیئے۔ اور صیغہ قبول میں بجائے لنفسی کے لموکلی ہو جائے گا۔

احکام نکاح عورت صیغہ عقد کے جاری ہوتے ہی مہر کی مالک ہو جاتی ہے اور اسکو جائز ہے کہ قبل از مجامعت پورے مہر کا مطالبہ کرے اور مہر وصول کئے بغیر اپنے اوپر تصرف کا موقع دینے سے گریز کرے لیکن مجامعت ہو جانیکے بعد اسکو یہ حق باقی نہیں رہتا۔ البتہ اگر عقد کے اندر ہی یہ شرط ہو جائے کہ مہر کا کل یا کوئی جزو ایک معین مدت کے بعد ادا کیا جائیگا تو اس شرط کو پورا کرنا لازم ہے۔ کمی اور زیادتی کے متعلق مہر کی کوئی حد نہیں ہے۔ ایک عورت کا مہر اس حد تک بھی ہو سکتا ہے مثلاً اسکا شوہر اسکو صرف ایک سورہ قرآن سکھلا دیگا۔ مستحب یہی ہے کہ مہر کم ہو۔ مہر سنت پانچسو درہم ہے جو موجودہ زمانہ کے قران سے جو ایک مثقال صیرفی کا ہوتا ہے ۲۶۲½ [عـه] قران کے برابر ہوتا ہے

زوجہ پر واجب ہے کہ اپنے شوہر کو ہر طرح لطف اندوزی کا موقع دے اور شوہر پر واجب ہے کہ زوجہ کے شایان شان حسب رواج اسکے خورد و نوش و لباس و مکان و خادم وغیرہ کے مصارف کو پورا کرے اسی طرح شوہر پر واجب ہے کہ اسکی زوجہ مطلقہ جو ابھی اسکے عدہ میں ہو اُسکے بھی مصارف ادا کرے

عـه مشہور یہ ہے کہ مہر شرعی کی مقدار ایکسو پانچ یا ایکسو سات روپیہ ہوتی ہے

لیکن مطلقہ بائنہ کے مصارف کا دینا واجب نہیں ہے اور اگر کوئی شخص زوجہ کے مصارف نہ دے تو یہ اس کے ذمہ قرضہ باقی رہیگا مگر یہ کہ عورت نا فرمان ہو اور شوہر کو مجامعت کا موقع نہ دے تو وہ اس صورت میں نفقہ کی اور ہمخوابی کی مستحق نہوگی اور گنہگار ہوگی ایسی حالت میں شوہر کو چاہیئے کہ اول اسکو نصیحت کرے اور اگر وہ قبول نہ کرے تو اس سے روگرداں ہوکر لیٹ رہے۔ اگر اس سے بھی کچھ فائدہ نہو تو اسکو سزا دے اگر وہ پھر بھی نہ ملنے تو حاکم شرع کو اطلاع دے کہ وہ اسکو مجبور کرے اور اگر زوجہ و شوہر دونوں باہم ایک دوسرے سے روگرداں ہوں تو حاکم شرع دو آدمیوں کو حکم قرار دے ایک شوہر کے اقربا میں سے اور ایک زوجہ کے قرابتداروں میں سے تاکہ وہ اُن دونوں کے درمیان میں مصالحت کرا دیں۔

مرد اگر آزاد ہو تو وہ بیک وقت چار آزاد عورتوں کو زائد سے زائد نکاح دائمی میں لاسکتا ہے۔ ایک آزاد مرد کے نکاح میں زیادہ سے زیادہ دو کنیزیں ہوسکتی ہیں اور اگر غلام ہو تو وہ بیک وقت چار کنیزوں سے نکاح کرسکتا ہے۔ غلام کو دو سے زیادہ آزاد عورتوں سے نکاح کی اجازت نہیں ہے۔ اس طرح آزاد مرد کے لئے ممکن ہی کہ چاہے تو وہ بیک وقت چار آزاد عورتیں اپنے نکاح میں رکھے یا تین آزاد اور ایک کنیز یا دو آزاد اور دو کنیزیں اور غلام بیک وقت چار کنیزیں یا تین کنیزیں اور ایک آزاد عورت یا دو کنیزیں اور دو آزاد عورت اپنے نکاح میں لاسکتا ہے لیکن متعہ اور ملک یمین کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔

دائمی منکوحہ عورتیں اگر متعدد ہوں بلکہ بنا بر احوط (وجوبی) اگر ایک بھی ہو پس اگر وہ آزاد ہے تو چار شبوں میں سے ایک شب ہمخوابی کا حق رکھتی ہے اور اگر کنیز ہو تو آٹھ راتوں میں سے ایک رات ہمخوابی کا حق رکھتی ہی اسی طرح اگر آزاد ہو لیکن مسلمان نہو بلکہ کتابیہ ہو تو وہ بھی آٹھ شبوں میں سے ایک شب ہمخوابی کا حق رکھتی ہے اور اگر کنیز کتابیہ ہو تو سولہ شبوں میں سے ایک شب ہمخوابی کا حق رکھتی ہے۔

اگر کوئی شخص کسی باکرہ عورت سے عقد کرے تو شب اول زفاف سات راتیں اسی کے ساتھ مخصوص ہیں اور اگر غیر باکرہ کے ساتھ عقد کرے تو تین راتیں بالکل اسی کی ہیں۔

مرد کے لئے سفر کرنا جائز ہے اور جب تک سفر میں رہے ہمخوابی کا حق عورت کا ساقط ہے لیکن جو سفر چند سال تک طول کھینچے خصوصاً اگر کوئی شخص اس مقام کا سفر کرے جہاں وہ اپنا وطن

بنا کر رہتا ہو تو زوجہ کی رضامندی کے بغیر ایسے سفر کا جواز مشکل ہے۔ چونکہ یہ طرز عمل حکم قرآن عاشروهن بالمعروف (انکے ساتھ بھلائی سے زندگی بسر کرو) کے مخالف ہے اور چار ماہ میں ایک مرتبہ عورت کے حق مباشرت کی جہت سے معاملہ مشکل ہو جاتا ہے ایسی صورت میں احتیاطاً (وجوبی) زوجہ کو ضرور راضی کر لینا چاہیئے۔

زوجہ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی ہمخوابی کا حق شوہر کو بخشدے اور یہ بھی جائز ہے کہ بخشدینے کے بعد پھر اپنے حق کی طرف رجوع کرے۔

دائمی منکوحہ عورت کے ساتھ چار ماہ میں کم از کم ایک مرتبہ جماع کرنا واجب ہے۔

حرام عورتیں جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے وہ چند قسم کی ہیں۔

اول:- وہ عورتیں جو نسب یا رضاع (دودھ کی شرکت) کی جہت سے حرام ہیں سات قسم کی ہیں۔

اوّل۔ ماں۔ اور دادی نانی خواہ کتنی ہی بلند طبقہ کی ہوں۔

دوسرے۔ بیٹی، پوتی، نواسی خواہ کتنے ہی نیچے طبقہ کی ہوں۔

تیسرے۔ بہن۔

چوتھے:- بہن کی لڑکی خواہ کتنی ہی پست طبقہ کی ہو۔

پانچویں:- اپنی پھوپھی، باپ کی پھوپھی ماں کی پھوپھی۔ دادا دادی نانا نانی کی پھوپھی

چھٹے۔ اپنی خالہ باپ کی خالہ ماں کی خالہ دادا دادی نانا نانی کی خالہ

ساتویں:- بھائی کی لڑکی خواہ کتنی ہی پست طبقہ کی ہو۔

رضاع سے بھی وہی عورتیں حرام ہوتی ہیں جو حسب تفصیل بالا نسب کے ذریعہ سے حرام ہوتی ہیں۔ رضاع کے متعلق چند شرائط ہیں

اول۔ یہ کہ عورت کو صحیح نکاح سے حمل ہوا ہو اور اس سے دودھ پیدا ہو، خواہ دائمی سے حمل ہو یا متعہ سے یا ملک یمین سے یا تحلیل سے یا وطی بالشبہہ سے۔

دوسرے۔ یہ کہ دودھ پلانے والی عورت نے اپنی حیات میں دودھ پلایا ہو۔

تیسرے۔ یہ کہ پستان سے دودھ پیا ہو ایسا نہو کہ دودھ کو کسی برتن میں نکالکر بچہ کے منہ میں ٹپکا دیا جائے نیز یہ کہ بچہ نے پستان سے چوسکر دودھ پیا ہو ایسا نہو کہ پستان سے دودھ حلق میں ٹپکا دیا جائے

چوتھے۔ یہ کہ خالص دودھ ہو اس میں کوئی چیز مخلوط کر کے نہ پلائی گئی ہو۔

پانچویں :- یہ کہ دودھ ایک شوہر کا ہو دو شوہروں کا نہ ہو پس اگر دودھ پلانے والی عورت کو اُس کا شوہر طلاق دیدے اور وہ دوسرا شوہر کرے اور اس سے حاملہ ہوجائے اور اسکے پہلے دودھ کا سلسلہ دوسرے سے ملجائے اور وہ کسی بچہ کو اسطرح دودھ پلائے کہ مثلاً دس مرتبہ اُس حمل کے وضع ہونے سے پہلے دودھ پلائے جسکا تعلق پہلے شوہر سے ہو اور پانچ مرتبہ وضع حمل کے بعد دودھ پلائے جسکا تعلق دوسرے شوہر سے ہے تو ایسی صورت میں حرمت نکاح جاری نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی عورت ایک شوہر کا دودھ ایک لڑکی کو پلائے اور بعد میں ایک شوہر کا دودھ ایک لڑکے کو پلائے تو یہ دونوں لڑکی لڑکا آپسمیں بھائی بہن اور ایک دوسرے کے محرم نہونگے۔ اگرچہ یہ عورت دونوں کی رضاعی ماں ہوگی۔ اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ کامل رضاعت ایک ہی مرضعہ کے دودھ سے ہو۔ پس اگر کوئی بچہ چند مرتبہ تو کسی شخص کی ایک بیوی کی پستان سے دودھ پئے اور چند مرتبہ اس شخص کی دوسری بیوی کے پستان سے تو ایسی صورت میں بھی نکاح حرام نہوگا۔

چھٹے :- یہ کہ بچہ نے جسوقت دودھ پیا ہو اسوقت چاند کے حساب سے اسکی عمر دو سال کے اندر اندر ہو لیکن دودھ پلانے والی عورت کے متعلق یہ شرط نہیں ہے کہ اُس نے اپنے وضع حمل سے دو سال کے اندر دودھ پلایا ہو اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ اگر مرضعہ نے وضع حمل سے دو سال گذرنے کے بعد دودھ پلایا ہو تو باہم عقد نہ کیا جائے اور باہم ایک دوسرے پر محرمانہ حیثیت سے نظر بھی نکریں۔

ساتویں :- یہ کہ بچہ مریض نہو کہ دودھ پی کر قے کردیتا ہو ورنہ احتیاط پر عمل کرنا چاہیئے۔

آٹھویں :- یہ کہ بچہ اسقدر دودھ پی لے کہ اس دودھ سے گوشت پیدا ہو اور ہڈیوں میں قوت آجائے یا یہ کہ ایک شبانہ روز اس طرح دودھ پئے کہ جب بھوکا ہو جب دودھ دیا جاوے یا کہ پندرہ مرتبہ پے درپے دودھ پئے اور اس درمیان میں کسی اور دوسری عورت کا دودھ نہ پئے اور اگر کوئی بچہ کسی عورت کا دودھ دس مرتبہ اس صورت سے پئے تو احوط (استحبابی) یہ ہے کہ ایسی صورت میں احتیاط ملحوظ رکھی جائے۔ غرض مذکورہ بالا شرائط کے متحقق ہونیکے بعد وہ بچہ مرضعہ اور اسکے شوہر کے لئے فرزند نسبی کے مثل ہوجائیگا اور وہ سات قسم کی عورتیں جو نسبی رشتہ سے حرام ہیں انھیں کے مثل رضاعی رشتہ سے اس بچہ کے لئے حرام ہوجائیں گی چنانچہ اسکو اپنی زوجہ کی رضاعی ماں کے ساتھ کسی صورت میں عقد جائز نہیں خواہ زوجہ مدخولہ ہو یا نہو اور اگر کسی شخص کی زوجہ مدخولہ کسی لڑکی کو دودھ پلائے تو وہ لڑکی اُس شخص کے عقد میں نہیں آسکتی۔
نیز مرتضع (جس بچہ نے دودھ پیا ہو) کا باپ زن مرضعہ کے شوہر کی رضاعی یا نسبی کسی طرح

کی لڑکی کے ساتھ عقد نہیں کر سکتا جس سے حاملہ ہو کر مرضعہ نے اس بچہ کو دودھ پلایا ہے اسی طرح مرضعہ کی نسبی لڑکی کے ساتھ بھی مرتضع کا باپ عقد نہیں کر سکتا اگرچہ وہ مرضعہ مذکورہ کے بطن سے کسی دوسرے شوہر سے بھی پیدا ہوئی ہو ہمیں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کی زوجہ کی ماں (حقیقی خوشدامن) اس شخص (اپنے داماد) کے کسی بچہ کو اگرچہ وہ خود اسکی لڑکی کے بطن سے نہ ہو دودھ پلادے تو اس شخص کی اصل زوجہ اسپر حرام موبد ہو جائیگی کیونکہ اس شخص کی بیوی مرضعہ کی نسبی اولاد میں سے ہے۔ اسی طرح مثلاً اگر زید کی زوجہ ہندہ کے باپ بکر کی کوئی دوسری بیوی (زید کی سوتیلی خوشدامن) زید مذکور کے کسی بچہ کو دودھ پلا دے اور وہ دودھ [illegible] ہی کے حمل سے حاصل ہوا ہو تو اگرچہ دودھ پینے والا بچہ ہندہ کے بطن سے نہ بھی ہو تاہم ہندہ زید کے لئے حرام موبد ہو جائے گی کیونکہ ہندہ بکر کی اولاد سے ہے جو صاحب شیر ہے۔

دیگر حرام عورتیں: نسب و رضاع کے علاوہ بعض اور اسباب سے بھی چند قسم کی عورتوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے وہ گیارہ قسم کی عورتیں ہیں۔

اول: خوشدامن، کہ اسکی لڑکی کے ساتھ عقد ہوتے ہی وہ خود داماد کیلئے حرام ہو جاتی ہے اگرچہ ابھی تک لڑکی کیساتھ مجامعت واقع نہوئی ہو بلکہ اگرچہ لڑکی کو طلاق بھی دیدیا گیا ہو

دوسرے وہ عورت جو باپ کے عقد میں آچکی ہو بیٹے پر حرام موبد ہے اسیطرح جو عورت بیٹے کے عقد میں آچکی ہو وہ باپ کے لئے حرام موبد ہے علی ہذا دونوں میں ہر ایک کی کنیز ملموسہ[۱] یا منظورہ بھی دوسرے پر حرام ہے

تیسرے اپنی مدخولہ عورت کی لڑکی (جو کسی دوسرے شوہر سے ہو)

چوتھے شوہر دار عورت یا وہ عورت جو کسی شخص کے عدۂ رجعیہ میں ہو اور اسکا حال معلوم ہونیکے باوجود کوئی شخص اسکو اپنے عقد میں لے آئے تو عقد کنندہ کے لئے وہ حرام موبد ہو جائیگی اگرچہ اسکے ساتھ مجامعت نہ بھی کی ہو البتہ اگر عقد کرنیوالے کو یہ حال معلوم نہو کہ یہ عورت ابھی کسی شخص کے عدہ میں ہے تو اقوی یہ ہے کہ عقد واقع ہوتے ہی وہ عورت اس شخص کے لئے حرام موبد نہو گی صرف عقد ضرور باطل ہو جائیگا لیکن اگر عقد کے بعد مجامعت بھی واقع ہو چکی ہو تو البتہ اب عورت اس شخص کے لئے حرام موبد ہو جائیگی

پانچویں وہ عورت جس کیساتھ مرد حالت احرام میں عقد کرے باوجودیکہ اسکو یہ معلوم ہو کہ حالت احرام میں عقد کرنا ناجائز ہے اسی طرح بنا بر احوط (وجوبی) اگر کوئی شخص خود تو حالت احرام میں نہو لیکن ایسی عورت کے ساتھ عقد کرے جو احرام باندھے ہوئے ہے تو وہ عورت بھی اسکے لئے حرام موبد ہو جائیگی۔

---

۱ ملموسہ وہ جس کو خواہش نفسانی کے ساتھ مس کیا ہو۔ منظورہ یعنی منظور نظر۔ مترجم

چھٹے وہ آزاد عورت جسکو اسکے شوہر نے نو مرتبہ طلاق عدّی[1] دیا ہو یا وہ کنیز جسکو اسکے شوہر نے چھ مرتبہ طلاق عدی دیا ہو تو طلاق دہندہ شوہر پر اب یہ آزاد عورت یا کنیز حرام موبد ہو جائیگی لیکن آزاد عورت کو تیسری مرتبہ اور چھٹی مرتبہ طلاق دینے کے بعد دوبارہ اسکو شوہر مذکور اپنے عقد میں اس شرط سے لا سکتا ہے کہ دوسرا شخص اس عورت کے ساتھ عقد کرکے اسکو طلاق دیدے اسی طرح کنیز دوسری مرتبہ اور چوتھی مرتبہ کے طلاق کے بعد شوہر مذکور کے عقد میں جب ہی آ سکتی ہے کہ جب کوئی دوسرا شخص اس کنیز کو اپنے عقد میں لاکر طلاق دیدے۔

ساتویں وہ زوجہ جس کے ساتھ لعان[2] واقع ہوا ہو یا لعان کی شکل نہ ہو بلکہ زوجہ گونگی یا بہری ہو اور اُس پر زنا کی تہمت لگائی جائے۔

آٹھویں وہ عورت جو شوہر دار ہو یا عدہ رجعیہ میں ہو اور اس سے کوئی شخص زنا کرے تو زانی پر حرام موبد ہو جائے گی۔

نویں جس شخص نے کسی مرد سے وطی کی ہو تو فاعل و مفعول دونوں کی ماں بہن اور بیٹی ایک دوسرے پر حرام ہو جائیگی خواہ فاعل و مفعول دونوں کمسن ہوں یا دونوں بالغ ہوں یا دونوں میں سے ایک بالغ اور ایک نابالغ ہو۔

دسویں وہ عورت جس سے کوئی شخص ۹ سال کے سن سے قبل مجامعت کرکے افضاء[3] کر دے تو بنا بر قول مشہور وہ افضا کرنے والے پر حرام ہو جائیگی اگرچہ یہ حکم محل تامل ہے۔

گیارھویں کسی عورت سے عقد کرنے سے پیشتر اگر کوئی شخص زنا کرے تو بنا بر احوط (وجوبی) اس عورت کی ماں اور بیٹی وغیرہ زانی کے لئے حرام ہو جائینگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی عورت کو اپنی زوجہ سمجھکر غلطی سے مجامعت کرے تو اس عورت کی بھی ماں اور بیٹی وغیرہ اس مرد کے لئے حرام ہو جائینگی لیکن اگر کوئی شخص کسی عورت سے عقد کرنیکے بعد اسکی ماں یا بیٹی کے ساتھ زنا کرے یا اس عورت کی ماں یا بیٹی کو اپنی زوجہ سمجھکر غلط فہمی سے مجامعت کرے تو ایسی صورت میں اصل زوجہ حرام نہ ہوگی۔

---

[1] وہ طلاق جس میں عورت کو عدہ رکھنے کا حکم ہے ملاحظہ ہو باب العدہ ۱۲

[2] حاکم شرع کے سامنے جبکہ شرائط متحقق ہوں زن و شوہر کا بہ تہمت زنا ایک دوسرے پر لعنت کرنا ۱۲

[3] افضا پیشاب اور خون کے راستہ کے ایک ہو جانے کو کہتے ہیں ۱۲

غیر موبد اور حرام عورتیں | بعض عورتیں وہ ہیں کہ بعض حالات کے موجود ہوتے ہوئے ان کے ساتھ عقد کرنا حرام ہے اور ان حالات کے دفع ہو جانے پر عقد جائز ہو جاتا ہے ایسی عورتیں چند قسم کی ہیں۔

پہلے۔ جس شخص کے عقد میں چار دائمی منکوحہ عورتیں ہوں تو اسکو پانچویں عورت کیساتھ دائمی عقد کرنا حرام ہے لیکن اگر وہ اس میں سے کسی ایک کو ایک طلاق بائن دیدے یا طلاق رجعی دے اور عدہ گذر جائے تو اب پانچویں عورت کے ساتھ عقد کر سکتا ہے۔

دوسرے۔ کوئی شخص اپنی دائمی منکوحہ یا ممتوعہ عورت کی بہن کیساتھ جبتک کہ وہ اسکے تصرف میں موجود ہے عقد نہیں کر سکتا البتہ اگر وہ شخص اسکو طلاق بائن دیدے یا طلاق رجعی دیدے اور عدہ رجعت گذر جائے تو اب اس عورت کی بہن کے ساتھ عقد کر سکتا ہے اور اگر کوئی عورت متعہ میں ہو اور اسکی مدت گذر جائے یا خود شوہر اپنی جانب سے اس کو مدت بخشدے تو اسکی بہن کے ساتھ بھی عقد کر سکتا ہے لیکن بنا بر احوط (وجوبی) اس مقام پر بھی شرط یہ ہے کہ ممتوعہ کا عدہ ختم ہو جائے اگرچہ ممتوعہ کا یہ عدہ عدۂ رجعیہ نہیں بلکہ عدۂ بائنہ ہے۔

تیسرے۔ کوئی شخص اپنی زوجہ کی بھتیجی یا بھانجی کے ساتھ زوجہ کی اجازت کے بغیر عقد نہیں کر سکتا لیکن اگر زوجہ اجازت دیدے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

چوتھے۔ غیر کتابیہ کافرہ عورت جبتک کہ وہ اپنے کفر پر باقی ہو کوئی مسلم اسکے ساتھ عقد نہیں کر سکتا بلکہ متعہ میں بھی نہیں لا سکتا اسی طرح مسلمان عورت کسی کافر، یہانتک کہ اہل کتاب کے ساتھ بھی عقد نہیں کر سکتی البتہ اقوی یہ ہے کہ کتابیہ عورت کے ساتھ عقد کرنا جائز ہے اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ نہ کیا جائے۔ بالخصوص دائمی عقد میں زیادہ احتیاط ہے لیکن اگر کسی کتابیہ عورت کا شوہر مسلمان ہو جائے تو بلا کسی اشکال کے اسکا عقد درست رہے گا۔

خاتمہ | احوط (وجوبی) یہ ہے کہ مرد کو کسی اجنبی عورت کے جسم پر حتی کہ چہرہ اور ہاتھوں پر بھی نظر کرنا ناجائز ہے اسی طرح عورت کے لئے بھی اجنبی مرد کے متعلق یہی حکم ہے البتہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے عقد کرنا چاہتا ہو تو وہ اسکے بدن پر نظر کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کنیز کو خریدنا چاہتا ہو تو وہ بھی اس کنیز کے جسم کو دیکھ سکتا ہے۔ علیٰ ہذا ذمی کفار کی عورتوں کے ان اعضاء پر نظر کرنا بھی جائز ہے

جن کا وہ رواجاً پردہ نہیں کرتی ہیں لیکن اسی وقت تک جب تک کہ ریبہ[1] وتلذذ نہ ہو اسی طرح شرمگاہ کے علاوہ عورت عورت کے جسم پر اور مرد مرد کے جسم پر نظر کر سکتا ہے نیز شرمگاہ کے علاوہ مرد اپنی محرم عورتوں اور عورت اپنے محرم مردوں کے جسم کو دیکھ سکتی ہے۔ زوجہ وشوہر ہر ایک دوسرے کے پورے جسم حتیٰ کہ شرمگاہ کو بھی دیکھ سکتے ہیں۔

اگر والدین فقر کے عالم میں ہوں اور اکتساب معاش سے عاجز ہوں اور اولاد قدرت رکھتی ہو تو اولاد پر والدین کا نفقہ واجب ہے۔ اور اگر اولاد فقیر ہو اور باپ قدرت رکھتا ہو تو اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہے اور اگر باپ نہ ہو یا ہو اور قدرت نہ رکھتا ہو تو دادا پر واجب ہے اور اگر دادا نہ ہو یا عاجز ہو تو ماں پر واجب ہے اور اگر ماں نہ ہو یا عاجز ہو تو نانا پر واجب ہے اور قابل احترام مملوکہ جانوروں کا نفقہ اُن کے مالک کے ذمہ ہے۔



[1] ریبہ اور تلذذ سے مراد یہ ہے کہ نظر کرنے میں خواہش نفس شامل ہو جائے ۱۲ مترجم

باب الطلاق

طلاق سے مراد یہ ہے کہ زوجۂ دائمی کو قید زوجیت سے آزاد کر دیا جائے۔

شرائط طلاق دہندہ | طلاق دہندہ کے لئے چند امور شرط ہیں۔

اول۔ بلوغ — بچہ، مجنون اور اس شخص کا دیا ہوا طلاق صحیح
دوسرے۔ عقل — نہیں ہے جو کسی دوسرے کے مجبور کرنے سے بے اختیار
تیسرے۔ اختیار — ہو کر طلاق دے اسیطرح وہ شخص جو فضول بکواس
چوتھے۔ ارادہ کر کے طلاق دینا — کی طرح صیغۂ طلاق بلا کسی مقصد کے جاری کر دے ان دونوں کا طلاق بھی معتبر نہیں۔ بچہ کا ولی اسکی زوجہ کو طلاق نہیں دے سکتا البتہ مجنون کا ولی اسکی زوجہ کو طلاق دے سکتا ہے۔

شرائط زن مطلقہ | جس عورت کو طلاق دیا جائے اسکے متعلق بھی چند شرائط ہیں۔

اول:۔ یہ کہ زوجہ دائمی ہو ممتوعہ عورت کا طلاق صحیح نہیں بلکہ مدت متعہ اگر ختم ہو جائے یا شوہر زوجہ کو مدت بخشدے تو خود بخود باہم جدائی ہو جاتی ہے۔

دوسرے۔ یہ کہ عورت طلاق کے وقت حیض و نفاس سے خالی ہو لیکن اگر عورت غیر مدخولہ یا حاملہ ہو یا شوہر جس نے طلاق دیا ہے موقع پر موجود نہو اور اسکو عورت کے حالت حیض و نفاس کی اطلاع نہو سکتی ہو تو طلاق صحیح ہوگا۔ اگرچہ بعد میں ثابت ہو کہ طلاق حالت حیض یا نفاس میں واقع ہوا۔

تیسرے یہ کہ نابالغہ یائسہ اور زن حاملہ کے علاوہ دیگر عورتوں کے متعلق یہ شرط ہے کہ انکو اس طہر میں طلاق نہ دیجائے جسمیں انکے ساتھ جماع کیا ہو لیکن جس عورت کی عمر تو اتنی ہو کہ اسکو حیض آنا چاہئیے لیکن آتا نہو اسکو اسوقت طلاق دیا جا سکتا ہے کہ جب سے اسکے ساتھ مجامعت کئے ہوئے تین ماہ گذر جائیں۔

چوتھے۔ یہ کہ جس زوجہ کو طلاق دینا ہو اسکو معین کر کے طلاق دیا جائے۔ اگر کوئی شخص بلا تعیین یوں طلاق دے کہ میں اپنی تمام بیویوں میں سے ایک کو طلاق دیتا ہوں تو طلاق صحیح ہوگا

شرائط طلاق | طلاق وغیرہ میں دو چیزیں شرط ہیں۔

اول - یہ کہ صیغۂ طلاق عربی زبان میں صحیح طور پر جاری کیا جائے مثلاً رقیّتہٗ طالقٌ بغیر لفظ طالقٌ کے طلاق واقع نہیں ہوتا۔

دوسرے، یہ کہ دو عادل طلاق کے وقت موجود ہوں اور صیغۂ طلاق کو سنیں

اقسام طلاق | طلاق کی دو قسمیں ہیں طلاق بائن اور طلاق رجعی

(۱) **طلاق بائن** جسمیں طلاق دہندہ دوبارہ رجوع نہیں کر سکتا۔ ایسا طلاق پانچ مقام پر ہوتا ہے

اول - یہ کہ مطلقہ یائسہ ہو یعنی حیض آنیکی عمر ختم کر چکی ہو۔ قرشی عورت ساٹھ سال ہلالی کے بعد یائسہ ہو جاتی ہے اور غیر قرشی عورت پچاس سال کے بعد اگر کسی عورت کے متعلق اشتباہ ہو کہ یہ قرشیہ ہے یا غیر قرشیہ تو وہ غیر قرشیہ سمجھی جائے گی۔ اگرچہ اس صورت میں احتیاط کی رعایت کرنا بہتر ہے

دوسرے یہ کہ مطلقہ نابالغہ ہو جسکی عمر ابھی نو سال سے کم ہو۔

تیسرے - یہ کہ مطلقہ غیر مدخولہ ہو۔

چوتھے - یہ کہ عورت شوہر سے ناخوش ہو اور وہ شوہر کو کچھ مال دیکر اس سے طلاق حاصل کرے اس صورت کو خلع کہتے ہیں یا یہ کہ زوجہ و شوہر دونوں ایک دوسرے سے ناراض ہوں اور اس صورت میں زوجہ شوہر کو کچھ دیکر طلاق لے۔ اس صورت کو مبارات کہتے ہیں۔ غرض ان دونوں قسموں کے طلاق میں جب تک کہ عورت عدۃ کے اندر اس مال کو واپس نہ لے لے جو اُس نے شوہر کو دیا ہے اسوقت تک شوہر رجوع نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر عورت عدہ کے اندر خود اپنا دیا ہوا مال واپس کر لے تو وہ رجعیہ ہو جائے گی۔

پانچویں۔ وہ عورت جسکو دو مرتبہ طلاق دے چکا ہو اب تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد اس کی طرف رجوع نہیں کر سکتا۔

(۲) طلاق رجعی جسمیں عدۃ کے اندر شوہر کو رجوع کرنا جائز ہے اور جس طریقہ سے بھی رجوع کرنا معلوم ہوتا ہو اُسی سے رجوع کا تحقق ہو جاتا ہے اگرچہ شوہر زبان سے کچھ نہ کہے صرف عمل شاہد ہو۔ مطلقہ رجعیہ زوجہ کے حکم میں ہے، عدۃ کے اندر وہ میراث پانے کی بھی مستحق ہے اور عدۃ کے بعد میراث کی حقدار نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص مرض الموت میں اپنی زوجہ کو طلاق دے تو زوجہ ایک سال ہلالی تک میراث پائے گی بشرطیکہ اس عورت نے کوئی دوسرا شوہر نہ کیا ہو اور جس مرض میں شوہر نے طلاق دیا ہے اسکا سلسلہ موت تک لگاتار چلا جائے اور طلاق زوجہ کی خواہش سے نہ ہو لہذا زن مختلعہ و مبارات میں یہ حکم جاری نہیں ہے۔ اسی طرح اگر زوجہ عدۃ میں مر جائے تو شوہر بھی زوجہ کی میراث پائے گا۔

باب العدّة

جاننا چاہیئے کہ زن نابالغہ اور یائسہ اور غیر مدخولہ کے لئے عدۃ نہیں ہے البتہ عدۃ وفات ان کے لئے بھی ہے اور جس عورت کو حیض آتا ہو اسکا عدۃ بعد از طلاق تین طہر ہیں۔ اگر طہر ختم ہونے سے لحظہ بھر قبل بھی طلاق واقع ہوجائے تو یہ طہر عدۃ کا پہلا طہر شمار کرلیا جائیگا اور تیسرا حیض دیکھتے ہی عورت عدۃ سے خارج ہوجائیگی، یہ حکم آزاد عورت کا ہے لیکن کنیز کا عدۃ دو طہر ہیں اور زن متوعہ کا عدۃ دو حیض ہیں اور اگر ان دونوں قسم کی عورتوں کا سن تو حیض آنیکا ہو لیکن حیض نہ آتا ہو تو انکا عدۃ ڈیڑھ ماہ ہے۔ زن حاملہ کا عدۃ وضع حمل ہے خواہ وہ آزاد ہو یا کنیز منکوحہ ہو یا ممتوعہ اگرچہ ولادت کامل نہو بلکہ درمیان ہی میں حمل ساقط ہوجائے تو وہی عدۃ کی میعاد ہے۔ عدۃ وفات ہر عورت کے لئے چار ماہ دس دن ہیں البتہ زن حاملہ کیلئے عدہ فات ابعد الاجلین ہے یعنی اگر چار ماہ دس دن سے قبل وضع حمل ہوجائے تو عدت وفات چار ماہ دس دن اور اگر ولادت اس مدت کے گذر جانے کے بعد ہو تو عدۃ وفات وضع حمل ہے۔ کنیز کے لئے عدۃ وفات بہر صورت دو ماہ پانچ یوم ہیں۔ البتہ اگر کنیز حاملہ ہو تو اسکے لئے بھی عدۃ وفات ابعد الاجلین ہے۔

جس عورت کا شوہر مرگیا ہو اُس کو زینت کرنا حرام ہے۔ زینت کی کوئی تخصیص نہیں رنگین لباس پہننا۔ سرمہ لگانا وغیرہ وغیرہ غرض جو چیز بھی زینت خیال کی جائے اس کا زمانہ عدۃ میں عمل میں لانا حرام ہے۔

مطلقہ رجعیہ کے لئے زمانۂ عدۃ میں اُس مکان سے جسمیں کہ وہ بروقت طلاق رہتی ہو باہر جانا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح شوہر پر بھی حرام ہے کہ اسکو زمانۂ عدۃ میں اس مکان سے باہر کرے۔ البتہ بعض مقامات اس سے مستثنیٰ ہیں۔

مطلقہ کا عدۃ طلاق کے وقت سے شروع ہوجاتا ہے، اگرچہ اسکو بروقت طلاق کا علم نہ ہو اور عدۃ وفات اسوقت سے شروع ہوتا ہے جس وقت کہ عورت کو شوہر کے انتقال کا حال معلوم ہو۔

منہج دوم

احکام معاملات

باب التّجارہ

جاننا چاہیئے کہ تجارت کرنا واجب ہے بشرطیکہ واجب امر مثلاً واجب النفقہ عیال کا نفقہ تجارت پر موقوف ہو اسی طرح اگر قرض کا ادا کرنا تجارت پر موقوف ہو تو بھی بنا بر احوط (وجوبی) تجارت کرنا واجب ہے۔ تجارت کے مستحب ہونے کی شکلیں یہ ہیں کہ تجارت کرنا اپنے اور اپنے عیال کی وسعتِ معاش کا باعث ہو یا لوگوں کی امداد کرنے اور تصدق کرنے کی غرض سے یا زیارات کیلئے جانے کی غرض سے کوئی شخص تجارت سے سرمایہ پیدا کرنے کی کوشش کرے یا اسی قسم کے دیگر مقاصد کے لئے تجارت کرے تو ان صورتوں میں تجارت کرنا مستحب ہے۔

آداب و مستحبات

تجارت کے آداب و مستحبات چند ہیں۔

اول یہ کہ مسائل تجارت کو یاد کرے بلکہ اگر کوئی شخص یہ کچھ نہ جانتا ہو کہ معاملہ کس طرح صحیح ہوتا ہے اور کس طرح باطل تو وہ سرمایہ تجارت کے عوض یعنی قیمت کو اپنے تصرف میں نہیں لاسکتا لہذا اسپر واجب ہے کہ معاملات کی صحت و بطلان کی صورتوں کے متعلق علم حاصل کرے تاکہ قیمت پر متصرف ہوسکے۔

دوسرے یہ کہ دو مسلمان خریداروں کے درمیان میں قیمت میں کوئی فرق نہ کرے۔

تیسرے۔ یہ کہ جو شخص اسکے پاس سے کچھ خرید کرے یا اسکے ہاتھ کوئی شے فروخت کرکے پشیمان ہو تو مستحب ہے کہ اسکے معاملہ کو فسخ کردے۔

چوتھے۔ یہ کہ معاملہ کرنے میں ملائمت برتے۔

پانچویں۔ یہ کہ فروخت کرتے وقت جھکتا ہوا تولے اور خود خریدتے وقت کچھ اٹھتا ہوا۔

مکروہ معاملات | جو معاملات مکروہ ہیں اُن میں سب سے اہم حسب ذیل چند چیزیں ہیں۔

اول۔ صرافی

دوسرے۔ غلہ فروشی یعنی گیہوں جَو فروخت کرنا۔

تیسرے۔ کفن فروشی

چوتھے۔ قصابی۔

پانچویں۔ پست طبقہ کے لوگوں سے خرید و فروخت کرنا۔

چھٹے۔ ظالموں سے معاملہ کرنا بشرطیکہ جو مال اُن سے لیا جا رہا ہے اُسکے علم میں بعینہ حرام ہو۔

ساتویں۔ بردہ فروشی۔

آٹھویں۔ دوسرے لوگوں کے معاملہ میں خریدنے کے قصد سے مداخلت کرنا۔

نویں۔ چار فرسخ (۱۲ میل) کی مسافت سے کم فاصلہ پر شہر سے باہر جانا تاکہ شہر میں آنیوالے لوگ قبل اسکے کہ شہر میں داخل ہوں اُن سے وہاں پہونچکر معاملت کرلے۔

دسویں۔ معاملات میں قسم کھانا۔

گیارھویں۔ طلوع فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے قبل کوئی معاملہ کرنا۔

معاملات کی حرام صورتیں | چند مواقع میں خرید و فروخت کا معاملہ حرام ہے۔

اول یہ کہ کسی نجس العین چیز کو خریدنا یا فروخت کرنا۔ اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ نجس العین شے سے یہ فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے کہ اسکو کسی مفید جائز کام میں صرف کیا جائے لیکن متنجس شے کی اُن کاموں کے لئے خرید و فروخت کیجا سکتی ہے جن میں طہارت شرط نہیں ہے بلکہ جس متنجس شے کی تطہیر ممکن ہو اسکی خرید و فروخت مطلقاً جائز ہے

دوسرے غصبی مال کا فروخت کرنا یا غصبی مال سے کوئی چیز خریدکرنا لیکن اگر کوئی شخص کوئی شے خریدے اور اسکی قیمت کا بار لینے اوپر لے پھر خرید شدہ شے کے عوض میں مال غصبی دیدے تو معاملہ باطل نہیں ہے لیکن خریدنے والا مشغول الذمہ رہیگا غصبی مال کے مالک کے متعلق بھی اور بائع کے متعلق بھی البتہ اگر کوئی شخص خریدنے کے وقت ہی یہ طے کئے ہوئے تھا کہ میں غصبی مال ہی سے خریدونگا تو معاملہ کی صحت خالی از اشکال نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص ارادہ کئے ہوئے ہو کہ میں قیمت ادا نہ کرونگا

تو بھی معاملہ کی صحت مشکل ہے۔ اگر بائع کو بھی معلوم ہو جائے کہ مشتری غصبی مال دیکر شئے خرید رہا ہے تو بائع کو قیمت کے طور پر اسکا مال کا لینا جائز نہیں ہے بلکہ اس مال کو مالک کے پاس پہونچانا چاہیئے۔

تیسرے ۔ ان چیزوں کے متعلق معاملت کرنا جسکی کوئی مالیت نہیں ہے۔ مثلاً حشرات الارض یا مسخ شدہ جانور اور درندے وغیرہ۔

چوتھے ۔ ان چیزوں کے متعلق معاملت جو ناجائز مقاصد میں کام آتی ہیں مثلاً آلات لہو یا یہ کہ وہ چیز تو ایسی نہو جو صرف ناجائز مقصد ہی میں کام آتی ہو لیکن بائع و مشتری کا ارادہ اُس شئے کو ناجائز مقصد ہی میں صرف کرنیکا ہو مثلاً شراب بنانے کے لئے انگور خریدے جائیں تو بھی حرام ہے

پانچویں ۔ اس شئے کا فروخت کرنا جسمیں ملونی ہو اور مشتری کو اسکا کوئی علم نہو۔ پس اگر صورت معاملہ یہ ہو کہ مشتری اس جنس کی شئے خریدنا چاہتا ہو اور بائع اسکو ملونی کی چیز دیدے تو اس جنس کی عمدہ شئے اور موجودہ ملونی والی شئے کی قیمت میں جو کچھ فرق ہو اس کے بقدر رقم بائع کو چاہیئے کہ مشتری کو واپس کرے اور اگر خود بعینہ اسی شی کے متعلق معاملہ ہوا ہو تو اُس شئے کے اندر جتنا جزو ملونی کا ہے اسکی نسبت سے بیع باطل ہے بشرطیکہ ملونی غیر جنس کی ہو اور بقیّہ خالص جزو کے متعلق مشتری کو خیار تبعض صفقہ حاصل ہے۔ اسی طرح اگر مشتری بائع کو قیمت میں ملونی والا سکہ دے تو بائع کو بھی یہی حقوق ہیں۔

چھٹے ۔ یہ کہ بائع مشتری کے ہاتھ کوئی شئے فروخت کر رہا ہو اور ایک تیسرا شخص محض اس مقصد سے کہ مشتری اُس شئے کو زیادہ قیمت پر خریدے خریدار بنکر اس شئے کی قیمت بڑھا دے۔

ساتویں ۔ یہ کہ اس عنوان سے معاملہ کرنا کہ اسمیں ربا ہو جائے اور یہ ایک درم سود کا گناہ اس سے بدتر ہے کہ ستر مرتبہ کوئی شخص اپنی محرم عورتوں کے ساتھ زنا کرے۔ معاملہ کے اندر ربا کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی جنس کو جسکو پیمانہ یا تول کے ذریعہ سے جانچا جاتا ہو اُسی جنس سے کسی اضافہ کے ساتھ تبادلہ کرے۔ اگرچہ اضافہ غیر جنسی ہو بلکہ عین بھی نہ رکھتا ہو مثلاً جنس کے مقابل میں وہی جنس اُسی مقدار میں دی جائے اور ایک جانب میں کسی شرط کا اضافہ لگا دیا جائے تو ربا ہو جائیگا اور اگر سونے کا سونے سے اور چاندی کا چاندی سے بالکل برابری کے ساتھ تبادلہ کیا جائے لیکن ایک طرف شئے نقد ہو اور دوسری طرف قرض تو یہ صورت بھی ربا ہی کے حکم میں ہے

---

۵۱ مثلاً کوئی شخص پانچ سیر غلہ کے عوض پانچ سیر غلہ لے اور یہ بھی شرط لگادے کہ تبادلہ کرنے والا ایک روز اس کی خدمت بھی کریگا تو ربا ہو جائے گا۔ (مترجم) ۵۲ خیار کا بیان ملاحظہ ہو (مترجم)

اور اگر دونوں جانب ضمیمہ شامل کر لیا جائے یا کمی کیجانب غیر جنس کا ضمیمہ لگا دیا جائے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

جو چیزیں شمار کیجاتی ہیں مثلاً انڈا وغیرہ یا جن چیزوں کی گز وغیرہ سے پیمائش کیجاتی ہے یا جن اشیاء کو صرف مشاہدہ سے جانچا جاتا ہے انکی کمی و زیادتی کے ساتھ تبادلہ کرنے میں ربا نہیں ہے کسی شے کے متعلق یہ تجویز کرنیکے لئے کہ تولی جاتی ہے یا پیمانے سے دیجاتی ہے اس شہر کے رواج کو دیکھنا چاہیئے جہاں معاملہ ہو رہا ہو بشرطیکہ ہر شہر کا رواج جداگانہ ہو مثلاً تربوز اور کھیرا وغیرہ جو بعض شہروں میں شمار سے فروخت ہوتے ہیں اور بعض میں وزن سے۔ البتہ اگر کوئی شئے اکثر شہروں میں وزن سے فروخت کیجاتی ہو اور کسی ایک شہر میں شمار سے دیجاتی ہو تو اقوی یہ ہے کہ ایسی شئی میں خاص اس شہر میں بھی ربا کا حکم نافذ ہے۔

اگر ایک ہی جنس کی شئے کا باہم تبادلہ کیا جائے اور ایک طرف درست شے ہو اور دوسری طرف عیب دار یا ایک طرف کی شئے میں کوئی خاص صفت پائی جاتی ہو اور دوسری طرف کی شے اس صفت سے خالی ہو جس طرح کہ مثلاً چاول کے اقسام ہوتے ہیں یا شکستہ تانبے کا درست تانبے سے یا سونے کا تبادلہ سونے کے زیور سے یا غیر سکہ دار سونے کا سکہ دار سونے سے تبادلہ کیا جائے تو اگرچہ عرف کے لحاظ سے قیمت مختلف ہے لیکن کمی و زیادتی سے ربا ہو جائیگا۔ احوط (وجوبی) یہ ہے کہ معاملۂ صحیح میں جہاں بیع کی شکل پیدا ہو جائے وہاں بھی دو ہمجنس چیزوں کی باہم کمی و زیادتی پر ربا کا حکم نافذ ہوگا۔ دو غیر ہمجنس چیزوں کا اگر کمی و زیادتی کے ساتھ تبادلہ کیا جائے تو اسمیں ربا نہ ہوگا البتہ اگر گیہوں اور جو کا باہم کمی و زیادتی سے تبادلہ کیا جائے تو اسمیں ربا کا حکم جاری ہو جائیگا کیونکہ شرعاً وہ دونوں ایک جنس کے حکم میں ہیں۔ ربا کا حکم چند مقامات میں نافذ نہیں ہے بلکہ درحقیقت ربا نہیں ہے۔

ماں باپ اور بیٹے کے باہمی معاملے میں بلکہ باپ اور بیٹی کے معاملہ میں بھی ربا نہیں ہے۔ اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ صرف باپ اور بیٹے ہی کے معاملے ہی کو ربا سے مستثنیٰ سمجھا جائے۔

دوسرے۔ زوجہ و شوہر کے باہمی معاملہ میں۔

تیسرے۔ آقا اور غلام کے باہمی معاملہ میں۔

چوتھے۔ مسلمان اور کافر حربی کے باہمی معاملہ میں یعنی مسلمان کافر حربی سے زیادہ لے سکتا ہے لیکن کافر حربی کو اپنے پاس سے سود نہیں دے سکتا لیکن کافر ذمی سے سود کا لین دین دونوں ناجائز ہیں۔

عقد بیع و شریٰ | جاننا چاہیئے کہ فروخت کرنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی شئے کے عین کو کسی معاوضہ پر کسی دوسرے شخص کی ملکیت بنادے اور مبیع فروخت شدہ چیز یا اور ثمن (قیمت) کی تعیین کے بعد۔ بائع مشتری سے کہے بعتک ھذہ الدار بالف روپیۃ (میں نے یہ گھر تیرے ہاتھ ایکہزار روپیہ میں فروخت کیا) بائع کی طرف سے صیغہ ایجاب کے بعد مشتری فوراً قبول کا صیغہ پڑھے اور قبلت ھکذا (میں نے اس شکل سے قبول کیا) یا اشتریتُ ھکذا (میں مذکورہ صورت سے خریدا) ضروری ہے کہ بائع اور مشتری دونوں صیغے کے معنی سمجھتے ہوں اور بقصد انشا تملیک تملک (مالک بنانا یا مالک بننا) صیغہ جاری کریں یعنی یہ کہ بائع یہ خیال کرے کہ میں اس صیغہ کے ذریعہ سے مشتری کو مبیع کا مالک بناتا ہوں اور مشتری یہ خیال کرے کہ میں اس صیغہ کے ذریعہ سے مبیع کا مالک بنتا ہوں ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ بائع و مشتری دونوں صیغہ جاری کرنے کیلیئے اپنی اپنی جانب سے ایک ایک وکیل مقرر کردیں بلکہ اگر صرف ایک ہی آدمی کو دونوں اپنی طرف سے وکیل کردیں تو بھی درست ہے بلکہ یوں بھی صحیح ہے کہ بائع اور مشتری دونوں میں سے کوئی ایک خود صیغہ پڑھے اور دوسرا اپنی طرف سے اسکو وکیل مقرر کرے اور ایجاب و قبول دونوں ایک ہی شخص جاری کرے تو بھی اقویٰ یہ ہے کہ عقد بیع درست ہو بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ غیر عربی میں بھی عقد پڑھنا درست ہے اگرچہ کوئی شخص خود ہی عربی میں صیغہ جاری کرسکتا ہو یا کسی عربی جاننے والے کو وکیل بناسکتا ہو بلکہ بغیر صیغہ کے بصورت معاطات[علہ] بھی معاملہ بیع جائز ہے اس طرح کہ بائع مال کو بقصد تملیک مشتری کو دیدے اور ثمن اس قصد سے لیلے کہ یہ میری ملکیت کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ بالخصوص ایسی صورت میں کہ معاملہ چھوٹا سا ہو اقویٰ یہ ہے کہ معاملات کی صورت سے معاملہ کرنے سے مبیع مشتری کا مال ہوجاتا ہے اور ثمن بائع کا اور جبتک بائع نے ثمن میں اور مشتری نے مبیع میں کوئی تصرف نہ کیا ہو اسوقت تک بائع و مشتری معاملہ کو فسخ کرسکتے ہیں لیکن اگر دونوں میں سے کوئی ایک تصرف کرچکا ہو مثلاً اسکو تلف کردیا یا اپنے پاس سے منتقل کردیا ہو تو ایسی صورت میں اگرچہ باہم خیار فسخ طے بھی ہوگیا ہو لیکن اب بیع فسخ نہیں ہوسکتی بلکہ ان تمام صورتوں میں بیع لازم ہوجائیگی۔

بائع اور مشتری اور مبیع اور ثمن کے شرائط | بائع اور مشتری اور مبیع اور ثمن کے متعلق چند امور شرط ہیں۔

اول۔ یہ کہ بائع اور مشتری دونوں بالغ ہوں لہذا نابالغ سے معاملہ جائز نہیں ہے اگرچہ ممیز ہو اور ولی سے اجازت لیکر معاملہ کرے اگر کوئی شخص کوئی چیز کسی نابالغ سے خرید کر اپنے قبضہ میں لے آئے تو وہ شخص اس شے کا ضامن ہے اور اسپر اس شئے کو بچہ کے ولی کے پاس پہونچا دینا لازم ہے اور جو رقم بطور قیمت کے اسنے بچہ کو دی ہو اگر بچہ کے پاس سے ضایع

علہ یعنی بغیر صیغہ کے ۱۲

ہو جائے تو وہ شخص اس رقم کا نہ بچہ سے مطالبہ کر سکتا ہے اور نہ اسکے ولی سے۔

دوسرے۔ یہ کہ بائع اور مشتری دونوں عاقل ہوں۔

تیسرے یہ کہ بالارادہ خرید و فروخت کریں۔

چوتھے۔ یہ کہ اپنی رضا و رغبت کے ساتھ معاملہ کریں۔

پانچویں۔ یہ کہ بائع جو کچھ فروخت کرے بروقت معاملہ وہ شئے اسکی ملکیت ہو اور مشتری جو کچھ قیمت دے وہ بروقت معاملہ اسکی ملکیت ہو۔ معاملہ بیع لازم اسی شکل میں ہوگا جب کہ بائع مبیع کا اور مشتری ثمن کا مالک ہوتے ہوئے معاملہ کرے اور اگر بائع اور مشتری مالک کی بغیر اجازت کے عقد فضولی کے طور پر یا بلکہ ظالمانہ اور غاصبانہ طور پر دوسرے شخص کے مال کی خرید و فروخت کریں تو معاملہ پختہ اسی صورت میں ہوگا کہ مالک اجازت دیدے اگر وہ اجازت دیدے تو وہ اپنے مال کے عوض[1] کو لے لیگا اور اگر وہ اجازت نہ دے تو معاملہ باطل ہو جائیگا اسی طرح اگر کوئی شخص دوسرے شخص کے مال کے ساتھ کچھ اپنا مال بھی شامل کر کے کسی قیمت میں فروخت کرے تو وہ معاملہ فروشندہ کے مال کے متعلق تو لازم (پختہ) رہیگا لیکن غیر کے مال کے متعلق اسکی اجازت پر موقوف رہیگا۔ اگر وہ اجازت دیدے تو کوئی زحمت نہیں ورنہ غیر کے مال کی نسبت سے معاملہ باطل ہے لیکن اس صورت میں خریدار تبعض صفقہ کے خیار کی بنا پر معاملہ کو فسخ کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کیفیت سے ناواقف ہوتے ہوئے اس نے یہ مال خرید کیا ہو ورنہ وہ فسخ نہیں کر سکتا مگر یہ کہ بائع خود فسخ پر راضی ہو جائے اور بہر حال مشتری بائع سے مال غیر کے مقابل میں جو مزید قیمت اس نے ادا کی ہے وہ بائع سے وصول کر سکتا ہے۔ رہا یہ کہ قیمت کی اس مقدار کا اندازہ کیسے ہوگا اس کے لئے تفصیل درکار ہے۔

چھٹے۔ یہ کہ مبیع اور ثمن دونوں میں سے کسی ایک سے کسی غیر کا حق متعلق نہو ورنہ بیع صحیح نہ ہوگی غیر کا حق متعلق ہونے کے بہت سے مواقع ہیں۔ از انجملہ خاص مقامات یہ ہیں۔

اوّل عین مرہونہ کہ راہن کی ملکیت ہے اور اس سے مرتہن کا حق متعلق ہے لہذا راہن اسکو مرتہن کی اجازت کے بغیر فروخت نہیں کر سکتا اور نہ مرتہن فروخت کر سکتا ہے البتہ اپنا قرض وصول کرنے کے لئے فروخت کر سکتا ہے لیکن فروخت کرنے کے لئے حاکم شرع سے اجازت لینا ضروری ہے اگرچہ خود راہن اسپر راضی ہو کہ مرتہن اسکو فروخت کر کے اپنا قرضہ وصول کرلے۔

---

[1] یعنی اگر فروخت شدہ مال اسکا تھا تو اسکا عوض یعنی ثمن کو اور اگر اسکی رقم سے کوئی چیز خریدی گئی ہو تو ثمن کے عوض یعنی بیع کو اصل مالک لے لیگا۔ ۱۲

دوسرے ۔ وقف کہ اس سے موقوف علیہ کا حق متعلق ہے اور وقف کی بیع جائز نہیں ہے لیکن چند مواقع اس سے مستثنیٰ ہیں ۔

اول ۔ یہ کہ موقوف علیہم کے درمیان میں مال وقف کے متعلق اس قدر نزاع شدید ہو کہ وقف کے باقی رکھنے سے مال یا جان کے تلف ہونیکا اندیشہ ہو ۔

دوسرے ۔ یہ کہ عین موقوفہ خراب اور رکھنہ ہو جائے کہ جو منفعت اس سے مقصود تھی اب وہ اُس سے حاصل نہ ہوسکتی ہو مثلاً مسجد کا بوریہ اگر پُرانا ہو جائے تو اس کو فروخت کرنا جائز ہے اور حتی الامکان اسکی قیمت کو اس مسجد کے متعلق واقف کے قریب ترین مقاصد میں صرف کرنا چاہئے ۔ مذکورہ بالا دو صورتوں کے علاوہ بھی وقف کے فروخت کرنے کی دوسری شکلیں ہیں ۔

تیسرے ۔ یہ کہ ام الولد کنیز بشرطیکہ اولاد آقا ہی کے صلب سے ہو اور خود اسی کی ملکیت کے زمانے میں کنیز حاملہ ہوئی ہو جبتک وہ بچہ زندہ ہے اسوقت تک آقا کو اس کنیز کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے البتہ چند مواقع اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جو اپنے مقام پر بیان کئے گئے ہیں اور اُن کے علاوہ اور بھی صورتیں ہیں جو کتب مفصلہ میں مذکور ہیں ۔

ساتویں ۔ یہ کہ بیع عین ہو نہ کہ کسی شے کی منفعت البتہ ثمن میں کسی شئے کی صرف منفعت بھی دی جاسکتی ہے ۔

آٹھویں ۔ یہ کہ بیع اور ثمن معلوم ہوں کیل (پیمانہ) کے ذریعے یا وزن سے یا گز سے پیمایش کرکے یا شمار سے اور غیر معلوم اوزان سے تولنا یا پیمانہ سے حساب لگانا کافی نہیں ہے اسی طرح محض تخمینہ لگالینا جن چیزوں میں محض مشاہدہ سے جہالت دور ہوسکتی ہے انہیں ایسا کرنا کافی ہے ہر ایک قسم کی چیز کی بابت مجہولیت دفع کرنیکے متعلق اُس شہر کے رائج طریقہ پر دارومدار ہے ۔

نویں ۔ یہ کہ بایع کو مبیع کے اور مشتری کو ثمن کے ادا کرنے پر قدرت بھی ہو لہذا غلام گریختہ کی بیع صحیح نہیں ہے لیکن اگر غلام گریختہ کے ساتھ کوئی دوسری چیز کی بیع صحیح ہو شامل کرکے معاملہ کیا جائے تو بیع درست ہو گی ۔ اگرچہ غلام گریختہ بعد میں ہاتھ بھی نہ آئے ۔

خیار

خیار چند قسم کا ہوتا ہے ۔

اول خیار مجلس یعنی قبل اسکے کہ بایع و مشتری ایک دوسرے سے جدا ہوں دونوں میں سے ہر ایک معاملہ کو فسخ کرسکتا ہے لیکن جدا ہونے کے بعد بیع لازم ہو جائیگی ۔

دوسرے۔ خیار حیوان۔ حیوان کی خرید و فروخت میں تین روز تک بایع کو نہیں بلکہ صرف مشتری کو باقی رہتا ہے لیکن اگر ثمن بھی حیوان ہی ہو یعنی حیوان بدلے حیوان فروخت کیا گیا ہو تو بایع کو بھی اختیار رہے گا حیوان خواہ انسان یعنی کنیز و غلام ہو یا دوسرے حیوانات کی قسم میں سے ہو

تیسرے خیار شرط۔ بایع اور مشتری جسکے لئے بھی خیار مقرر کریں اور جس مدت تک کے لئے مقرر کریں خواہ بایع کے لئے خیار قرار دیں یا صرف مشتری کیلئے یا دونوں کیلئے مقرر کریں یا دونوں کے علاوہ شخص غیر کیلئے خیار کا حق دیدیں تو وہ خیار نافذ ہوگا۔ یہ شرط کیجاسکتی ہے کہ مثلاً مشتری بایع کو جو ثمن ادا کر رہا ہے مشتری اس ثمن کا مثل مقررہ مدت کے لئے بایع کو واپس کرے گا۔ اسی طرح دوسری ایسی شرائط جو مقتضائے عقد بیع و کتاب سنت کے خلاف نہوں صیغہ میں مقرر کیجاسکتی ہیں لہذا جائز ہے کہ بایع یا مشتری دوسرے فریق سے یہ شرط کرلے کہ مجھکو ایک کپڑا سی کر دینا ہوگا یا اتنی رقم قرض دینا ہوگی۔ بر فرض قدرت اس شرط کا پورا کرنا لازم ہے ورنہ جس شخص نے شرط لگائی ہو وہ معاملہ کو فسخ کر دینے کا مختار ہوگا اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ فریقین میں سے کوئی صیغہ بیع کے ضمن میں دوسرے سے یہ شرط کرلے کہ مثلاً فلاں کتاب مجھکو دینا ہوگی اس قسم کی شرط کو شرط نتیجہ کہتے ہیں۔

چوتھے۔ خیار غبن۔ بایع یا مشتری جسکے ساتھ غبن کیا گیا ہو درصورتیکہ بروقت معاملہ واقف نہو تو اسکو غبن کی وجہ سے بیع کے فسخ کردینے کا خیار حاصل ہے۔

پانچویں۔ خیار تاخیر۔ اگر تین روز تک مشتری بایع کو قیمت نہ دے یا بایع مبیع کو مشتری کے حوالے نہ کرے تو فریق ثانی کو تاخیر کی جہت سے خیار فسخ حاصل ہے۔ یہ تین دن کی مدت ان چیزوں کے لئے ہے جو ایک دو روز رہجانے سے خراب نہیں ہوتیں لیکن اگر کوئی چیز ایک ہی دن میں خراب ہے جانیوالی ہو اور لینے والا دن گذارے اور نہ آئے تو مالک کو خیار فسخ حاصل ہے بشرطیکہ لینے والے نے تاخیر کی شرط نہ لگادی ہو۔

چھٹے۔ خیار رویت۔ اس خیار کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی شئے کو بغیر دیکھے ہوئے محض اس کے اوصاف کو سنکر خرید لے اور جب وہ شئے سامنے آئے تو اس میں وہ اوصاف موجود نہوں ایسی شکل میں مشتری کو فسخ بیع کا خیار حاصل ہے اور اگر دیکھنے کے بعد ان صفات سے بالاتر ہوں جو بیان کئے گئے تھے تو بایع فسخ کا اختیار رکھتا ہے۔

ساتویں۔ خیار عیب اگر صیغہ بیع واقع ہوچکا ہو لیکن شئے مبیع ابھی مشتری کے قبضہ میں نہ آئی ہو اس وقت مبیع کے اندر کوئی خرابی پیدا ہوجائے تو مشتری کو اختیار ہے کہ خواہ معاملہ کو فسخ کردے اور خواہ یہ کرے کہ عمدہ اور خراب شدہ شئے کی قیمت

میں جتنا فرق ہوتا ہو اس کی بقدر قیمت وضع کرکے بقیہ قیمت پر معاملہ کو قائم رکھے اسی طرح بائع کو اختیار ہے کہ اگر قیمت میں کوئی خرابی نکلے تو وہ بھی خیار عیب کی رو سے معاملہ کو فسخ کر سکتا ہے۔

خیار عیب چند صورتوں میں ساقط ہو جاتا ہے۔

اول۔ یہ کہ مشتری کو بر وقت معاملہ عیب کا حال معلوم ہو۔

دوسرے۔ یہ کہ مشتری کو جب عیب کی اطلاع ہو تو وہ اُسوقت اسپر راضی رہے۔

تیسرے۔ یہ کہ مشتری خیار عیب کو خود ساقط کر چکا ہو۔

چوتھے یہ کہ بائع عیب کی ذمہ داری سے دست برداری دیدے یا کسی خاص عیب کے متعلق دست برداری دے مثلاً اس شئے کے اندر کوئی خاص عیب ہو اور وہ شخص اُس شئے کا وہ عیب ظاہر کرکے فروخت کر رہا ہو یا یوں کہدے۔ کہ میں کسی عیب کا ذمہ دار نہیں ہوں تو بائع پر کوئی بار نہیں رہیگا لیکن اگر ایسا ہو کہ بائع کسی ایک عیب کے متعلق دست برداری دے اور اس عیب کے علاوہ دوسرا عیب پیدا ہو جائے تو مشتری کو دوسرے عیب کا خیار حاصل رہیگا۔

پانچویں۔ یہ کہ مشتری نے عیب کا حال معلوم ہونے سے قبل اس شے کے اندر تصرف کر لیا ہو تو ایسی صورت میں معاملہ فسخ نہیں ہو سکتا البتہ مشتری کو تاوان لینے کا اختیار حاصل ہے

خیار عیب فوری نہیں ہے یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ مشتری عیب کے دیکھتے ہی فوراً معاملہ کو فسخ کر دے نیز بیع کے فسخ کرنے کیلئے بائع کا موجود ہونا بھی شرط نہیں ہے۔

آٹھویں۔ خیار تدلیس۔ اسکی صورت یہ ہے کہ بائع یا مشتری اپنے مال میں کوئی ایسی ترکیب کر دے کہ وہ بہتر معلوم ہونے لگے۔ ایسی شکل میں فریق ثانی کو اختیار ہے کہ خواہ معاملہ کو فسخ کر دے یا بغیر تاوان لئے معاملہ کو نافذ رکھے۔

نویں خیار شرکت۔ اسکی شکل یہ ہے کہ کوئی شخص کوئی شئے خریدے بعد میں معلوم ہو کہ اس شے میں کوئی دوسرا شخص بھی حصہ دار ہے اور بائع نے بغیر اجازت کے اس کا حصہ بھی فروخت کر دیا اور وہ شخص معاملہ بیع کو نافذ رکھنے پر راضی نہ ہو تو اس صورت میں وہ شخص مشتری کا شریک رہے گا۔ لہذا مشتری کو اختیار ہے کہ خواہ وہ معاملہ کو فسخ کر دے اور چاہے تو جس قدر قیمت اس نے مال غیر کے متعلق ادا کی ہو اُس کو بائع سے واپس کر کے بقیہ معاملہ نافذ رکھے اس خیار کو خیار تبعض صفقہ بھی کہتے ہیں

دسویں: خیار تعذر تسلیم۔ مثلاً یہ کہ کوئی غلام بیع کے بعد اور قبل اسکے کہ بایع اُس کو مشتری کے حوالہ کرے فرار کرجائے تو مشتری کو فسخ بیع کا اختیار حاصل ہے۔

بیع صرف | بیع صرف سے مراد یہ ہے کہ سونا سونے کے عوض یا چاندی چاندی کے عوض یا سونا چاندی کے عوض یا چاندی سونے کے عوض فروخت کی جائے۔ بیع صرف میں شرط ہے کہ اُسی مجلس میں بائع ثمن پر اور مشتری مبیع پر قبضہ کرلے اور اگر سونا سونے کے عوض یا چاندی چاندی کے عوض فروخت کیجائے تو اس میں احکام ربا بھی جاری ہونگے۔ ہاں اگر سونے کی کوئی مقدار چاندی کی اس سے زیادہ مقدار میں یا چاندی کی کوئی مقدار اُس سے زائد سونے کی مقدار میں فروخت کیجائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگر بایع اور مشتری ثمن اور مبیع کے کسی قدر حصہ پر اسی مجلس میں قبضہ کرلیں اور بعض حصہ پر قبضہ حاصل نہوا ہو تو حصہ مقبوضہ کے متعلق بیع درست اور باقی غیر مقبوضہ کی نسبت سے بیع باطل ہے اور فریقین میں سے جس کسی کے پاس پوری شئے نہ پہونچی ہو اسکو خیار تبعض صفقہ حاصل ہے۔ بیع صرف کے احکام میں یہ کوئی لحاظ نہیں ہے کہ مبیع اور ثمن دونوں سکہ دار ہوں یا دونوں میں سے کوئی ایک بھی سکہ دار ہو۔ اقویٰ یہ ہے کہ چاندی کی خاک جو کان سے باہر نکالی جاتی ہے اس کو خالص چاندی کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں ہے البتہ اسکو سونے وغیرہ کے عوض فروخت کرنا جائز ہے اسی طرح سونے کی خاک کو سونے کے عوض فروخت کرنا درست نہیں ہے البتہ چاندی وغیرہ کے عوض فروخت کرنا درست ہے۔

نقد نسیہ سلف | جاننا چاہیئے کہ مبیع و ثمن یا تو دونوں کا نقد معاملہ کیا جائے گا یا دونوں میں سے کوئی چیز نقد نہ ہوگی یا مبیع نقد ہوگا اور ثمن قرض یا ثمن نقد ہوگا اور مبیع قرض، پہلی صورت بلا اشکال صحیح ہے اور دوسری صورت بلا اشکال باطل ہے۔ رہی تیسری صورت کہ مبیع نقد ہو اور ثمن قرض ہو تو اسکو بیع نسیہ کہتے ہیں اور یہ صورت صحیح ہے اور بیع کی اس شکل میں شرط ہے کہ ثمن کی ادائگی کی جو میعاد مقرر کیجائے مثلاً ایک سال کی میعاد طے پائے تو مدت پوری ہونے کے بعد مشتری پر واجب ہے کہ فوراً ثمن کو بائع کے پاس پہونچادے اور جب تک مدت پوری نہ ہو اسوقت تک بایع مطالبہ کا مستحق نہیں ہے البتہ اگر مشتری مرجائے تو وہ قرض معجل (فوری ادائگی کی قابل) ہوجائے گا اور بایع مشتری کے ورثہ سے اُسکا مطالبہ کرسکتا ہے اگرچہ ابھی میعاد پوری نہ ہوئی ہو اور اگر کوئی شخص کسی چیز

کو قیمت میں تردید کرتے ہوئے مثلاً یہ کہکر فروخت کرے کہ یہ چیز میں نقد ایک روپیہ میں دیتا ہوں اور قرض دو روپیہ میں تو ایسا معاملہ باطل ہے البتہ معاملہ سے پیشتر باہمی گفتگو میں اگر یہ صورت واقع ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اب رہی چوتھی صورت یعنی ثمن نقد ہو اور مبیع قرض تو اس صورت کو بیع سلف کہتے ہیں اور اس شکل میں بھی مبیع کے ادا کرنے کے لئے مدت کی تعیین کرنا ضروری ہے۔ مثلاً اس طرح معاملت کی جائے کہ دس سیر گیہوں ایک روپیہ میں فروخت ہوئے جو ایک سال ختم ہونے پر دیے جائیں گے اسی طرح یہ بھی معین کرنا ضروری ہے کہ مبیع کس جنس کی شئے ہے اور مبیع کے اُن اوصاف کی بھی توضیح ضروری ہے جو اس جنس کی اشیاء میں مختلف ہوتے ہوں اور جن کے تفاوت کی وجہ سے قیمت میں فرق پیدا ہو جاتا ہو۔ نیز ضروری ہو کہ اسی اجتماع میں قیمت پر بائع کا قبضہ ہو جائے اور احوط (وجوبی) یہ ہے کہ اس مقام کی بھی تعیین کر دی جائے جہاں کہ مبیع مشتری کے حوالہ کیا جائیگا لیکن اگر مبیع کی ادائیگی کے لئے مقام عقد بیع کی یا کسی دوسرے مقام کے قرائن سے خود تعیین ہو جائے تو پھر کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ میعاد ادائیگی کے پورا ہونے کے وقت اس جنس کی چیز ممکن الادا بھی ہو مشتری کے لئے جائز نہیں ہے کہ جس شئے کو وہ بیع سلف کی صورت سے خریدے اسکو میعاد کے پورا ہونے سے قبل (اپنے قبضہ میں آنے سے پیشتر) کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرے۔

باب القرض

جاننا چاہیئے کہ قرض کا ثواب بہت زیادہ ہے بلکہ بعض احادیث میں تو یہ ہے کہ قرض دینے کا ثواب صدقے سے دوگنا ہے۔

قرض کا صیغہ اقرضتکَ (میں نے تجھ کو قرض دیا ہے) یا اسی کے مثل دوسرے الفاظ استعمال کئے جائیں جن سے مطلب ادا ہو جائے اور بغیر صیغہ پڑھے بھی قرض دینا جائز ہے اور بہر صورت اگرچہ قرض عقد لازم کی اقسام میں سے ہے لیکن قرض دہندہ جب چاہے قرض کا مطالبہ کر سکتا ہے اور اسی طرح قرض گیرندہ جس وقت واپس دینا چاہے قرض دہندہ پر قبول کرنا واجب ہے،

اگر قرض دہندہ قرض گیرندہ سے شرط کرے کہ مالِ قرض کچھ اضافہ کے ساتھ واپس کرے تو یہ ربا ہے جو حرام ہے اگرچہ وہ اضافہ مالِ قرض سے جداگانہ کسی دوسرے جنس کا ہو بلکہ اگر اتنا ہی طے کیا جائے کہ مال قرض میں واپس کرتے وقت فلاں صفت یا فلاں شرط اسکی موجودہ صورت سے زیادہ ہوگی تب بھی ربا ہو جائیگا۔ قرض گیرندہ کو بھی اضافہ کی شرط سے کسی مال کا قرض لینا جائز نہیں ہے اور اگر قرض گیرندہ اس شکل سے لے تو وہ اس مال کا ضامن ہے۔ اُسپر لازم ہے کہ صاحب مال کو وہ مال واپس کرے اور اگر اسکے پاس تلف ہو جائے تو اسپر لازم ہے کہ اگر وہ مال مثلیؔ ہو تو اسکا مثل اور اگر قیمتیؔ ہو تو اسکی قیمت اسکو ادا کرے۔ البتہ اگر قرض کے صیغہ کے اندر ہے تو اضافہ کی شرط نہ کیجائے لیکن قرض گیرندہ عطیہ اور تبرع کے طور پر کوئی چیز قرض دہندہ کو دیدے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

قرض میں ربا کے حرام ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ مالِ قرض اسی قسم کی اشیاء میں سے ہو جنکا اندازہ پیمانہ یا وزن کے ذریعہ کیا جاتا ہے بلکہ جو چیزیں شمار میں آتی ہیں اُنکے اندر بھی ربا کا حکم نافذ ہے۔

اگر صیغۂ قرض میں قرض کی میعاد بھی معین کر دیگئی ہو تو اقوی یہ ہے کہ اس شرط کا پورا کرنا واجب ہے اور اس میعاد کے پورا ہونے سے قبل قرض دہندہ کو قرض کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے اور میعاد گزرنے کے بعد مطالبہ کر سکتا ہے۔ لیکن اگر مدیون قرض ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو اور اسکے پاس بجز مکان سکونت اور اسب سواری اور کنیز و غلام وغیرہ کے جنکی اسکو ضرورت ہو اور کوئی چیز اسکے پاس موجود نہ ہو جسکو بیچکر وہ قرضہ ادا کرے تو ان صورتوں میں قرض دہندہ کو مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ قرضخواہ کو اس وقت تک صبر کرنا چاہیئے کہ مدیون قرض کے ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔

اگر کسی شخص نے نقد یا دیگر سامان کسی شخص کو بطور قرض دیا اور بعد میں اُس کا بازاری نرخ کم ہو گیا تو کافی ہے کہ قرض گیرندہ نے جتنا جو کچھ قرض لیا ہو اتنا ہی ادا کرے مال قرض کی مقدار کا معین ہونا ضروری ہے اور محض تخمینہ کافی نہیں ہے۔

ملے مثلی وہ شے جس کے مثل اس جنس کی شے نکالنا ممکن ہو مثلاً گیہوں قیمتی وہ شے جسکی ایسی دوسری شے نہ مل سکے (مترجم)

باب الرہن

رہن سے مراد یہ ہے کہ دائن کے پاس مدیون کوئی مال وثوق واطمینان کی غرض سے گرو کردے تاکہ اگر مدیون قرض نہ ادا کرے تو دائن اس مال سے وصول کرلے۔ گرو کرنے والے کو راہن اور گرو رکھنے والے کو مرتہن کہتے ہیں اور اس مال کو عین مرہونہ کہتے ہیں۔

عقد رہن میں ایجاب وقبول ضروری ہے۔ الفاظ کچھ معین نہیں ہیں مطلب ادا ہوجانا چاہیئے اور ظاہر یہ ہے کہ معاملات کے طور پر بغیر صیغہ کے بھی معاملہ رہن واقع ہوسکتا ہے۔ اس طرح کہ مدیون کوئی مال قرض کی ذمہ داری کے طور پر دائن کو دیدے اور دائن اسی خیال سے اسکو قبول کرلے

راہن اور مرتہن کا بالغ وعاقل ہونا ضروری ہے نیز راہن کے متعلق یہ بھی شرط ہے کہ جو مال رہن کرے اُس میں وہ جائز التصرف بھی ہو اور رہن کے مال میں یہ شرط ہے کہ وہ عین رکھتا ہو کہ اسکو فروخت کیا جاسکے اور مال قرض کے متعلق یہ شرط ہے کہ وہ راہن کے ذمہ ثابت ہو خواہ کوئی عینی شئے ہو یا منافع کے قبیل سے ہو۔

اگر راہن کسی دوسرے شخص کے مال کو رہن کردے تو معاملہ رہن مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا عین مرہونہ اور اس کی منفعت اصل مالک ہی کی ملکیت رہتی ہے لیکن مرتہن کی اجازت کے بغیر مالک اس شئے کو کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل نہیں کرسکتا اسی طرح مرتہن کو بھی مالک کی اجازت کے بغیر اس شئے میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ غرض یہ کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی اُس شئے میں تصرف کرنا چاہے تو اسکو دوسرے سے اجازت لینا چاہیئے اور اگر راہن مرتہن کی اجازت سے اُس شئے کو فروخت کرڈالے تو اُس شئے کی قیمت رہن قرار پائے گی بشرطیکہ راہن نے اسی قید کے ساتھ اس شئے کو فروخت کیا ہو کہ مرتہن کے پاس بجائے عین مرہونہ کے اسکی قیمت رہن رہے گی۔ اس صورت میں قیمت کے اندر رہن کے احکام نافذ ہوجائیں گے۔

مرتہن کو جس وقت بھی اپنے قرض کے مطالبہ کا حق حاصل ہوا اور وہ مطالبہ کرے اور مدیون قرض ادا نہ کرے تو مرتہن کے لئے جائز ہے کہ عین مرہونہ کو فروخت کرکے اپنا مطالبہ پورا

کمے ۔ اگرچہ عین مراد نہ اُس قسم کی اشیار میں سے ہو جو قرضہ کی ادائیگی میں نہیں دیجاتیں مرتہن کو چاہیئے کہ عین مرہونہ کو فروخت کرنے کے لئے بصورت امکان حاکم شرع سے بھی اجازت حاصل کرے اور اگر عین مرہونہ کی قیمت اسکے مطالبہ سے زائد ہو تو باقی رقم راہن کو واپس کردینا چاہئے
اگر کسی شخص کے ذمہ مرتہن مذکور کے علاوہ اور لوگوں کے بھی قرض کے مطالبات ہوں اور وہ شخص مفلس ہوگیا ہو اور اُس کے پاس اتنا مال نہو کہ قرض کی تمام رقوم ادا کی جاسکیں تو دیگر قرضخواہ مرتہن کی رقم میں اُس کے شریک قرار نہ دیئے جائیں گے البتہ عین مرہونہ کو فروخت کرکے مرتہن کا مطالبہ پورا ہوجانے کے بعد جو رقم بچ رہے گی اس میں سب قرضخواہ باہم شریک ہونگے اور اگر خود مرتہن کا بھی مطالبہ رہن کے علاوہ کوئی دوسرا قرض اسکے ذمہ ہو تو اس قرض کے متعلق اسکا حال بھی دوسرے قرضخواہوں کا سا ہوگا ۔ (یعنی رسدی رقم پائے گا ۔)

باب الحجر

حجر[ع۵] سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو خود اُسی کے مال میں تصرف کرنے سے ممنوع قرار دیدیا جائے

اسباب حجر اکسی شخص کو چند وجوہ سے اپنے مال میں تصرف کرنے سے ممنوع قرار دیا جاتا ہے

اول ۔ نابالغیت ۔ نابالغ لڑکا اپنے مال میں تصرف کرنے سے ممنوع ہی بلوغ کی علامت یہ ہے کہ منی خارج ہونے لگے یا زیر ناف سخت بال اُگ آئیں یا لڑکے کا سن پورے پندرہ[عہ] سال کا اور لڑکی کا سن پورے ۹ سال کا ہوجائے ۔

دوسرے ۔ دیوانگی جب تک کہ عقل درست نہ ہو ۔ دیوانہ شخص اپنے مال میں تصرف کرنے سے ممنوع ہے اور جس شخص پر جنون کے کبھی کبھی دورے پڑتے ہوں وہ دیوانگی کی حالت میں تصرف سے ممنوع ہے لیکن حالت افاقہ میں تصرف کا مجاز رہتا ہے ۔
مجنون ہی کے حکم میں سفیہ بھی شامل ہے یعنی وہ شخص جو اپنے مال کو غیر دانشمندانہ اغراض میں صرف کرے ۔

تیسرے ۔ غلام ہونا اگر ہم یہ قول اختیار کریں کہ غلام اپنے مال کا مالک

ع۵ حجر سے مراد کورٹ آف وارڈس ۔ عہ ۵ بلالی ۔ ۱۲ ۔

نا ہے تو ایسی شکل میں اسکو بھی آقا کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں تصرف کی اجازت نہیں ہے
چوتھے مفلس ہونا بھی اپنے اموال میں تصرف کرنے سے ممنوع ہے لیکن اُسکے لئے
د شرائط ہیں۔

اول: یہ کہ اسکا قرض حاکم شرع کے نزدیک ثابت ہوجائے۔

دوسرے، یہ کہ قرض موجّل ہو یعنی قرضہ کی ادائیگی کی میعاد مقرر ہو اور وہ وقت پہونچا ہو۔

تیسرے۔ یہ کہ اسکا مال قرض کی رقم سے کم ہو۔

چوتھے۔ یہ کہ صاحبان مطالبہ اپنا مطالبہ طلب کر رہے ہوں۔ مذکورہ بالا تمام شرائط ئے جائیں تو مال کورٹ کیا جائے گا۔ مریض کے متعلق اتوی یہ ہے کہ اسکا تصرف صحیح ہے ور وہ ثلث مال سے زائد میں بھی تصرف کرسکتا ہے البتہ اگر مریض اپنے مال میں زائد ز ثلث کے متعلق کوئی وصیت کرے تو زائد مقدار کے متعلق وہ وصیت نافذ نہ ہوگی لیکن لر ورثا راضی ہوجائیں تو نافذ ہوجائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص تندرستی کے عالم میں ث سے زیادہ مال کے متعلق وصیت کرجائے تو زائد از ثلث کے متعلق اسکی وصیت کا نفاذ بھی ورثہ کی رضامندی پر موقوف ہے اور اگر ورثہ میں سے بعض تو وصیت کو نافذ کر دیں اور بعض روک دیں تو اُن بعض ورثہ کے سہم کی نسبت سے زائد ثلث میں وصیت نافذ ہوگی اور دوسرے ورثہ کی نسبت سے نافذ نہ ہوگی۔

باب الضمان والکفالہ

ضمان سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص ذمہ دار بن جائے اور کسی کا مطالبہ جو کسی دوسرے شخص پر آتا ہو اسکو اپنے اوپر لے لے ذمہ دار بننے والے کو ضامن صاحب مطالبہ کو مضمون لہٗ اور مدیون کو مضمون عنہ کہتے ہیں۔ ضمانت میں ضامن اور مضمون لہٗ دونوں کا راضی ہونا ضروری ہے اگرچہ ضامن مالدار نہ بھی ہو، بشرطیکہ مضمون لہٗ ضامن کے خالی از مال ہونے کو جانتا ہو ورنہ اگر مضمون لہٗ اس لاعلمی میں اس طرح کے کسی شخص کے ضامن بننے پر راضی ہو جائے تو بعد میں ضمانت کو فسخ کر سکتا ہے۔

ضمانت کے بعد مضمون عنہ پر سے اُس قرض کا بار اُٹھ جاتا ہے اور ضامن کے ذمہ عائد ہو جاتا کہ ضامن کو ادا کرنا چاہیئے پس اگر مضمون عنہ کی خواہش سے ضامن نے ضمانت کی ہو تو اُس نے جو کچھ مضمون لہٗ کو ادا کیا ہو وہ اصل مدیون سے لے سکتا ہے ورنہ لینے کا مستحق نہیں ہے۔

ضمانت میں مدت معین کرنا بھی صحیح ہے مثلاً کوئی اس طرح ضمانت کرے کہ میں یہ قرض ایک سال تک ادا کر دونگا اگرچہ اصل قرض میں کوئی مدت معین نہ بھی ہوئی ہو۔

مذکورہ بالا تمام احکام اس صورت سے متعلق ہیں کہ کوئی شخص مال کی ضمانت کرے لیکن اگر کوئی شخص اس امر کا ضامن بنجائے کہ میں مدیون کو دائن کے حوالے کر دونگا تو اسکو کفالہ کہتے ہیں کہ صاحب مطالبہ جسوقت بھی چاہے کفیل پر لازم ہے کہ مدیون کو اس کے حوالے کر دے۔ اسیطرح اگر کوئی شخص مدیون کو قرضخواہ کے قبضہ سے زبردستی کر کے چھڑا دے تو وہ بھی کفیل ہی کے حکم میں ہے۔

کفیل مذکورہ ذیل چند صورتوں میں سے کسی ایک صورت سے کفالہ کی ذمہ داری سے بری ہو جاتا ہے

اول ۔ یہ کہ مدیون کو دائن کے حوالے کر دے

دوسرے یہ کہ مدیون دائن کا قرض ادا کر کے خود سبکدوش ہو جائے یا کفیل ہی ادا کر دے یا دائن اپنا مطالبہ معاف کر دے

تیسرے یہ کہ مدیون مر جائے۔

چوتھے۔ یہ کہ مکفول لہٗ (دائن) کفیل کو کفالت سے سبکدوش کر دے اسیطرح ضامن بھی چار صورتوں میں سے کسی ایک صورت سے ضمانت سے سبکدوش ہو جاتا ہے یا خود قرضہ ادا کر دے یا مضمون عنہ (مدیون) ادا کر دے یا دائن قرض معاف کر دے یا ضمانت کی ذمہ داری سے اسکو سبکدوش کر دے۔

باب الحوالہ

حوالہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی مطالبہ جو کسی ایک شخص کے ذمہ ہو وہ دوسرے شخص کے ذمہ منتقل کر دیا جائے مثلاً یہ کہ زید عمرو کا مقروض ہو تو وہ عمرو کا قرضہ بکر کے حوالے کر دے کہ عمرو مذکور زید کی بجائے بکر سے اپنا قرضہ وصول کر لے۔ صورت مذکورہ میں زید کو محیل عمرو کو محتال اور بکر کو محال علیہ کہیں گے۔ حوالہ کے بعد زید کے ذمہ سے عمر کے قرضہ کا بار اتر جائیگا اور بکر محال علیہ کے ذمہ عائد ہو جائیگا۔ بکر کو چاہیئے کہ عمرو محتال کا قرضہ ادا کرے۔

حوالہ میں شرط ہے کہ محیل و محتال دونوں باہم حوالہ پر راضی ہوں رہا محال علیہ کا رضامند ہونا تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ محال علیہ محیل کا مقروض نہیں ہے کہ جسکی بنا پر یہ محتال کے قرضہ کا بار اس پر عائد کیا جا سکے۔ ایسی شکل میں محال علیہ کی رضامندی حاصل کرنا لازم ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ محال علیہ محیل کا مقروض ہو تو اس صورت میں اسکی رضامندی کا ضروری ہونا مشکل ہے۔ اگرچہ احوط یہ ہے کہ محال علیہ کی رضامندی کا لحاظ کیا جائے بلکہ یہ حکم خالی از قوت نہیں ہے اور اگر محال علیہ کا مقروض تو ہو لیکن اس قسم کا قرضہ اسکے ذمہ نہ ہو جس طرح کے قرضہ کا بار اس کی طرف منتقل کیا گیا ہے تو بلا اشکال اس صورت میں بھی اسکی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے۔

حوالہ میں ضروری ہے کہ محیل پر محتال کے قرضہ کا بار ہو جس کے عوض میں وہ محال علیہ کے ذمہ کا قرض اسکو بتلا دے لیکن اگر محیل محتال کا مقروض نہ ہو اور محتال کے کسی مطالبہ کے بغیر ویسے ہی محال علیہ کے ذمہ کا مطالبہ وہ اس کو بتلا دے تو یہ صورت اصطلاحی حوالہ کے تحت میں نہ آئے گی بلکہ یہ شکل اصطلاحاً توکیل[ع] کہلاتی ہے۔

ع یعنی گویا کہ محیل نے محتال کو اپنا وکیل بنا لیا ہے کہ وہ محال علیہ سے اسکا قرضہ وصول کر لے۔

باب الاجارہ

اجارہؑ میں چند چیزیں ضروری ہیں

اول۔ عقد یعنی موجر (اجارہ پر دینے والا) کہے کہ اجرتك هذه الدار الى سنة بخمسين روفية (میں نے یہ مکان سال بھر کے لئے پچاس روپیہ کرایہ پر دیا) اور مستاجر (اجارہ پر لینے والا کہے قبلت ھکذا (میں نے اس طرح قبول کیا) یا اسی قسم کے دوسرے الفاظ ہوں جن سے یہ سمجھا جائے کہ کسی شخص کو ایک معین عرصہ کیلئے ایک مقررہ عوض پر کسی شے کی منفعت کا مالک بنا دیا گیا۔ اجارہ کا صیغہ غیر عربی میں بھی جاری کیا جا سکتا ہے اور دونوں جانب سے صرف ایک شخص بھی صیغہ جاری کر سکتا ہے اجارہؑ میں معاطات بھی جائز ہے البتہ اگر کوئی شخص کسی کام کے لئے (اجرت پر کام کرنیوالا اقرار) لے تو ایسی صورت میں معاطات کا جائز ہونا محل اشکال ہے۔

اجارہ عقد لازم کے اقسام میں سے ہے اور معاطات کی صورت میں جائز الفسخ رہتا ہے البتہ موجر یا مستاجر دونوں میں سے کوئی ایک اُس شے میں جو اجارہ کے ذریعہ سے اسکی طرف منتقل ہوئی ہو تصرف کرے تو معاطات کی شکل میں بھی لازم ہو جائے گا۔

دوسرے۔ یہ کہ جو شئے اجارہ میں دیجائے اسکا عین معین کر دیا جائے اگرچہ بلا التعیین کسی شے کا کوئی جزوی حصہ مثلاً نصف یا ثلث وغیرہ ہو۔

تیسرے۔ یہ کہ اجارہ کی مدت اس طرح معین کر دیجائے کہ وہ ضبط میں آجائے غیر معین مدت کے لئے اجارہ صحیح نہیں ہے مثلاً کوئی شخص اسطرح کہدے کہ میں اپنا یہ گھر تمکو ایک روپیہ ماہوار کرایہ پر دیتا ہوں اور یہ نہ بتلائے کہ کبتک کے لئے دیتا ہوں تو یہ صورت درست نہیں ہے۔ البتہ اگر یوں کہے کہ اس گھر میں تم جتنے دن رہو ہر رات کے متعلق ہم کرایہ لیا کرونگا تو بظاہر یہ صورت صحیح ہے لیکن اصطلاحی اجارہ میں داخل نہیں ہے بلکہ اباحۃ بالعوض کے تحت آتی ہے۔

چوتھے۔ مال اجارہ کی تعیین یعنی اسکی جنس مقدار اور ادائیگی کا زمانہ سب معین ہونا چاہئیے

ع۔ ٹھیکہ، کرایہ، مزدوری تینوں چیزیں اجارہ کے مفہوم میں داخل ہیں۔
ع۔ معاطات یعنی بغیر صیغہ پڑھے اجارہ کا عمل میں لانا

اور اگر اسکی ادائگی کا زمانہ معین نہ کیا گیا ہو تو نقد ادا کرنا چاہیئے۔

اگر موجر یا متاجر دونوں میں سے کوئی مرجائے یا جس شے سے اجارہ متعلق ہو اس اصل شے کو مالک کسی کے ہاتھ فروخت کر ڈالے تو ان باتوں سے اجارہ باطل ہوگا۔

یہ امر جائز ہے کہ کوئی شخص اپنے کو مطلق طور پر کسی دوسرے کا اجیر بنادے اس صورت میں اجیر کی ذات سے جسقدر بھی منافع ہونگے وہ تمام کے تمام متاجر کی ملک ہونگے اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ کوئی شخص کسی خاص کام کے لئے کسی کا اجیر بنجائے۔

باب المضاربہ

مضاربہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص روپیہ یا اشرفی وغیرہ کی کوئی معینہ رقم کسی شخص کو تجارت میں لگانیکی غرض سے دے اور اس سے یہ شرط کرے کہ تجارت کا نفع ایک معینہ تناسب سے باہم مشترک رہیگا مثلاً نصف نصف منافع تقسیم ہوگا یا منافع کے تین حصے ہوکر تقسیم ہونگے پس اصل مالک کو مضارب اور اس دوسرے شخص کو عامل (کارندہ) کہیں گے لیکن صاحب مال یہ شرط نہ کرے کہ تمام نفع کا مالک میں ہی ہونگا تو اسکو بضاعت کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر مالک کچھ بھی شرط نہ کرے تو بھی تمام نفع مالک کا ہوگا اور کارندہ اجرت مثل[ع] کا مستحق ہوگا لیکن اگر یہ شرط ہوجائے کہ تمام نفع کارندہ ہی کا ہوگا پس اگر یہ رقم قرض کی نیت سے دی ہو تو درست ورنہ باطل اسی طرح اگر مالک سکہ دار سونے چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز کارندہ کو دے یا یہ کہ منافع کی تقسیم میں کوئی رقم معین ہوجائے مثلاً دس روپئے کارندہ کے اور باقی اپنے مقرر کرے یا اسکے بالعکس اپنے لئے کوئی خاص رقم مقرر کرکے بقیہ منافع کارندہ کے لئے چھوڑ دے تو ان تمام صورتوں میں مضاربہ نہ ہوگا بلکہ یہ تمام قراردادیں باطل ہیں اور تمام نفع ان صورتوں میں مالک کا رہیگا۔ کارندہ صرف اجرت مثل کا مستحق ہوگا۔

اگر مالک کارندہ سے کسی مخصوص تجارت کی شرط کردے تو کارندہ کے لئے لازم ہے کہ اس شرط کو پورا کرے اور اگر شرط کو پورا نہ کرے بلکہ دوسری تجارت شروع کردے تو یہ تصرف فضولی ہوگا۔ اگر مالک اجازت دیدے تو صحیح ورنہ باطل ہوگا اور ان دونوں شکلوں میں نہ کارندہ منافع کا مستحق ہوگا اور نہ اجرت مثل کا لیکن اگر مالک اپنی

ع یعنی اس کارندہ کی حیثیت کے شخص کی جتنی اجرت ہوتی ہوگی وہ اس کو دیجائے گی۔ ۱۲۔

رضامندی سے ویدے تو جیز۔

کارندہ امین ہے پس اگر مالک کا مال اسکے پاس سے بے احتیاطی اور اپنی طرف سے کوتاہی کے بغیر تلف ہوجائے تو وہ تاوان دینے کا ذمہ دار نہیں ہے۔

بابُ الشرکۃ

جسمانی مشقتوں میں شرکت باطل ہے۔ مثلاً چند حمامی ملکر یہ طے کرلیں کہ ہم جو کچھ محنت کرکے کمائیں گے سب لاکر ملا دینگے اور بعد کو تقسیم کرلیا کریں گے ۔ اسی طرح شرکت کے باطل ہونے کی اور بھی بعض صورتیں ہیں مثلاً دو با وجاہت آدمی جن کے پاس سرمایہ کچھ نہو لیکن اپنی وجاہت کی بدولت لوگوں سے قرض لے سکتے ہوں وہ آپس میں یہ طے کریں کہ ہم میں سے ہر ایک اِدھر اُدھر سے قرض مال لیکر آئے اور سب جمع کرکے اسکو فروخت کریں اور نفع میں سب شریک رہیں اسی طرح شرکت کی یہ صورت بھی باطل ہے کہ جب آدمی یہ قرار دیں کہ ہم میں سے ہر شخص کو جس صورت سے بھی کوئی مال حاصل ہوگا سب لاکر اسکو یکجا جمع کرینگے اور سب اسمیں شریک رہیں گے اس طرح کی شرکت کو شرکت مفاوضہ کہتے ہیں اِن صورتوں کے ماسوا اموال میں شرکت صحیح ہے۔ شرکت کے اسباب چار ہیں۔

اوّل یہ کہ شرکت کسی معاملہ کی وجہ سے قائم ہوجائے مثلاً کوئی شخص مضاربہ کی شکل سے کسی کا کارندہ بن جائے اس شکل میں وہ مالک کے ساتھ منافع میں شریک ہے یا یہ کہ مثلاً دو شخص ایک ایک روپیہ ڈال کر غلہ کی ایک ڈھیری خریدلیں یا مثلاً ایک مکان کرایہ پر لیں

دوسرے یہ کہ کوئی مال بطور میراث چند آدمیوں کو ملے جسمیں وہ سب شریک ہوں۔

تیسرے۔ یہ کہ ایک شخص کا مال دوسرے شخص کے مال میں اسطرح مخلوط ہوجائے کہ اسکا علیٰحدہ کرنا ممکن نہو۔

چوتھے۔ شرکت عقدی کی صورت ہے وہ اس طرح کہ دو آدمی تھوڑا تھوڑا مال اپنے پاس سے لائیں اور اسکو ملاکر یہ طے کریں کہ اس سے تجارت کریں گے اور منافع میں شریک رہیں گے۔ اس صورت کے لئے ایجاب و قبول ضروری ہے خواہ ایجاب و قبول قولاً ہو یا فعلاً

اور نفع کی تقسیم کا عنوان جلیسا طے پا جائے ویسا ہی رہے گا اور اگر کچھ طے نہ کریں تو جتنا جسکا سرمایہ ہوگا اسی کے تناسب سے وہ نفع کا مالک ہوگا، اسی طرح اگر مال تلف ہو جائے یا نقصان ہو جائے تو وہ بھی سرمایہ کے تناسب سے دونوں پر پڑے گا۔

مذکورہ بالا تمام صورتوں میں دونوں شریکوں میں سے کسی ایک کے لئے اجازت نہیں ہے کہ وہ دوسرے کی اجازت کے بغیر اس مال میں تصرف کرے۔

جبتک دونوں شریک شرکت کے باقی رکھنے پر راضی رہیں اسوقت تک شرکت باقی رہے گی اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک شرکت پر راضی نہ ہو تو دوسرے کو تقسیم کے لئے مجبور کیا جائے گا اور دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے اس مال کو تقسیم کیا جائیگا

اول یہ کہ دو یا تین یا شرکت کا جو حساب ہو اسی کے مطابق خود اس مال کے حصے لگائے جائیں اور قرعہ ڈالکر جو حصہ جس کسی کے نام آئے اسکو دیدیا جائے۔ یہ تقسیم اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ اس مال کے تقسیم کرنے سے قیمت اتنی ناقص نہ ہوجائے کہ نقصان اٹھانا پڑے ورنہ دونوں میں سے کوئی ایک شریک دوسرے کو اس طرح کی تقسیم پر مجبور نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر دونوں راضی ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپس ہی میں اس مال کی قیمت لگالیں اور قیمت کو بطریق بالا آپس میں تقسیم کرلیں ہر ایک شریک امین ہے لیکن اگر بغیر کوتاہی کے کوئی چیز اسکے ہاتھ میں تلف ہو جائے تو وہ ضامن نہیں ہے۔

باب الوکالۃ

وکالت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو کسی مال یا حق میں تصرف کرنے یا کوئی صیغہ وغیرہ جاری کرنے کے لئے اپنا نائب مقرر کر دے۔ وکیل کے لیے جائز نہیں ہے کہ موکل نے جو تصرف معین کر دیا ہو اسکے علاوہ اور کوئی تصرف کرے ورنہ یہ تصرف فضولی ہوگا اور موکل اجازت دیدیگا تو یہ صرف بحال ورنہ باطل ہوگا اور اگر کوئی شخص کسیکو اپنا وکیل مطلق بنا دے تو وکیل کو چاہیئے کہ اسی حد تک تصرف کرے جہاں تک کہ موکل کی مصلحت کے موافق سمجھتا ہو۔

وکیل امین ہے۔ پس اگر بے احتیاطی اور از خود کوتاہی کے بغیر موکل کا مال اسکے ہاتھ میں تلف ہو جائے تو وہ ذمہ دار نہیں ہے۔

وکالت عقد کے جائز اقسام میں سے ہے، وکیل اور موکل دونوں میں سے ہر ایک جس وقت چاہے فسخ کر سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک اپنی جانب سے فسخ کر دے تو اسپر دوسرے کو اطلاع دینا واجب نہیں ہے، پس اگر وکیل اپنی طرف سے وکالت کو فسخ کر دے تو فسخ کرنے کے بعد اسکو اس مال میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ موکل میرے تصرف پر راضی ہے تو جائز ہوگا اور اگر موکل وکالت کو فسخ کر دے اور وکیل فسخ وکالت کی اطلاع پانے سے قبل اُس مال میں کوئی تصرف کرے تو یہ تصرف صحیح اور نافذ ہے اور موکل کی اجازت درکار نہیں ہے۔

باب الودیعۃ

ودیعۃ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کوئی چیز کسی کے پاس حفاظت کی غرض سے بطور امانت رکھے ودیعت عقد کے جائز اقسام میں سے ہے۔ امانت دار کے پاس جبتک وہ شئے رہے اسپر حسب معمول رواج اس شئے کی حفاظت کرنا واجب ہے وہ اسکا امین ہے اور اگر بغیر کوتاہی کے تلف ہوجائے تو تاوان دینے کا ذمہ دار نہیں ہے اور اگر مالک معین کردے کہ اس مال کو فلاں مقام پر محفوظ کردو تو اسی جگہ محفوظ کرنا واجب ہے اور اگر امین مالک کی بات پر عمل نہ کرے اور وہ شئے ضایع ہوجائے تو تاوان ادا کرنا پڑیگا لیکن اگر تلف ہوجانے کے خوف سے امین اُس شئے کو وہاں سے الگ کردے اور رواج اور مصلحت کے مطابق اسکی حفاظت کے لئے تبدیل مکان ضروری ہو تو امین پر کوئی بار عائد نہیں ہے۔

اور اگر مالک مرجائے تو امین پر واجب ہے کہ امانت فوراً میت کے ورثا کو پہونچا دے۔

بابُ العاریۃ

عاریت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کو کوئی مال کسی انتفاع کی غرض سے دیدے مثلاً لباس پہننے کے لئے یا مکان رہنے کے لئے یا اسی کی مثل دیگر چیزیں۔ اگر عاریت لینے والا معین شدہ طریقہ سے اُس شئے میں تصرف کرے اور اس سے اُس شے کی قیمت کم ہوجائے یا اصل شے ہی تلف ہوجائے تو عاریت گیرندہ کے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں لیکن اگر عاریت دہندہ نے دیتے وقت ذمہ دار ہونے کی شرط کرلی ہو تو البتہ عاریت گیرندہ اُس شے کا ذمہ دار ہے یا یہ کہ سونا اور چاندی عاریت لیا جائے تو بھی عاریت گیرندہ ضامن ہے۔

یہ امر ضروری ہے کہ عاریت دہندہ اُس شئے کے اندر تصرف کا جائز حق رکھتا ہو
پس اگر غاصب کسی غصبی شئے کو عاریت دیدے اور عاریت گیرندہ کے ہاتھ میں جا کر
اس کی قیمت کم ہوجائے یا تلف ہو جائے تو دونوں ضامن ہونگے اور دونوں کو تاوان
دینا پڑیگا اگرچہ عاریت گیرندہ کو اُس کے غصبی ہونے کا علم نہ بھی ہو اور اگر دونوں میں سے
کوئی ایک شخص تاوان اپنے ذمہ لیلے اور مالک کو پہونچا دے تو دوسرے سے ساقط ہوجائیگا
اور اگر عاریت گیرندہ تاوان ادا کرے حالانکہ اس کو اپنے تصرف میں لاتے وقت
اس شئے کے غصبی ہونے کا علم نہو تو وہ اصل غاصب سے اپنا مطالبہ حاصل کر لیگا۔

باب الغصب

غصب سے مراد یہ ہے کہ کسی دوسرے شخص کے مال یا حق پر بلا استحقاق کے صاحب مال
اور صاحب حق کی رضا کے بغیر قبضہ کر لینا غصب حرام ہے اور غاصب پر واجب
ہے کہ غصبی شئے کو فوراً اسکے مالک کو پہونچا دے بلکہ وہ مال جس جس کے تصرف میں بھی
پہونچتا رہے گا ہر ایک اسکا ذمہ دار ہوگا اور اگر تلف ہوجائے تو سب پر واجب ہے کہ اپنی
ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل کریں اور یہ مسئلہ سابقاً بیان ہوچکا ہے کہ اگر تصرف
کرنیوالوں میں سے بعض لوگوں کو اس شئے کے غصبی ہونیکا علم نہو اور انکو تاوان دینا
پڑے تو وہ غاصب اول سے وصول کرینگے ادائگی کی اصل ذمہ داری اسی پر ہے کہ اگر
وہ شئے مثل رکھتی ہے مثلاً گیہوں اور جو وغیرہ تو اسکا مثل ادا کردے اور اگر مثل نہیں
مل سکتا بلکہ قیمت ادا کرنے کی ضرورت ہی تو روز ادائگی کے نرخ سے اسکی قیمت ادا
ادا کرنی چاہیئے۔

اگر کاشتکار غصبی زمین میں زراعت کرے تو زراعت کی منفعت کاشتکار کی
ہے اور زمین کی بابتہ اجرت مثل کا حقدار اصل مالک ہے جو کاشتکار کو ادا کرنا چاہیئے

باب الصلح

صلح سے مراد یہ ہے کہ دو شخص باہم رفع نزاع کیلئے یا مثلاً مقام بیع یا اجارہ یا ہبہ یا ابراء میں باہم موافقت کرلیں صلح لازم قسم کا عقد ہے اور مستقل رہتا ہے جس سے مذکورہ بالا فوائد حاصل ہوتے ہیں ان دونوں شخصوں میں سے ایک کو مصالح اور دوسرے کو مصالح لہٗ کہتے ہیں اور جس چیز کے متعلق باہم تصفیہ ہوتا ہے اسکو مصالح عنہ اور جس مال کے لین دین سے تصفیہ ہوتا ہے اسکو مال المصالح کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمام امور کے طے ہوجانے کے بعد مصالح مصالح لہٗ سے کہے صالحتک[ع] عما ذکرنا ذکر اور مصالح لہٗ صیغہ قبول[عہ] جاری کرے۔ صلح کا صیغہ غیر عربی میں بھی صحیح ہے۔

اور اگر صلح میں کوئی خیار فریقین میں سے کسی ایک یا دونوں یا دونوں کے علاوہ کسی تیسرے شخص کے لئے مقرر کیا جائے تو جائز ہے ورنہ معاملہ صلح پختہ ہوجائیگا۔

اگر کسی شخص کا کسی پر کچھ دعویٰ ہو اور مدعا علیہ مدعی کے مطالبہ کا منکر ہو تو مدعی کیلئے جائز ہے کہ وہ مدعا علیہ سے کسی رقم پر صلح کرے اور مدعا علیہ بھی قبول کرلے لیکن مدعا علیہ کے اس قبول کرلینے سے یہ لازم نہیں ہے کہ مدعا علیہ مدعی کے مطالبہ کا اقرار کرتا ہے۔

نیز یہ کہ یہ مصالحہ محض دنیاوی نزاع کو دفع کردیتا ہے لیکن اگر درحقیقت کسی شخص کا کوئی حق کسی کے ذمہ رہ گیا ہے تو حق ادا نہ کرنے والا عند اللہ مشغول الذمہ ہے اور آخرت میں اس سے مواخذہ کیا جائیگا۔ مثلاً زید کا دعویٰ عمرو پر دس روپیہ کا ہے اور پانچ روپیہ پر مصالحت ہوجائے اور درحقیقت مطالبہ دس ہی روپیہ کا ہو تو پانچ روپیہ عمرو پر باقی رہ جائینگے۔ اسی طرح اگر زید کا مطالبہ درحقیقت عمر کے ذمہ کچھ بھی نہو اور وہ دس روپیہ کا جھوٹا دعویٰ کرکے عمر سے پانچ روپیہ مصالحت سے لیلے تو ان پانچ روپیوں کے متعلق زید مشغول الذمہ ہے البتہ اگر دونوں شخص دل سے اپنی رضا دیدیں تو آخرت کا مواخذہ بھی کسی پر باقی نہ رہیگا اسی طرح اگر زید کو اپنے مطالبہ کی مقدار معلوم نہو لیکن عمرو مدعی علیہ کو معلوم ہو اور باہم مصالحہ

ع۔ میں نے مطالبہ مذکورہ کے متعلق مال مذکور پر تجھ سے مصالحہ کیا۔ (مترجم)
عہ۔ مثلاً کہے کہ قبلت ھکذا میں نے اس صورت معاملہ کو قبول کیا (مترجم)

ہوجائے اور زید اپنا واقعی مطالبہ دل سے بخشدے تو پھر کوئی بات نہیں ہے ورنہ جسقدر مطالبہ عمرو کے ذمہ باقی رہ جائیگا اس کا عنداللہ مواخذہ رہیگا۔

عیب اور غبن کا خیار جس طرح کہ بیع میں بیان ہوچکاہے مصالحۃ میں بھی نافذ ہے۔ کسی منفعت کے بجائے عین یا منفعت کے بجائے منفعت یا عین کے بجائے عین یا عین کے بجائے منفعت پر مصالحت کرلینا جائز ہے۔ بیع صرف کا حکم روپیہ اور اشرفی کے معاملۂ صلح میں جاری نہیں ہے۔ البتہ بنا بر احوط (وجوبی) حکم ربا معاملۂ صلح میں نافذ ہے۔ لہٰذا اگر سَو روپیہ کے مطالبہ میں نوّے روپیہ پر مصالحت ہوجائے تو نوّے روپیہ کے ساتھ میں کوئی دوسری جنس کی شے ضمیمہ کے طور پر شامل کرلینا ضروری ہے ورنہ ربا٭ ہوجائیگا۔

بابُ الہبہ

ہبہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنا مال کسی دوسرے شخص کو بخشدے خواہ بغیر کسی معاوضہ کے یا اس شرط سے کہ وہ دوسرا شخص بھی اس کو اس مال کے عوض میں کوئی دوسری چیز دے۔ پہلی صورت کو ہبہ غیر معوضہ کہتے ہیں اور دوسری صورت کو ہبہ معوضہ۔

ہبہ میں ایجاب و قبول ضروری ہے، ایجاب قبول کے لئے الفاظ مخصوص نہیں ہیں الفاظ جو بھی استعمال کئے جائیں لیکن مطلب ادا ہوجانا چاہیئے۔ ایجاب و قبول کیلئے صرف یہ عمل بھی کافی ہے کہ دینے والا بخشنے کے قصد سے دے اور لینے والا لیلے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اس مال پر لینے والیکا قبضہ بھی ہوجائے جبتک مال اسکو دیا نہ جائیگا اسکی طرف منتقل نہ ہوگا۔ البتہ اگر کسی شخص کا کوئی مطالبہ کسی کے ذمہ اور صاحب مال اپنا مطالبہ مدیون کو بخشدے اس صورت میں قبضہ کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ صورت ہبہ سے خارج ہے بلکہ یہ ابراء (بری کردینا) کی شکل ہے۔

ہبہ ایک عقد جائز ہے اور واہب (ہبہ کرنیوالے) کو ہر وقت ہبہ کے فسخ کردینے کا

٭ یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ سو روپیہ کا مطالبہ جو پیشتر سے ہے آج اس مطالبہ میں سَو کے بجائے نوّے روپیہ لینے میں سود کہاں ہے۔ یہ تو اور نقصان کے ساتھ رقم واپس آرہی ہے۔ موجودہ رائج طریقہ کے لحاظ سے تو یہ سود نہیں ہے لیکن اصطلاح شریعت میں یہ تبادلہ سود کی تعریف میں آجاتا ہے کیونکہ شریعت میں سود کی تعریف یہ ہے کہ دو ہم جنس چیزوں کا کسی اضافہ کے ساتھ تبادلہ کیا جاوے تو اسمیں یہ صورت موجود ہے (مترجم)

اختیار حاصل ہے البتہ چند مقامات میں لازم ہوجاتا ہے اور واہب کو فسخ کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

اول یہ کہ موہوب لہٗ (جسکو ہبہ دیا جائے) واہب کے قرابتداروں میں سے ہو

دوسرے۔ یہ کہ موہوب لہٗ موہوبہ شئے میں کوئی تصرف کرچکا ہو خواہ اس نے اسکو خود تلف کردیا ہو یا اپنے پاس سے اسکو منتقل کردیا ہو یا وہ شئے اُسکے پاس سے ویسے ہی ضایع ہوگئی ہو۔

تیسرے۔ یہ کہ ہبہ معوضہ ہو کہ اس صورت میں بھی واہب موہوب لہٗ کی رضامندی کے بغیر ہبہ کو فسخ نہیں کرسکتا۔

منہج سوم

اس منہج میں بعض اہم احکام بیان کئے جائینگے

باب الوقف

وقف سے مراد یہ ہے کہ کسی شئے کے عین کو محبوس (محفوظ ومقید) کر دیا جائے اور اسکی منفعت (آمدنی وغیرہ) کو فی سبیل اللہ قرار دیدیا جائے۔

شرائط وقف وقف کے صحیح ہونے کے لیے چند امور شرط ہیں۔

اول صیغہ جاری کرنا مثلاً وقفتُ یا سبّلتُ ھذا المال یا اسی کی مثل دوسرے کسی لفظ سے صیغہ جاری کیا جائے نیز یہ کہ موقوف علیہ یا اسکا ولی یا اسکا وکیل وقف کو قبول کرے۔ یہ شرط اوقاف خاصہ میں ہے لیکن وقف برجہات اور مصالح عامہ وغیرہ کے لئے جو وقف کیا جائے مثلاً فقراء کیلئے تو اس میں قبول کا ملحوظ ہونا محل نظر ہے اگرچہ احوط (احتیاط استحبابی) ہے۔

دوسرے بنا بر احوط (استحبابی) وقف کرنے میں قصد قربت کا بھی لحاظ ہے لیکن قصد قربت کا ضروری ہونا محل اشکال ہے۔ اقویٰ یہ ہے کہ کافر کا کیا ہوا وقف بھی صحیح ہے۔

تیسرے دوام یعنی ہمیشہ کے لئے وقف کرنا پس وہ وقف جس میں زمانۂ ابتدار کو مستثنیٰ کر دیا جائے مثلاً یہ کہ سال آیندہ سے وقف کرتا ہوں' یا درمیان کے کسی زمانہ مثلاً درمیان میں اگلے سال کو خارج کر دیا جائے یا وقف کے ختم کی کوئی آخری میعاد مقرر کر دی جائے مثلاً کوئی شخص اس طرح وقف کرے کہ میں اسوقت سے ایک سال تک کے لئے وقف کرتا ہوں تو درست نہیں۔

چوتھے عین موقوفہ کو موقوف علیہ یا اسکے وکیل یا ولی کے قبضہ میں دیدینا البتہ

ا؎ میں نے اس مال کو وقف کیا میں نے اس مال کو فی سبیل اللہ قرار دیا۔ ۱۲

اگر کوئی شخص اپنے کمسن بچوں کے لئے کوئی چیز وقف کرے تو قبضہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ مسجد پر قبضہ اس طرح ہوجاتا ہے کہ کوئی شخص اسمیں جاکر ایک نماز پڑھ لے۔

شرائط وقف | وقف کے متعلق چند امور شرط ہیں۔

اول۔ یہ کہ بالغ ہو۔

دوسرے۔ یہ کہ عاقل ہو۔

تیسرے۔ یہ کہ جس چیز کو وقف کرنا چاہتا ہے وہ چیز اسکے لئے جائز التصرف ہو۔

شرائط موقوف علیہ۔ | موقوف علیہ کے متعلق بھی چند امور شرط ہیں

اول۔ یہ کہ موقوف علیہ وقف کے وقت موجود ہو پس شخص معدوم کے لئے وقف کرنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ موجود کی تبعیت میں معدوم کے لئے بھی وقف کرے تو صحیح ہے مثلاً کوئی شخص اپنی اولاد پر اور بعد ازاں نسلاً بعد نسلٍ اولاد کی اولاد کے لئے وقف کرے تو صحیح ہے اگرچہ بعد والا طبقہ ابھی موجود نہ ہو۔

دوسرے۔ موقوف علیہ کا معین ہونا پس اگر موقوف علیہ مجہول (نامعلوم) ہو تو وقف صحیح نہ ہوگا۔ البتہ وقف برعناوین عامہ مثلاً فقراء و مومنین اور طلاب علوم کے لئے وقف کرنا جائز ہے اسی طرح وقف برجہات بھی صحیح ہے مثلاً مشاہد مشرفہ اور مساجد و مدارس اور مقابر وغیرہ کیلئے وقف کیجائے بلکہ مصالح عامہ کیلئے بھی وقف جائز ہے اس طرح کی وقف کا متولی واقف کی قرارداد کے مطابق ہوگا اگر واقف نے اوقاف عامہ میں متولی کی کوئی تعیین نہ کی ہو تو جامع الشرائط حاکم شرع اس وقف کا متولی ہوگا۔ اگر واقف نے موقوف علیہم کے لئے وقف میں تصرف کرنے کے متعلق متولی کی اجازت اور نگرانی کی شرط لگادی ہو تو کسی شخص کو متولی کی اجازت کے بغیر تصرف کی اجازت نہیں ہے لیکن اگر متولی کو محض وقف کی حفاظت وحراست کے لئے مقرر کیا ہو تو افراد موقوف علیہم کو تصرف کے لئے متولی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ افراد موقوف علیہم میں سے جو کوئی بھی تصرف میں سبقت کرے وہی زیادہ حقدار ہے، دوسرے کو مزاحمت کا حق نہیں ہے لیکن وہ اوقاف خاصہ جن میں واقف نے کوئی متولی مقرر نہ کیا ہو ان میں بلا اشکال موقوف علیہم کو تصرف کیلئے حاکم شرع کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

تیسرے۔ یہ کہ موقوف علیہ واقف کے علاوہ دوسرے لوگ ہوں لہذا وقف برنفس

صحیح نہیں ہے البتہ اگر کوئی شخص بہ فقرا کوئی وقف کرے اور بعد ازاں خود واقف بھی فقیر ہو جائے تو دیگر فقرا کی طرح وہ بھی ان میں شامل ہو جائے گا۔

عین موقوفہ کے شرائط میں سے ایک امر یہ ہے کہ موقوفہ شئے کوئی ایسی چیز ہو جس کے عین کو باقی رکھتے ہوئے اس سے فائدہ حاصل کیا جاسکے لہذا کھانے پینے کی چیز و نکا وقف کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ان سے انتفاع اسی صورت سے ہو سکتا ہے کہ ان کو کھا پی کر فنا کر دیا جائے اسی طرح سونے اور چاندی وغیرہ کا وقف کرنا بھی صحیح نہیں ہے جن سے انتفاع کی صورت یہ ہے کہ ان کو اپنے پاس سے منتقل اور خارج از ملک کیا جائے البتہ اگر کوئی شخص سونے اور چاندی کو محض زینت وغیرہ کے مقصد سے وقف کرے تو درست ہے۔

احکام وقف | شرائط وقف کے متحقق ہو جانے کے بعد عین موقوفہ واقف کی ملک سے خارج ہو کر موقوف علیہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہی یہانتک کہ وقف مدات عامہ بلکہ وقف برجہات کا بھی بنا بر اقوی یہی حکم ہے البتہ وقف بر مدات عامہ یا وقف برجہات میں متولی کے ہاتھ میں اختیار رہتا ہے بشرطیکہ واقف نے کوئی متولی مقرر کر دیا ہو۔ ورنہ ولی عام حاکم شرع کو اختیار ہے۔

عین موقوفہ کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ صرف بعض مواقع میں اجازت ہے جنمیں سے دو تین مقامات باب البیع میں بیان ہو چکے ہیں اسی طرح مال موقوفہ کو کوئی شخص کسی کو ہبہ نہیں کر سکتا۔ اور نہ وہ میراث میں تقسیم ہوتا ہے، البتہ موقوفہ شئے کا ٹھیکہ دینا جائز ہے اور اگر موقوف علیہ عین موقوفہ کا کسی شخص کو ایک معینہ مدت کے لیے ٹھیکہ دیدے اور اثنائے مدت میں موقوف علیہ مر جائے تو موقوف علیہ کی موت کے بعد کے زمانے کے متعلق ٹھیکہ باطل ہو جائیگا اور اگر موقوف علیہ نے ٹھیکہ کی پوری رقم اپنی حیات میں پیشگی وصول کر لی ہو تو اسکی وفات کی بعد کے زمانے کے متعلق جو رقم ہوگی وہ اس کے ذاتی ترکہ سے وصول کر لی جائے گی۔ البتہ واقف کے مقرر کردہ متولی نے یا اس متولی نے جو شریعت کی طرف سے اس وقف کا متولی ہو اگر کسی کو وقف کا ٹھیکہ دیا ہو تو ایسے متولی کے مر جانے کی وجہ سے ٹھیکہ باطل نہ ہو گا۔ مسجد و مدرسہ وغیرہ اگر خراب ہو جائے تو وہ خارج از وقف ہو گا۔

باب الوصیّۃ

وصیت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی شے کے عین یا اسکی منفعت کا اپنے بعد کیلیے کسی شخص کو مالک بنا دے۔

شرائط وصیت میں موصی (وصیت کنندہ) کی طرف سے صیغہ ایجاب ضروری ہے۔ ایجاب کے لئے الفاظ معین نہیں ہیں لیکن مطلب ادا ہوجانا چاہیئے اور موصیٰ لہٗ (جس شخص کیلئے وصیت کیگئی ہو) کی طرف سے قبول ضروری ہے۔ اگرچہ وصیت کو کتنا ہی زمانہ گزرچکا ہو بلکہ اگرچہ موصی کا انتقال بھی ہوچکا ہو لیکن بنا براحوط اور قول مشہور قبول ضروری ہے لیکن اقویٰ یہ ہے کہ موصیٰ لہ کیطرف سے قبول کی ضرورت نہیں ہاں موصیٰ لہ کو اختیار ہے کہ جبتک مال اسکی طرف منتقل نہوا ہو وہ وصیت کو رد کردے اور مال اسیوقت منتقل ہوگا کہ جب موصی مرجائے اور اگر بنا بر قول مذکور موصیٰ لہ کی طرف سے قبول بھی ضروری فرض کیا جائے تو موصیٰ لہٗ قبول بھی کرے اسکے بعد مال وصیت موصیٰ لہ کی طرف منتقل ہوگا۔

وصیت ایک جائز قسم کا عقد ہے اگر اسکو فسخ کردیا جائے تو باطل ہوجائیگا۔ فسخ کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ موصی اس وصیت سے عدول کرے۔ پس اگر کوئی شخص دو مرتبہ وصیت کرے تو اسکی دوسری وصیت معتبر ہوگی۔ اگرچہ وہ دوسری وصیت کے وقت پہلی وصیت کی طرف ملتفت نہ بھی رہا ہو اسی طرح اگر عین موصیٰ بہا (جس شئی کی بابتہ وصیت کی گئی ہو) کو فروخت کردیا جائے تب بھی وصیت باطل ہوجائے گی۔

موصیٰ لہ کے متعلق یہ شرط ہے کہ وہ بروقت وصیت موجود ہو اگرچہ حالت حمل ہی میں ہو پس اگر حمل ساقط ہوجائے تو وصیت باطل ہوجائے گی اور اگر زندہ پیدا ہونے کے بعد مرجائے تو مال وصیت مولود کے وارثوں کی طرف منتقل ہوجائے گا۔

موصیٰ بہ میں یہ شرط ہے کہ وہ مالیت رکھتا ہو اور موصی کے ثلث مال سے زائد نہو اگر ثلث مال سے زائد ہوگا تو وصیت کا نفاذ موصی کے ورثہ کی رضامندی پر موقوف ہوگا۔

موصی کیلئے جائز ہے کہ کسی معینہ عین المال کے متعلق جو ثلث ترکہ سے زائد نہو کسی خاص شخص

یا کسی مد مثلاً فقراء وغیرہ کے لئے وصیت کردے پس اگر کسی شخص خاص کو اس مقصد کیلئے اپنا وصی مقرر کرے کہ وہ اس مال کو فقراء وغیرہ تک پہونچا دے تو وہی اس فرض کو انجام دیگا۔ ورنہ حاکم شرع فقراء وغیرہ کا ولی ہوگا۔

اگر کسی شخص کے ذمے کوئی قرض یا واجبی حق ہو تو اسکو ادا کرنا واجب ہے اور اگر ادا نہ کرے تو اسکی ادائیگی کے متعلق وصیت کرنا واجب ہے خواہ وہ امر واجب مالیات سے متعلق ہو مثلاً خمس و زکوٰۃ و حقوق عباد یا جسمانی زحمت سے تعلق رکھتا ہو مثلاً روزہ و نماز یا دونوں سے مرکب ہو مثلاً حج وغیرہ۔

مستحب ہے کہ انسان مرتے وقت مستحبات مثلاً صلہ ارحام یا صدقات یا بناء مدارس یا زیارات ائمہ انام علیہم السلام اور اسی قسم کے دیگر مستحبات کے متعلق بھی وصیت کرجائے

باب الارث

اس باب میں دو مبحث ہیں پہلے میں اسباب میراث ہیں اور دوسرے میں موانع[ع] ارث بیان کئے جائینگے۔ اسباب ارث یعنی جن وجوہ سے کسی میت کا ترکہ کسی شخص کو دیا جاتا ہے، زیادہ تر دو ہیں اول نسب دوسرے سبب۔

ارث نسبی

نسبی قرابت کی جہت سے جن لوگوں کو میراث دیجاتی ہے اُن کے تین طبقے ہیں جن کو ذیل میں جُدا جدا بیان کیا جاتا ہے۔

طبقہ اولیٰ اس طبقہ میں دو طائفے ہیں پہلے طائفہ میں میت کے ماں باپ اور دوسرے میں میت کی اولاد ہے۔

پہلا طائفہ میت کے ماں باپ کو میراث میں حصہ دیے جانے کے متعلق چند مسائل ہیں

مسئلہ۔ اگر ورثہ[ع] میں صرف میت کا باپ ہو تو پورا ترکہ بطور ارث اسی کا ہے اور اگر ورثہ میں صرف تنہا ماں ہی ہو تو ثلث بطور ارث اور بقیہ ترکہ بطور رد اُسکو دیا جائے گا اور اگر ماں یا باپ کے ساتھ میت کا شوہر یا میت کی زوجہ بھی ہو تو اسکو نصیب اعلیٰ دیا جائیگا اور بقیہ مال ماں یا باپ جو کوئی بھی ہو اسکو ملے گا۔

ع۔ ارث میراث کو کہتے ہیں ۱۲۔ ع۔ ورثہ وارث کی جمع ہے مترجم ۱۲۔

مسئلہ اگر میت کی ماں بھی موجود ہو اور باپ بھی تو ایک ثلث ماں کو ملے گا بشرطیکہ کوئی حاجب نہو اور بقیہ مال باپ کا ہے بشرطیکہ شوہر یا زوجہ میں سے کوئی نہو ورنہ باقی میں سے پہلے ان دونوں میں سے جو کوئی ہو اسکو نصیب اعلیٰ دیا جائیگا اور کوئی حاجب نہو تو ایک ثلث ماں کو دیکر بقیہ باپ کو ملیگا۔

مسئلہ اگر میت کا باپ بھی ہو اور ماں بھی خواہ میت کی زوجہ یا میت کا شوہر موجود ہو یا نہ ہو لیکن میت کے دو بھائی یا ایک بھائی اور دو بہنیں ہوں یا چار حقیقی یا علاتی بہنیں ہوں اور وہ آزاد اور مسلمان ہوں اور بقول میت کے قاتل بھی نہوں اگرچہ اس قول پر اعتماد کرنا محل اشکال ہے تو باوجودیکہ وہ خود میراث میں حصہ دار نہیں ہیں لیکن یہ لوگ ماں کیلئے حاجب ہو جاتے ہیں اور انکے ہوتے ہوئے ماں کو سدس سے زیادہ حصہ نہیں ملتا چنانچہ اگر میت کے والدین ہیں اور میت کی ایک بیٹی ہو تو ایسی صورت میں بھائی حاجب ہو جائیں گے اور ماں کو سدس سے زیادہ نہ ملے گا۔ ماں کا حصہ نکالنے کے بعد ایک سدس باپ کو دیا جائیگا اور اصل ترکہ میں سے نصف بیٹی کو دیکر ایک سدس باقی رہے گا جسکے چار حصے کرکے ایک حصہ باپ کو اور تین حصے بیٹی کو دے دئے جائیں گے اور ماں روسے محروم رہیگی۔

دوسرا طائفہ | طبقہ اولیٰ کا دوسرا طائفہ میت کی اولاد ہے اس طائفہ سے متعلق چند مسائل ہیں۔

مسئلہ۔ اگر میت کے صرف ایک بیٹا ہو تو کل مال اُسی کا ہے اور اگر چند بیٹے ہوں تو سب میں مساوی تقسیم ہوگی اور اگر صرف بیٹی ہو تو نصف مال بطور وارث پائے گی اور نصف مال بطور رد اسکو دیا جائیگا اور اگر چند بیٹیاں ہوں تو دو ثلث مال بطور وارث اور بقیہ ایک ثلث بطور رد انکو دیا جائیگا اور سب آپس میں برابر تقسیم کریں گی۔

مسئلہ۔ اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی یا چند بیٹے بیٹیاں ہوں تو پورا مال للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدے سے تقسیم ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر ایک بیٹا ہو اور ایک بیٹی یا صرف ایک بیٹا ہی ہو اور دوسری طرف میت کے ماں اور باپ بھی موجود ہوں تو ایک سدس ماں کو ملے گا اور ایک سدس باپ کو اور بقیہ مال اولاد کا ہے اگر بیٹا و بیٹی دونوں ہوں تو بطریق بالا تقسیم ہوگی اور اگر صرف ایک ہی بیٹا ہو تو سب مال اُسیکا ہے

مسئلہ۔ اگر ایک طرف میت کی صرف ایک بیٹی ہو اور دوسری طرف میت کا صرف باپ یا صرف

ماں ہو تو ماں یا باپ کو ارث اور دونوں طریقوں سے ملا کر ربع دیا جائیگا اور باقی مال بیٹی کو ارث اور ردونوں طریقوں سے ملا کر دیا جائیگا اور موجودہ صورت میں اگر ایک بیٹی کے بجائے دو یا زیادہ بیٹیاں ہوں تو خمس مال ماں یا باپ کا ہے اور بقیہ بیٹیوں کا ہے جو اُن میں بحصہ مساوی تقسیم ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر ایک طرف تو ماں اور باپ دونوں ہوں اور دوسری طرف صرف ایک لڑکی ہو تو ارث و رد دونوں طرح ملا کر ایک خمس ماں کا ہے اور ایک خمس باپ کا اور بقیہ ترکہ بیٹی کا ہے بشرطیکہ ماں کے لئے کوئی حاجب نہو ورنہ ماں کو سدس دیا جائیگا اور بقیہ میں سے ایک ربع باپ کو اور تین ربع بیٹی کو دیے جائیں گے اور اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو ماں باپ ہر ایک کو ایک ایک سدس دیا جائیگا اور بقیہ (دو ثلث ترکہ) بیٹیوں کو دیا جائے گا اور آپس میں برابر تقسیم ہوگا۔ مذکورہ بالا صورتوں میں اگر ان ورثہ کے ساتھ زوجہ یا شوہر بھی موجود ہو تو اُسکو بھی اسکا حصہ دیا جائیگا اور ایک ایک سدس ماں اور باپ کو اور بقیہ ترکہ اولاد کو دیا جائیگا۔ اگر کمی ہوگی تو اسکا اثر اولاد پر پڑیگا اور اگر ترکہ بڑھ جائیگا تو ماں اور باپ بھی شریک ہوں گے۔

مسئلہ۔ اگر میت کے اولاد نہو لیکن اولاد کی اولاد (پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں) ہوں تو وہ اپنے ماں باپ کے بجائے ارث و رد دونوں طرح سے میراث پائیں گے۔

مسئلہ ترکہ میت میں سے چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر میت کا کوئی بڑا بیٹا موجود ہو تو اُسی کے ساتھ مخصوص ہیں اور دوسرے ورثہ کا ان میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

اوّل۔ میت کی پوشاک۔

دوسرے میت کی انگشتری۔

تیسرے۔ میت کی تلوار۔

چوتھے میت کا قرآن۔

اقوی یہ ہے کہ حبوہ میں صرف یہ چار چیزیں ہی ہوتی ہیں لیکن احوط (استحبابی) یہ کہ میت کے قرآن مجید کی رحل اور سواری کے گھوڑے اور سلاح اور کتابوں کے متعلق ورثہ میں باہم رضامندی کی جائے اور اگر یہ چیزیں کئی کئی ہوں تو پہلی چار چیزیں خواہ کتنی کتنی بھی ہوں حبوہ میں داخل ہیں اگرچہ احوط (استحبابی) یہ ہے کہ ایک سے زائد شئے کے متعلق ورثہ سے رضامندی لے لیجائے یہی حکم پہننے کے اُن کپڑوں کا بھی ہے جن کو میت نے تیار کرایا ہو لیکن ابھی پہننے کی نوبت نہ

طبقہ دوم | اس طبقہ میں بھی دو طائفے ہیں ایک میں بھائی بہن ہیں اور دوسرے میں دادا دادی اور نانا نانی۔

پہلا طائفہ | اس طائفہ سے متعلق چند مسائل ہیں۔

مسئلہ۔ اگر میت کا صرف حقیقی بھائی ہو یا حقیقی بھائی نہو صرف علاتی[ع] بھائی ہو تو تمام مال میراث اسی کا ہے اور اگر حقیقی بھائی کئی ہوں یا حقیقی بھائیوں کے نہونے ہوئے علاتی بھائی کئی ہوں تو آپس میں سب برابر تقسیم کریں گے لیکن اگر صرف ایک حقیقی بہن ہو تو نصف مال بطور وارث اور نصف بطور رد اسکو دیا جائیگا اور ایک سے زیادہ حقیقی بہنیں ہوں تو دو ثلث مال بطور وارث اُن کو دیا جائیگا اور بقیہ بطور رد دونوں پر تقسیم کر دیا جائیگا اور اخیانی بھائی یا بہن اگر تنہا ہو تو سدس (۱/۶) بطور وارث اسکو دیا جائے اور باقی مال بطور رد اُن کو تقسیم کر دیا جائے گا اور بہن اور بھائی کو برابر حصہ دیا جائے گا۔

مسئلہ۔ اگر حقیقی بہن بھائی بھی موجود ہوں اور علاتی بہن بھائی ہوں تو علاتی بہن بھائیوں کو میراث نہیں دی جائے گی اور تمام مال حقیقی بہن بھائیوں کا ہوگا۔ اگرچہ صرف تنہا ایک ہی حقیقی بہن ہو تو سارا مال فقط اُسی کا ہوگا۔ حقیقی بہن بھائیوں کے ساتھ اگر اخیافی بہن بھائی بھی ہوں گے تو وہ میراث پائیں گے نہیں تو نہیں۔

مسئلہ۔ حقیقی بہن بھائی میں اور ان کے نہ ہونے کی حالت میں علاتی بہن بھائی میں باہم تقسیم للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق ہوگی اور اگر ایسا ہو کہ ایکطرف تو حقیقی بہن بھائی موجود ہوں یا حقیقی بہن بھائی نہ ہو بلکہ علاتی ہوں اور دوسری طرف اخیافی بہن بھائی ہوں بس اگر اخیافی صرف ایک بہن یا ایک بھائی ہو تو اُس ایک کو اصل مال سے سدس (۱/۶) دیا جائیگا۔ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ثلث دیا جائیگا اور ثلث کی تقسیم مرد عورت میں باہم بحصہ مساوی ہوگی اور ثلث کے علاوہ بقیہ مال حقیقی یا اُن کے نہ ہوتے ہوئے علاتی بہن بھائیوں کا حق ہے اور اگر زوجہ یا شوہر بھی ورثہ میں موجود ہو تو اس کو نصیب اعلےٰ دیا جائیگا اور جو کچھ کمی آئیگی وہ حقیقی یا علاتی بہن بھائیوں پر عاید ہوگی۔

دوسرا طائفہ | دوسرے طائفہ میں دادا، دادی، نانا، نانی ہیں اس طائفہ سے پانچ

ع بھائی یا بہن تین قسم کے ہوتے ہیں ایک حقیقی بھائی یعنی جو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے بھائی ہو۔ دوسرے علاتی یعنی مختلف الطن باپ تو دونوں کا ایک ہو لیکن مائیں الگ الگ ہوں تیسرے اخیافی یعنی مختلف العلات ماں دونوں کی ایک ہو لیکن باپ دونوں کا الگ الگ ہو۔

مسئلے ہیں۔

مسئلہ یہ کہ اگر صرف دادا یا صرف دادی یا صرف نانا یا صرف نانی ہو۔ تو پورا مال اُن ایک ہی کا ہے اور اگر صرف دادا اور دادی ہوں تو دونوں میں یہ مال بقاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اور اگر صرف نانا نانی ہوں تو دونوں میں پورا مال بحصہ مساوی تقسیم ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر ایک طرف صرف دادا یا دادی ہو یا دونوں ہوں اور ایک طرف صرف نانا یا نانی یا دونوں ہوں تو نانا یا نانی کو ثلث مال دیا جائیگا اور اگر دونوں ہوں تو ثلث مال دونوں میں تقسیم ہوجائے گا۔ اور دادا یا دادی موجود بھی ہو اس کو بقیہ ترکہ ملے گا۔ اور اگر دونوں موجود ہوں تو دونوں آپس میں للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدے سے تقسیم کریں گے۔

مسئلہ۔ اگر شوہر یا زوجہ بھی موجود ہو تو اس کو نصیب اعلیٰ دیا جائیگا۔ اور ایک ثلث اصل مال سے نانا یا نانی کو اور اگر دونوں ہوں تو دونوں کو ملیگا اور بقیہ مال دادا یا دادی کو دیا جائے گا۔ یعنی نقصان دادا دادی کو رہیگا۔

مسئلہ۔ اگر ایک طرف تو میت کے دادا دادی ہوں اور ایک طرف میت کے حقیقی یا علاتی بھائی بہن ہوں تو دادا بھائی کے برابر حصہ پائیگا اور دادی بہن کے برابر اسی طرح اگر ایک طرف تو میت کے نانا نانی ہوں اور دوسری طرف میت کے اخیافی بھائی بہن تو ایسی صورت میں وہ سب بحصہ مساوی میراث پاویں گے لیکن اگر یہ صورت ہو کہ ایک طرف تو میت کے دادا دادی ہوں اور دوسری طرف میت کے اخیافی بھائی بہن یا اسکے برعکس ایک طرف تو میت کے نانا نانی ہوں۔ اور دوسری طرف میت کے حقیقی یا علاتی بھائی بہن تو اب تقسیم اس طرح ہوگی کہ پہلی صورت میں اخیافی بھائی یا بہن اگر صرف ایک ہو تو اس کو سدس دیا جائے گا اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ثلث دیا جائیگا اور بقیہ مال دادی کا ہوگا۔ اور دوسری صورت میں ایک ثلث نانا یا نانی کا ہوگا۔ اور اگر دونوں ہوں تو دونوں میں بحصہ مساوی وہی ثلث تقسیم ہوجائیگا۔ اور بقیہ دو ثلث حقیقی یا علاتی بھائی بہن کے ہونگے خواہ کوئی ایک ہی بہن یا بھائی ہو۔ یا متعدد ہوں (اگر متعدد ہوں گے تو یہ مال للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدے سے باہم تقسیم ہوگا)

مسئلہ اگر بھائی بہن میں سے کوئی ایک بھی موجود ہو تو کسی بھائی یا بہن کی اولاد کو حصہ نہیں دیا جائیگا۔ اور اگر بہن بھائیوں میں سے کوئی بھی موجود نہو تو ان کی اولاد اپنے ماں باپ کے قائم مقام ہو کر میراث میں حصہ پائیگی اور اگر اُن کیساتھ دادا دادی یا نانا نانی بھی موجود ہوں تو ان کو انکا حصہ ملیگا۔ اور اُن کو اُن کا۔ اور حقیقی یا علاتی بہن بھائی کی اولاد میں تقسیم للذکر مثل حظ الانثیین

تقسیم ہوگی اور اخیافی بہن بھائی کی اولاد میں بحصہ مساوی۔

طبقہ سوم | طبقہ سوم میں بھی ۲ طائفے ہیں۔ پہلا طائفہ میت کے عم اور عمہ (چچا اور پھوپھی) کا ہے۔ دوسرے طائفہ میں میت کے خال اور خالہ (ماموں اور خالہ) ہیں۔

پہلا طائفہ | اس طائفہ میں صرف ایک مسئلہ متعلق ہے جو حسب ذیل ہے۔

مسئلہ۔ میت کا اگر صرف چچا موجود ہو یا صرف پھوپھی ہو تو دونوں میں سے جو کوئی ہوگا اسکو پورا مال دیا جائیگا۔ اور اگر کئی چچا ہوں تو اُن میں یا کئی پھوپیاں ہوں تو اُن سب میں کل مال بحصہ مساوی تقسیم کردیا جائیگا لیکن اگر چچا اور پھوپھی دونوں جمع ہوجائیں خواہ ایک ایک ہوں یا کئی کئی تو مال کو للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم کیا جائے گا۔

دوسرا طائفہ | ماموں اور خالہ کے متعلق چار مسئلے ہیں۔

مسئلہ۔ ورثہ میت میں اگر صرف ایک ماموں یا صرف ایک خالہ ہو تو پورا مال اس ایک ہی کو دیدیا جائیگا! وہ اگر ایک سے زیادہ ماموں یا ایک سے زیادہ خالہ ہوں تو سب میں بحصہ مساوی تقسیم ہوگا اسیطرح اگر ماموں بھی ہو اور خالہ بھی تب بھی بحصہ مساوی تقسیم ہوگی۔

مسئلہ۔ اگر میت کے چچا بھی ہوں اور ماموں بھی تو ایک ثلث ماموں کو دیا جائیگا اور باقی چچا کا حصہ ہے اور اگر زوجہ یا شوہر بھی موجود ہو اور اُس کے ساتھ صرف چچا یا صرف ماموں یا چچا اور ماموں دونوں ہوں تو شوہر یا زوجہ کو نصیب اعلیٰ دیا جائیگا بعدازاں اُن لوگوں میں مذکورہ بالا طریقہ سے میراث تقسیم ہوگی۔

مسئلہ۔ اگر کوئی چچا اور پھوپھی یا ماموں اور خالہ موجود نہ ہو لیکن ان میں سے ہر ایک کی اولاد موجود ہو تو اولاد اپنے ماں باپ کی قائم مقام ہوگی۔ اور اولاد کو ماں باپ کا حصہ دیا جائے گا۔ اور جس وقت تک کہ کوئی ایک شخص بھی چچوں اور پھوپیوں میں سے موجود ہو اس وقت تک اُن کی اولاد کو میراث نہیں دیجا سکتی۔ البتہ صرف ایک صورت اس سے مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ ایک طرف تو میت کا چچا ہو۔ جو میت کے باپ کا علاتی بھائی ہو۔ اور دوسری طرف میت کا چچازاد بھائی ہو جس کا باپ میت کے باپ کا حقیقی بھائی تھا تو چچازاد کو پوری میراث دیدی جائے گی۔ اور چچا کو نہ دیجائے گی۔

مسئلہ۔ اگر میت کے چچا پھوپھی اور ماموں خالہ یا اُن کی اولاد موجود نہ ہو تو میت کے ماں یا باپ کے چچا پھوپھی اور ماموں خالہ میراث پائیں گے۔

میراث سببی

سبب کے ذریعہ سے جو میراث دیجاتی ہے اُس کی دو شکلیں ہیں۔

ایک میراث بسبب زوجیت۔ دوسرے میراث بسبب ولاء۔ دونوں کو جدا جدا بیان کیا جاتا ہے۔

میراث بسبب زوجیت | زوجہ کو شوہر کی اور شوہر کو زوجہ کی میراث میں جو حصہ دیا جاتا ہے اس کو میراث بسبب زوجیت کہتے ہیں اس مقام پر چند مسائل قابل بیان ہیں۔

مسئلہ۔ شوہر اپنی زوجہ دائمی کی میراث سے نصف مال پاتا ہے بشرطیکہ زوجہ کی اولاد یا اولاد الاولاد نہو ورنہ ربع دیا جائیگا۔ اسی طرح دائمی زوجہ اپنے شوہر کی میراث میں ربع (چہارم) پاتی ہے بشرطیکہ شوہر کی اولاد یا اولاد الاولاد نہو ورنہ ثمن (آٹھواں حصہ) ملے گا اور اگر کسی شخص نے متعدد بیویاں چھوڑی ہوں تو دونوں شکلوں میں زوجہ کے حصہ کو سب بیویاں باہم بحصہ مساوی تقسیم کریں گی۔

مسئلہ۔ شوہر اور زوجہ کے میراث پانے میں اس کا کوئی امتیاز نہیں ہے کہ وہ دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک کمسن ہو۔ اسی طرح اس کا بھی کوئی لحاظ نہیں ہے کہ زوجہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ

مسئلہ۔ شوہر کو زوجہ کے ہر قسم کے مال میں سے میراث میں حصہ دیا جاتا ہو بخلاف اسکے زوجہ خواہ صاحب اولاد ہو یا نہ ہو اس کو مکان کی زمین اور کاشت کی زمین سے بالکل حصہ نہیں دیا جاتا۔ اور عمارات اور درختوں میں حصہ دیا جاتا ہے لیکن اس طرح کہ اس کی قیمت لگا کر قیمت میں سے اسکو حصہ دیا جاتا ہے۔ یہ چیزیں بعینہ اس کو نہیں دی جاتیں۔ اشیاء مذکور کے علاوہ میت کے دیگر ترکہ میں زوجہ بھی اسی طرح حصہ پاتی ہے جس طرح دوسرے ورثہ پر تقسیم کیا جاتا ہے آبپاشی کی نالیاں وغیرہ بھی آراضی کے حکم میں ہیں البتہ جن نالیوں کو اینٹ وغیرہ سے پختہ کرکے بنایا گیا ہو وہ عمارات میں شامل ہیں جو پانی میت کے انتقال کے وقت نالیوں میں موجود ہو وہ اشیاء منقولہ میں ہے۔ اور اسکے بعد جو پانی نالیوں میں آئیگا وہ نالیوں ہی کے حکم میں شامل رہیگا۔

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص مرض الموت میں کسی عورت سے عقد کرے اور قبل از مجامعت شوہر انتقال کرجائے تو عورت نہ شوہر کے ترکہ سے میراث کی مستحق ہے اور نہ مہر کی لیکن اگر دخول ہو چکا ہو تو مہر اور

میراث دونوں کی حقدار ہے. بخلاف اس کے اگر کوئی شخص کسی مریضہ عورت سے عقد کرے اور وہ عورت اسی مرض میں قبل از دخول انتقال کر جائے تو شوہر اُسکے مال سے میراث میں حصہ پائے گا.

مسئلہ:- باب الطلاق میں بیان ہو چکا ہے کہ عورت جبتک عدۂ رجعیہ میں ہو وہ زوجہ ہی کے حکم میں ہے. اگر شوہر اس دوران میں مرجائے تو وہ اسکی میراث پائیگی اور اگر زوجہ اس دوران میں مرجائے تو شوہر کو اس کی میراث میں حصہ ملیگا. لیکن عدۂ بائنہ میں اور عدۂ رجعیہ کی مدت ختم ہونے کے بعد دونوں میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے کی میراث نہیں ملیگی. البتہ ایک صورت اس سے مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ شوہر حالت مرض میں اپنی زوجہ کو طلاق دیدے اور اُسی مرض میں شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس صورت میں قمری حساب سے ایک سال تک زوجہ شوہر کی میراث میں حصہ پانے کی حقدار ہے لیکن اس کیلئے دو شرطیں ہیں.

اول - یہ کہ طلاق خود عورت کی خواہش سے نہو. لہذا مختلعہ اور مبارات میں یہ حکم جاری نہوگا.

دوسرے. یہ کہ عورت نے طلاق کے بعد کوئی دوسرا شوہر نہ کر لیا ہو.

میراث بسبب ولاء | ولاء[ع] کی تین قسمیں ہیں. ولاء عتق. ولاء ضامن جریرہ ولاء امامت اس کے متعلق تفصیل درکار ہے جو موضوع رسالہ سے خارج ہے

نوٹ:- جس شخص کا کوئی وارث نہو یا وارث ہو لیکن موانع ارث کی وجہ سے محروم ہو اس کا ترکہ حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ کا ہے اور حضرت کی غیبت میں مجتہد جامع الشرائط کو اسکا اختیار ہے.

موانع ارث

جو چیزیں کسی شخص کو میراث سے محروم کر دیتی ہیں وہ تین ہیں۔

ع. ولاء کے معنی قریب کے ہیں اصطلاحاً ولاء دو شخصوں کی اس باہمی قرابت کو کہتے ہیں جو تعلق نسب زوجیت کے علاوہ ہو جس کی جہت سے ایک دوسرے کی میراث میں حصہ پائے. ۱۲

عہ. ولاء عتق سے مراد یہ ہے کہ آزاد کنندہ آقا اپنے غلام کی میراث پاتا ہو. ولاء ضامن جریرہ سے مراد یہ ہے کہ دو شخص آپس میں یہ عہد کریں کہ ہم میں سے جسپر کوئی مصیبت پڑے دوسرا اُس میں شریک ہوگا. اور اگر تاوان دینا پڑے تو اس میں بھی شریک ہوگا ایسے دونوں اشخاص باہم میراث کے مستحق ہیں ولاء امامت سے مراد یہ ہے کہ بعض حالات میں میراث امام کو دی جاتی ہے ان سب کی تفصیل کتب فقہ میں بیان کی گئی ہیں ۱۲

اول۔ کفر بشرطیکہ مورث مسلم ہو کافر کو مسلمان کی میراث میں حصہ نہیں دیا جا سکتا اور کافر بعد والے طبقات کو حصہ دیے جانے میں حاجب بھی نہیں ہوتا۔ پس اگر پہلے اور دوسرے طبقہ میں جس قدر لوگ ہوں وہ سب کافر ہوں اور تیسرے طبقہ میں ایک مسلمان موجود ہو تو وہ مسلمان میراث پائیگا۔ لیکن کافر کو کافر کی میراث اور مسلمان کو بلا امتیاز مذہب مسلمان کی میراث دی جائے گی۔ اس مقام پر دو مسئلے قابل ذکر ہیں۔

مسئلہ۔ اگر کوئی کافر میت کے انتقال کے بعد اور میراث تقسیم ہونے سے قبل مسلمان ہو جائے تو اس کو میراث میں حصہ دیا جائیگا۔

مسئلہ۔ اگر کوئی مسلمان مرتد (فطری) ہو جائے تو مرتد ہوتے ہی اس کا مال اسکے مسلم وارث کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور اس کی زوجہ اس کی زوجیت سے بغیر طلاق ہی کے خارج ہو جائیگی اس کو چاہیئے کہ جس وقت سے اس کا شوہر مرتد ہوا اسی وقت سے عدۂ وفات شروع کر دے اور حاکم شرع کے حکم سے اس مرتد کو قتل کیا جائیگا۔ لیکن اگر وہ توبہ کر لے تو اقوی یہ ہے کہ عنداللہ اسکی توبہ قبول ہے اور وہ پاک بھی ہو جائیگا۔ لیکن بایں ہمہ اس کے قتل کا حکم نافذ رہیگا اور اسکا مال اور اس کی زوجہ اسکی طرف واپس نہ آئیگی لیکن اب بعد میں وہ جسقدر جدید مال پیدا کرے اس کا وہ مالک ہوگا۔ بلکہ اپنی زوجہ کے ساتھ عدۂ وفات کے بعد یا دوران عدہ میں دوبارہ عقد کر سکتا ہے۔ اسی طرح مرتد ملی کو بھی توبہ پر مجبور کیا جائیگا۔ اگر وہ توبہ کر لے تو اس کا مال اور اس کی زوجہ اس کے حوالہ کر دیجائے گی ورنہ اس کو قتل کر دیا جائیگا۔ اور اس کا مال بعد از قتل مسلم وارث کی طرف منتقل ہو جائیگا۔ اور اگر اس کا کوئی مسلمان وارث نہ ہو تو وہ مال امام علیہ السلام کا ہے۔

اگر عورت مرتد ہو جائے خواہ ارتداد ملی اختیار کرے یا فطری تو اس کو قید کر دیا جائے گا اور نماز کے اوقات میں اسکو مارینگے تاکہ مسلمان ہو جائے یا مر جائے۔

دوسرے۔ قتل۔ اگر کوئی وارث اپنے وارث کو بغیر حق کے بالقصد قتل کر ڈالے تو اسکی میراث میں سے اسکو حصہ نہ دیا جائیگا۔ بلکہ اولیاء مقتول اسکو حاکم شرع کی اجازت سے قتل کر ڈالیں گے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بالقصد نہیں بلکہ خطا (غلطی) سے اپنے مورث کو قتل کر ڈالے تو قاتل سے پوری دیت وصول کیجائے گی اور اس دیت میں خود اس کو کوئی حصہ نہ ملیگا بلکہ میت کے ان ورثاء پر تقسیم کی جائے گی جو میت کے پدر مادر دونوں کی جانب سے یا صرف

باپ کی جانب سے میت سے قرابت رکھتے ہوں، اور زوجہ یا شوہر سب پر دیت کو بحسب طبقات تقسیم کر دیا جائیگا۔ دیت کے علاوہ میت کے دوسرے ترکہ سے اسکو بھی میراث میں حصہ ملے گا۔
تیسرے۔ غلامی۔ غلام نہ خود کسی کا وارث ہوتا ہے اور نہ اُس کی میراث اُسکے ورثہ کو دیجاتی ہے بلکہ اُس کی میراث اُس کے آقا کی ملکیت ہے۔

تتمہ باب المیراث

مسائل میراث چونکہ نہایت درجہ مشکل ہیں چنانچہ مشہور ہے المیراث نصف الفقہ اسی لیئے ہم کو تتمہ تحریر کرنے کی ضرورت ہوئی لیکن اگر تتمہ میں تفصیل سے کام لیا جائے اور تفصیلی طور پر ان کو بیان کیا جائے تو بہت طول ہو جائیگا۔ اس لیئے یہاں ہم میراث کے صرف اصولی مسائل کا ایک مختصر خلاصہ تحریر کیئے دیتے ہیں جس کے مطالعہ کے بعد ناظرین کو میراث کے گذشتہ باب کے مسائل سمجھنے میں پوری سہولت ہو جائے گی

ورثہ کی قسمیں ورثہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کیلیئے شریعت اسلام نے ترکہ میں کوئی خاص حصہ معین کر دیا ہے۔ یہ لوگ ذوی الفرض کہلاتے ہیں ایسے وارث صرف تین ہیں۔ شوہر، زوجہ، ماں، لیکن ماں کو بھی بعض اوقات رد کی وجہ سے اپنے معینہ حصہ سے زیادہ مل جاتا ہے۔

دوسری قسم کے وہ ورثہ ہیں جن کیلیئے کوئی خاص حصہ معین نہیں ہے اور وہ حسب حالات میراث پاتے ہیں یہ لوگ ذوی القرابتہ کہلاتے ہیں زیادہ تر ورثہ اسی قسم کے ہیں۔

تیسری قسم کے ورثہ وہ ہیں جن کیلیئے بعض حالات میں کوئی خاص حصہ معین ہے اور وہ اُن حالات میں یہ لوگ ذوی الفرض کی شکل میں ہوتے ہیں اور بعض دوسرے حالات میں ان کیلیئے کوئی خاص حصہ معین نہیں ہے اور اُن حالات میں وہ ذوی القرابتہ بن جاتے ہیں اس قسم کے ورثہ یہ ہیں۔ باپ ایک بیٹی ایک بہن چند بیٹیاں چند بہنیں۔ اخیافی بھائی اور بہن (خواہ ایک خواہ چند) قسم اول اور اس قسم کے علاوہ جس قدر بھی ورثہ ہیں وہ سب

ذوی القرابتہ کہلاتے ہیں

سہام | میراث کے معینہ سہام چھ ہیں۔ نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس۔ جو حسب ذیل ورثہ کے لئے مذکورہ حالات کے ماتحت معین ہیں۔

نقشہ سہام میراث

نمبر شمار	سہام	اسمائے ورثہ	کیفیت
۱	نصف	شوہر	بشرطیکہ زوجہ کے بطن سے کوئی اولاد موجود نہ ہو
		دختر	بشرطیکہ صرف ایک ہو
		حقیقی بہن یا علاتی بہن	بشرطیکہ صرف ایک ہو حقیقی بہن اگر ہو تو میراث کی مستحق وہی ہے ورنہ علاتی بہن اس کی قائم مقام ہوگی۔
۲	ربع	شوہر	بشرطیکہ زوجہ کے بطن سے کوئی اولاد ہو
۳	ثمن	زوجہ	بشرطیکہ شوہر کی صلبی اولاد موجود ہو
۴	ثلثان	بیٹیاں	اگر دو یا دو سے زائد ہوں
		بہنیں	اگر دو یا دو سے زائد ہوں حقیقی اور اگر وہ نہوں تو علاتی ہوں
۵		ماں	بشرطیکہ کوئی حاجب نہو یعنی میت کی اولاد بھی نہو اور میت کے بھائی موجود ہوں
۵	ثلث	اخیافی بہن یا بھائی	بشرطیکہ دو یا دو سے زائد ہوں
۶	سدس	باپ	بشرطیکہ میت کی اولاد موجود ہو
		ماں	بشرطیکہ میت کی اولاد موجود ہو
		اخیافی بہن یا بھائی	بشرطیکہ صرف ایک ہو

چند قابل لحاظ امور

میراث کی تقسیم میں چند امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جو ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں۔

حجب | حجب کے معنی ہیں مانع ہونا۔ اسکی دو شکلیں ہیں حجب عن الکل اور حجب عن البعض۔

حجب کی پہلی شکل کے متعلق کلیہ یہ ہے کہ ہمیشہ قریبی وارث بعید کا مانع ہوتا ہے یعنی قریب کے ہوتے ہوئے بعید کو میراث نہیں ملتی۔ طبقہ اولی کے ہوتے ہوئے طبقہ ثانیہ کو اور طبقہ ثانیہ کے ہوتے ہوئے طبقہ ثالثہ کو اور طبقہ ثالثہ کے ہوتے ہوئے معتق کو اور اسکے ہوتے ہوئے ضامن جریرہ کو اور ضامن جریرہ کے ہوتے ہوئے امام علیہ السلام کو میراث نہیں دیجائیگی اسی طرح ہر طبقہ کے اندر بھی قریب بعید کا مانع ہوتا ہے مثلاً اگر بیٹا موجود ہو تو بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتے کو میراث نہیں ملے گی یا مثلاً اگر دادا موجود ہو تو اسکے ہوتے ہوئے پوتے کو میراث نہیں ملے گی۔ اسی طرح اگر مثلاً میت کا چچا موجود ہو تو اسکے ہوتے ہوئے میت کے باپ کے چچا تک میراث نہیں جائے گی۔

طبقات نسبی میں ہر طبقہ کے اندر دو دو طائفے بیان کئے گئے ہیں ان میں البتہ ایسا ہی کہ ایک طائفہ دوسرے طائفہ پر اثر انداز نہیں ہوتا، البتہ خود اسی طائفہ کا قریبی وارث وارث بعید کے لئے مانع ہوتا ہے۔ مثلاً پہلے طبقہ کے ایک طائفہ میں والدین ہیں اور دوسرے طائفہ میں اولاد لہذا اگر میت کسی صلبی اولاد یعنی بیٹا بیٹی موجود ہو تو انکے ہوتے ہوئے پوتا پوتی نواسہ نواسی میراث کے مستحق ہیں اگرچہ میت کے ماں باپ بھی موجود ہوں۔ باوجودیکہ ماں باپ میت سے بلا واسطہ قرابت رکھتے ہیں اور اس لئے قریب ہیں اور پوتا پوتی نواسہ نواسی کی میت کے ساتھ قرابت میں ایک واسطہ درمیان میں حائل ہے لیکن بایں ہمہ انکو میراث دیجائیگی بلکہ اولاد کتنے ہی زینہ پست ہوتی چلی جائے اگر اسکے اوپر کے زینہ کی اولاد موجود نہ ہوگی تو محض ماں باپ کی وجہ سے یہ لوگ میراث سے محروم نہ ہوں گے۔

بعینہ یہی حال طبقہ ثانیہ کا ہے جس میں دو طائفے ہیں پہلے میں میت کے اجداد و جدات یعنی دادا دادی نانا نانی ہیں اور دوسرے میں اخوہ یعنی میت کے بھائی بہن ہیں۔

یہاں بھی یہی ہے کہ خود اسی طائفہ کا قریبی وارث وارث بعید کا مانع ہے لیکن دوسرے طائفہ کا کوئی اثر نہیں پڑتا مثلاً اگر دادا موجود ہو تو پر دادا کو میراث نہیں ملے گی لیکن اگر دادا موجود نہ ہو اور پر دادا ہو اور دوسری جانب میت کے بھائی بہن ہوں تو

باوجودیکہ بھائی بہن بہ نسبت پر دادا کے میت سے قریبی تعلق رکھتے ہیں لیکن بایںہمہ اس کوئی خلاف اثر پر دادا کے لئے مرتب نہوگا۔ اسی طرح اگر دادا کے ساتھ بھائی کی اولاد ہو تو یہاں بھی دادے کی موجودگی کیوجہ سے بھائیوں کی اولاد میراث سے محروم نہ ہوگی۔

البتہ طبقہ ثالثہ میں پہونچکر یہ حکم بدل جاتا ہے اور اس طبقہ کی ہر قریبی فرد بعید کیلئے میراث سے مانع ہوتی ہے، اگرچہ وارث قریب ایک طائفہ سے تعلق رکھتا ہو اور وارث بعید دوسرے طائفہ سے ہو غرض یہ کہ وہاں دو طائفے محض اسی لحاظ سے ہیں کہ دونوں طائفوں کی جہت قرابت مختلف ہے۔ ماموں خالہ ماں کی جہت سے میت سے قرابت رکھتے ہیں اور اس لئے ماں کا حصہ یعنی ثلث انکو دیا جاتا ہے اور چچا پھوپھی باپ کی جہت سے میت سے قرابت رکھتے ہیں اور اسی لئے انکو باپ کا حصہ یعنی بقیہ ترکہ ملتا ہے ورنہ یہ دونوں قسم کے ورثہ ایک دوسرے کے مانع ہونے میں بالکل ایک طائفہ کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً اگر میت کا چچا موجود ہو اور ماموں نہ ہو بلکہ ماموں کا بیٹا موجود ہو تو کل میراث چچا کو ملیگی۔ ماموں کا بیٹا میراث سے محروم ہو جائیگا۔ البتہ زوج اور زوجہ اس حکم سے بالکل مستثنیٰ ہیں نہ وہ کسی کے مانع ہوتے ہیں اور نہ کسی سے ممنوع۔ اگر میت کے والدین اور اولاد ہو تو زوج اور زوجہ ان کے ساتھ بھی شریک ہو جاتے ہیں اور اگر ضامن جریرہ تک میراث پہونچے تو بھی زوج یا زوجہ اپنا حصہ لینگے

حجب عن البعض یہ ہے کہ کسی وارث کے موجود ہونے کی وجہ سے دوسرا وارث میراث سے بالکل تو محروم نہیں ہوجاتا لیکن اسکو ادنیٰ قسم کا حصہ ملتا ہے کسی اضافہ کے ساتھ یا اعلیٰ قسم کا معینہ حصہ نہیں ملتا ہے۔ حجب کی دو قسمیں ہیں حجب اولاد اور حجب اخوۃ۔

حجب اولاد سے مراد یہ ہے کہ میت کی اولاد ہوتے ہوئے میت کے والدین کو ایک ایک سدس سے زائد نہیں ملے گا البتہ ایک حالت اس سے مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ مثلاً میت کی ایک یا چند لڑکیاں ہوں اور ماں یا باپ دونوں میں سے کوئی ایک ہو تو اس شکل میں بقاعدہ رد ماں یا باپ کو سدس سے زیادہ ملجائیگا اسی طرح اولاد کے ہوتے ہوئے میت کے شوہر کو ربع سے زائد یا میت کی زوجہ کو ثمن سے زائد نہیں ملسکتا۔

حجب اخوۃ سے مراد یہ ہے کہ میت کے دو بھائی یا چار بہنیں حقیقی یا علاتی موجود ہوں تو انکے ہوتے ہوئے ماں کو سدس سے زائد نہیں ملیگا حالانکہ یہ لوگ خود میراث میں حصہ نہیں پائینگے بشرطیکہ یہ لوگ کافر اور بعض کے مورث کے قاتل نہوں۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ میت کا باپ بھی زندہ ہو اگر یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں یا انکی تعداد کم ہو تو حاجب نہیں ہوسکتے۔

اقربا پدری و اقربا مادری میں باہم تقسیم

میت کے اقربا مادری میں باہم ہمیشہ مساوی تقسیم ہوتا ہے یعنی مرد و عورت کو برابر حصہ دیا جاتا ہے مثلاً اگر ایک اخیافی بھائی اور ایک اخیافی بہن وارث ہو تو ایک ثلث میں دونوں کو برابر یعنی ایک ایک سدس مل جائیگا لیکن میت کے پدری اقربا میں للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدے سے مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ دیا جاتا ہے مثلاً ایک طرف میت کا ایک ماموں ایک خالہ اور دوسری طرف میت کا ایک چچا اور ایک پھوپھی موجود ہو تو ماموں اور خالہ دونوں کو مشترک ایک ثلث ملے گا جو ان میں باہم مساوی تقسیم ہوگا اور چچا اور پھوپھی کو مشترکہ دو ثلث ترکہ ملے گا جس کے تین حصے کرکے ایک حصہ پھوپھی کو دیا جائیگا اور دو حصے چچا کو ملیں گے۔

تقسیم کی شکلیں

اگر وارث صرف ایک ہو جسکے لئے کوئی خاص حصہ معین نہ ہو اور کوئی اسکا شریک دوسرا وارث بھی نہ ہو تو پورا ترکہ اسی کو ملیگا مثلاً میت کا وارث صرف ایک بھائی ہو اور اگر کوئی دوسرا مستحق وارث بھی موجود ہو اور وہ بھی ذوالقرابتہ ہی میں سے ہو پس اگر دونوں وارثوں کی قرابت کی حیثیت یکساں ہو تو دونوں میں ترکہ نصف نصف ہو جائیگا مثلاً میت نے دو بھائی وارث چھوڑے ہوں تو دونوں کو آدھا ترکہ ملےگا اور اگر دو وارث ہوں مگر دونوں کی قرابتہ کی حیثیت مختلف ہو تو جو وارث جس جہت سے میت سے قرابت رکھتا ہو اسکو اسی کا حصہ ملیگا مثلاً میت کا ایک ماموں ہو اور ایک چچا تو ماموں کی میت کی ماں کا حصہ یعنی ایک ثلث ملیگا اور چچا کی میت کے باپ کا حصہ یعنی بقیہ ترکہ دو ثلث ملے گا اور کوئی وارث ہو اور وہ ذوی الفرض میں سے ہو اور کوئی دوسرا مستحق وارث اسکے ساتھ موجود نہ ہو تو اسکو اسکا معینہ حصہ ملنے کے بعد بقیہ ترکہ بھی بطور رد اسکو دیدیا جائےگا مثلاً میت کی صرف ایک بیٹی ہو تو نصف ترکہ بطور فرض پانیکے بعد بقیہ بطور رد بھی اسکو دیدیا جائیگا اور اگر کوئی دوسرا وارث بھی موجود ہو تو اب دیکھنا ہے کہ وہ دوسرا وارث ذوی الفرض میں سے ہے یا ذوی القرابتہ میں سے اگر ذوی القرابتہ میں سے ہے تو مذکورہ بالا پہلے وارث کو اسکا معینہ حصہ دیکر بقیہ ترکہ اس دوسرے وارث کو مل جائیگا مثلاً میت کا شوہر ہو اور میت کا بیٹا تو ایک ربع شوہر کو دینے کے بعد بقیہ ترکہ اس دوسرے وارث کو مل جائیگا مثلاً میت کا شوہر ہو اور میت کا بیٹا تو ایک ربع شوہر کو دینے کے بعد بقیہ میراث کا مالک بیٹا ہی ہو اور اگر دوسرا وارث بھی ذوالفرض میں سے ہی ہے تو اس حالت میں تین صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں کے حصے دیکر ترکہ پورا

ہوجاتا ہے اور کچھ باقی نہیں بچتا ایسی صورت میں تقسیم بالکل آسان ہے اسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً میت کے ورثہ میں ایک بہن ہو اور شوہر ہو تو دونوں کو انکے معینہ حصوں کے مطابق نصف نصف ترکہ دیدیا جائیگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ترکہ ورثہ کے معینہ حصول سے بڑھ جائے تو اس شکل میں سہام کے تناسب سے بقیہ ترکہ بھی انھیں ورثہ کو دوبارہ تقسیم کردیا جائیگا اس تقسیم کو اصطلاحاً رد کہتے ہیں

تیسری صورت یہ ہے کہ حصہ داراس قسم کے جمع ہوجائیں کہ ترکہ سب پر پورا تقسیم نہ ہوسکے تو اس شکل میں حسب ذیل ورثہ کے معینہ حصہ میں کمی کردیجائیگی۔ ایک بیٹی چند بیٹیاں باپ یا وہ ورثہ جو میت سے باپ کی طرف سے تعلق رکھتے ہوں۔ ماں یا وہ ورثا جو ماں کی جہت سے میت سے قرابت رکھتے ہوں انکے سہام میں کبھی کمی نہیں کیجاتی، غرض مذکورہ بالا ورثہ کے حصوں میں تخفیف کر کے بقیہ دیگر ورثہ کو انکا معینہ حصہ دیا جائیگا مثلاً میت کی دو حقیقی بہنیں ہوں، دو اخیافی اور ایک شوہر ہو تو اس شکل میں ہونا چاہیئے تھا کہ نصف شوہر کو ایک ثلث دو اخیافی بہنوں کو اور دو ثلث دونوں حقیقی بہنوں کو دیا جاتا لیکن ترکہ پورا نہیں پڑتا اس لئے شوہر کو نصف اور دونوں اخیافی بہنوں کو ثلث دیا جائیگا اور بقیہ جو کچھ رہا وہ دونوں حقیقی بہنوں کو ملے گا۔

فریضہ نکالنے کا طریقہ | فریضہ نکالنے یعنی ترکہ تقسیم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم کو جن سہام پر ترکہ تقسیم کرنا ہو ان سب اعداد کا ایک مشترکہ عدد اس طرح نکالا جائے کہ ان تمام اعداد کسور کا جن پر فریضہ کی تقسیم مقصود ہے نسب نما لیکر دو اضعاف اقل نکال لیا جائے اور اس سے جو عدد حاصل ہوا سکو سب سہام پر تقسیم کر دیا جائے۔ مثلاً میت کے ورثہ میں ایک باپ ہو ایک ماں اور دو بیٹیاں ہوں اس شکل میں ماں کو $\frac{1}{6}$ باپ کو $\frac{1}{6}$ اور دونوں لڑکیوں کو ملاکر $\frac{2}{3}$ ملیگا۔ ان تمام کسور کے نسب نما عداد کا ذواضعاف اقل چھ ہے لہذا اسی عدد سے فریضہ اس طرح تقسیم کردیا جائیگا۔

المیت زید مافی الید ۶

ہندہ مادر	عمرو پدر	زینب دختر	فضہ دختر
۱	۱	۲	۲

میراث کے تمہیدی اصول سمجھنے کے لئے اتنا کافی ہے مزید تفصیلات تطویل کی وجہ سے ترک کئے جاتے ہیں۔

۵ے زوجہ کو رد میں سے بالکل حصہ نہیں ملتا علی ہذا شوہر کو بھی نہیں ملتا البتہ اگر کہیں نسبی یا سببی کسی طبقہ کا کوئی وارث بھی موجود نہ ہو اور میت کا صرف شوہر ہی ہو تو نصف بطور فرض اور نصف بطور رد اسکو دیا جائیگا۔ حجب کی صورت میں ماں بھی رد سے محروم رہے گی۔

تمام شد